کتاب آپ کے پاس امانت ہے

اس کو احتیاط و حفاظت سے رکھیں

شکریہ

LIBRARY

ACC No.

GOVT. KULLIYAT-UL-BANAT
DEGREE COLLEGE
15-LAKE ROAD, LAHORE

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
★ MAILSI ★
Acc No 030250

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI

سلسلہ مطبوعات

مرکزی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
کراچی
778
290.6
A541

پہیہ اور دو فرلانگ

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ، ڈی۔ ایچ۔ ڈی

LIBRARY
ACC No.
GOVT. KULLIYAT-UL-BANAT
DEGREE COLLEGE
15-LAKE ROAD, LAHORE

کتاب منزل۔ لاہور

ساتواں ایڈیشن

قیمت تین روپے

ترتیبِ مضامین

پیش نامہ ۴
۱- تمہید ۹
اہمیت مطالعۂ فطرت ۱۱
شہد اء علی الناس ۲۱
کعبہ کی اہمیت ۲۴
اُمّۃً وَّسَطًا ۲۵
فرشِ زمین ۲۷
فولاد ۲۸
ایک تاریخی واقعہ ۲۹
ابتلائے خلیلؑ ۳۱
نظر ۳۳
علم ۳۵
شعاعیں ۳۶
عاداتِ الٰہیہ ۳۸
ماحول سے تطابق ۴۰
رفتارِ آفرینش ۴۱
اللہ کا دارالحکومت ۴۲
یک رنگی کائنات ۵۳
روشنی اور بجلی کے انجن ۵۵
صحیفۂ فطرت کے چند مفسر ۵۹
۲- بہارِ نباتات
بجلی ۶۴
درخت ۶۹
تنوّعِ اشجار ۷۰
اہمیتِ نباتات ۷۰
میزانِ عدل ۷۴
نظامِ روئیدگی ۷۵
اوراقِ اشجار ۷۷
جذبۂ افزائشِ نسل ۷۹
پھولوں کا فرض ۸۱
پھولوں کی حفاظت ۸۲
انجیر کا حمل ۸۲
سدا بہار درخت ۸۴
چند عجیب و غریب درخت ۸۵
۳- سیرِ افلاک
آفتاب ۹۳
گردشِ آفتاب ۹۴
حرکتِ زمین ۹۵
چاند کا بُعد ۹۶
ستارے ۹۹
نظامِ شمسی ۱۰۴
دُم دار ستارے ۱۱۹
شہاب ۱۳۰
۴- عالمِ حیوانات
اقسامِ حیوانات ۱۲۳
حرکاتِ حیوانات ۱۲۵
مادہ مچھر ۱۲۷
اونٹ کے عجائبات ۱۲۸
دنیائے طیور ۱۲۹
چند عجائباتِ طیور ۱۳۵
۵- تماشائے حشرات
چیونٹی ۱۴۰
عنکبوت ۱۴۴
مکڑی کے اقسام ۱۴۵
شہد کی مکھی ۱۴۸
مچھر ۱۵۶
زنبورِ سیاہ ۱۶۰
کرائیسس ۱۶۱
بلیک بیٹل ۱۶۱
کرینِ فلائی ۱۶۲

ڈڈی ۱۶۲
دیمک ۱۶۲
جگنو ۱۶۳
پسّو ۱۶۳
کانی بھڑ ۱۶۴
کوچی نیل ۱۶۵
بیلوں کی مکھی ۱۶۵
درختوں کی مکھی ۱۶۵
۶- دنیائے آب
امواجِ بحر ۱۷۰
منارۂ روشنی ۱۷۵
سفینے ۱۷۷
دخانی جہاز ۱۸۲
پانی کے چند جانور ۱۸۴
عجائباتِ سمندر ۱۸۸
۷- صحیفۂ فطرت کے چند اور اوراق
آغازِ تخلیق ۱۹۱
مدارجِ ستہ ۱۹۲
زمینوں کی تعداد ۱۹۵
آغازِ حیات ۱۹۷
رحم ۱۹۹
ایوانِ کائنات کی انیٹیں ۲۰۱
کائنات میں تنوّع ۲۰۵
بجلی ۲۰۸
ایثر ۲۱۱
روشنی و بصارت ۲۱۳
السنہ والوان ۲۱۵
حیوانوں کے رنگوں میں حکمت ۲۱۹
۸- معجزاتِ جبال
طبقاتِ جبال ۲۲۴
تدوینِ جبال ۲۲۷
زلزلے ۲۲۹
۹- جسمِ انسانی کے معجزات
انسان میں حیوانیت ۲۴۰
آواز ۲۴۶
حیاتیات یا وٹمین ۲۵۰
جوہرِ غذا ۲۵۳
۱۰- متفرق آیاتِ طبیعی کی تفسیر
مسئلۂ شفاعت ۲۶۴
الصّلوٰۃ ۲۶۵
اختلافِ لیل و نہار ۲۶۸
ہواؤں کا سیر پھیر ۲۷۰
کیا زندگی ایک خواب ہے ۲۷۲
موت کا ڈر ۲۷۵
اللہ حساب دان ہے ۲۷۸
ایک بشارت ۳۰۹
سدالعرم ۳۱۲
طوفانِ نوحؑ ۳۱۳
اسلامی کھیتی ۳۱۴
۱۱- بعض سورتوں کے مطالب
الفجر ۳۲۰
الذّاریات ۳۲۲
الطّور ۳۲۴
النّجم ۳۲۴
البلد ۳۲۶
الشمس ۳۲۸
اللّیل ۳۲۹
الضّحیٰ ۳۳۱
التّین ۳۳۲
العلق ۳۳۲
القدر ۳۳۴
العادیات ۳۳۶
العصر ۳۳۷
الفیل ۳۳۷

پیش نامہ

یہ ۱۹۳۸ء کی بات ہے:

میں اُمّت مسلمہ لائبریری' امرت سر میں بیٹھا، بعض پُرانے اخبارات ورسائل کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ روزنامۂ انقلاب' کا کوئی خاص نمبر میرے سامنے آگیا۔ چند صفحے اُلٹے، تو میری نگاہ ایک عنوان پر قرآن حکیم اور علم الآفاق" پر جم کر رہ گئی۔ مضمون پڑھا تو پسند آیا۔ لکھنے والے کا نام تھا پروفیسر غلام جیلانی برقؔ جو اُن دنوں محض ایم اے تھے اور اب تو ماشاءاللہ ایم اے پی ایچ' ڈی ہیں۔ ڈاکٹری کی یہ سند انہوں نے کہیں بعد میں حاصل کی۔

میں نے سوچا کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اس قسم کے مضمون' البیان' کے لئے بھی لکھا کریں۔ کچھ عرصے کے بعد میں نے اُن کے نام رسالہ جاری کر دیا اور اس کے ساتھ ایک خط بھی لکھ دیا۔ چند روز کے اندر اندر اُن کا پہلا مضمون دفتر میں پہنچ گیا۔

آج پھر کئی برس کے بعد سوچتا ہوں، قدرت کے وسیلے کتنے عجیب و غریب ہیں! مجھے کیا معلوم تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے قلم سے قرآن مجید کے معارف پر ایک ایسی کتاب نکلے گی، جو اُردو لٹریچر میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہو گی۔ وہ

مجھے اس کا دیباچہ لکھنے کے لئے کہیں گے اور سچ مچ اس کا شرف مجھے ہی حاصل ہوگا — کہیں خواب میں بھی یہ باتیں نہ سوچی تھیں۔ لیکن قدرت کے وسیلے کتنے حیرت انگیز ہیں! اُن بوسیدہ اخبارات کی ورق گردانی اور اس حسین وجمیل کتاب کی اشاعت کے درمیان اتنا تعجب انگیز رشتہ! ایسی غیر مرئی کڑیاں!

دو اڑھائی برس تک ان کا کوئی نہ کوئی مضمون دوسرے چوتھے مہینے 'البیان' میں ضرور شائع ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۲ء کے اوائل میں اُن کی طرف سے "دو قرآن" کے مسودے کی ایک قسط موصول ہوئی۔ شروع میں خیال تھا کہ عام طویل مضمونوں کی طرح یہ بھی زیادہ سے زیادہ دو چار قسطوں میں ختم ہو جائے گا؛ لیکن نہیں، ایک مرتبہ یہ سلسلہ شروع ہوا تو پورے چودہ مہینوں کے بعد ختم ہوا — اور جس طرح پہلی قسط دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ سلسلہ اتنا طویل ہوگا، اسی طرح یہ بھی محسوس نہیں ہو سکا کہ اُن کی محنت "البیان" کے پڑھنے والوں کی طرف سے ایسی بے قرار شکر گزاریوں کا خراج حاصل کرے گی کہ عین اس زمانے میں جب کہ کاغذ نہ صرف انتہائی طور پہ گراں ہے، بلکہ گراں قیمت پر بھی ملنا مشکل ہے، احباب کے مسلسل تقاضوں سے متاثر ہو کر ان مضامین کو ایک مستقل کتاب کی شکل میں چھاپنا پڑے گا۔ دفتر امت مسلمہ ہم سب کے دلی شکریے کا مستحق ہے کہ اس نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود اس کی اشاعت کا بیڑا اُٹھایا۔

"دو قرآن" میں جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے، بتایا گیا ہے کہ قرآن

ایک نہیں، دو ہیں: ایک وہ جو کتاب کی شکل میں ہر مسلمان کے گھر میں موجود، ہر حافظ کے سینے میں محفوظ ہے۔ اور دوسرا وہ جو کائناتِ ارض و سما کی شکل میں ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہ دھرتی یہ سورج، یہ چاند، یہ اَن گنت تاروں بھری کہکشاں، یہ بادل اور ہوائیں، یہ پانی سے لدی ہوئی گھٹائیں، یہ چہکتے ہوئے پھول، یہ چہکتے ہوئے پرندے، سمندر اور خشکی کے یہ مہیب جانور، یہ سونے چاندی، ایلومینیم، کوئلے اور لوہے کی کانیں، یہ سر بفلک پہاڑ، یہ لق و دق صحرا، اور وسیع و بسیط سمندر، یہ سب کے سب اُس قرآن کی آیات ہیں۔ ایک قرآن میں لکھی ہوئی آیتیں ہیں، اور دوسرے میں عمل و حرکت کرتی ہوئی آیتیں۔ ایک قرآن اصول و قوانین کا ضابطہ ہے اور دوسرا اس کی عملی تشریح!

قرآن حکیم اور صحیفۂ فطرت کی آیات کا یہ حیرت انگیز تطابق ہی تو ہے۔ جس پر غور و فکر کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے، لیکن مسلمانوں کی بدنصیبی کہ انہوں نے مظاہرِ فطرت اور عجائباتِ عالم کے اندر چمکتی ہوئی سچائی سے مُنہ موڑ کر زندگی سے باہر کسی دوسری سچائی کی تلاش شروع کر دی، مگر زندگی اور سچائی دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ تاریک حجروں میں کوئی روشنی نہیں ہے، خانقاہوں اور قبرستانوں میں موت کے پہرے ہیں۔ زندگی کے نشان نہیں ہیں، اوراد و وظائف میں، انسانی کرامات میں۔ بازوؤں کو شل کر دینے والی سردی اور دماغوں کو منجمد کر دینے والی برودت ہے۔ عمل و حرکت پہ آمادہ کرنے والی حرارت و تمازت نہیں ہے۔ اُس قوم کی بدقسمتی میں کیا شک ہے، جس نے مچلتی ہوئی زندگی کے ساتھ لغل گیر ہونے کے بجائے سوئی اور سہمی ہوئی موت کے پہلو میں لیٹنا گوارا کر لیا!

قرآن بڑے نام مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے، تمام انسانوں کا مذہب ہے۔ تمام زمانوں کا مذہب ہے اور تمام جہانوں کا مذہب اور زیادہ صحیح لفظوں میں زندگی کا مذہب ہے۔ وہ کتاب جو انسان کو زندگی اور اس کے مظاہر سے [illegible] کی ترغیب دیتی ہے۔ خالق کائنات کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

قرآن، اسی طرح فطرت کی عجیب و غریب سے حقیر چیزوں کی طرف انسانی ذہن کو متوجہ کر کے اسے سبق اندوزی کی ترغیب دیتا ہے، اس کی پوری تفصیل تو آپ کو آئندہ صفحات میں ملے گی۔ البتہ اشارے کے طور پر میں یہاں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ چند ہی روز کا ذکر ہے کہ میں سورہ نحل کی آیات کی تلاوت کر رہا تھا جن میں نوعِ انسان کو شہد کی مکھی کے کارناموں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ [illegible] ان اشاروں میں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں بڑی نشانی ہے۔

اتفاقاً اسی روز میں نے ایک انگریزی کتاب میں شہد کی مکھی پر ایک مختصر مضمون بھی پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ انسان اپنی زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ تین چیزوں کی خواہش کر سکتا ہے۔ صحت، دولت اور عقل۔ یہ تینوں چیزیں شہد کی مکھی کو حاصل ہیں۔ وہ موسم بہار کی پہلی تازہ سبزی سے [illegible] بنا کر دیتی ہے۔ اور سخت محنت کر کے شہد کے ذخیرے جمع کرتی ہے۔ اس مختصر مضمون کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے اپنے دل سے سوال کیا۔ کیا درحقیقت مکھی کے اعمال میں انسانوں کے لئے سبق و پند نہیں ہے؟

"زندگی ہی مذہب ہے!" یہ بنیادی اصول ہے۔ جسے آپ ذہن میں رکھ کر

اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔

جناب برق نے یہ کتاب لکھ کر درحقیقت قرآن پاک کی اتنی زبردست خدمت سرانجام دی ہے، جس کی سعادت اس سے پہلے ہندوستان کے کسی مسلمان کو حاصل نہیں ہوئی۔ مظاہر فطرت کے متعلق کوئی آیت ایسی نہیں ہے جسے انہوں نے سائنس کی روشنی میں پیش نہ کیا ہو۔ اس کارنامہ عظیم کے لئے نہ جانے انہوں نے کتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، کتنی سخت محنت کی ہوگی، کتنا وقت صرف کیا ہوگا۔ میں ان تمام مسلمانوں کی طرف سے جو قرآن کے سرچشمے سے، سائنس کے پیالے میں پانی لے کر اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں، ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مصر میں یہ کام علامہ طنطاوی جوہری نے سرانجام دیا تھا، عربی زبان سے نابلد ہونے کے باعث ہندوستان کے مسلمان اس سے مستفید نہیں ہو سکے۔ ہندوستان کے مسلمان اب فخر کر سکتے کہ ان کے ہاں بھی ایک طنطاوی ہے۔

میں نے قلم اٹھایا تھا، کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لئے، لیکن نہیں لکھ سکا، پھر سوچا، دیباچہ نہ سہی، تعارف ہی سہی۔ لیکن تعارف بھی نہیں لکھ سکا۔ پھر سوچا، تعریف ہی سہی۔ تعریف بھی نہیں کر سکا۔ اس لئے کہ اچھی چیزیں تعریف سے بالاتر ہوتی ہیں۔ میں زبان سے زیادہ مستند اور حجت کا اظہار کرتا ہوں، اور وہ بھی اتنا نہیں جتنا میں اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں۔

پریت نگر۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۳ء

محمد اقبال آفاقی

باب (۱)

تمہید

قرآن مجید کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ذو معنی کتاب الٰہی اور صحیفہ فطرت یعنی کائنات۔ ہر دو کو اللہ نے آیات کہا ہے۔ قرآن مجید کے متعلق تو ظاہر ہے: تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (یوسف ۲) قرآن کے مندرجات کتاب مبین کی آیات ہیں۔

دلیل اول اور دوسری طرف صحیفہ کائنات کے مختلف مناظر کی بابت آیات کے لفظ کا استعمال، مثلاً:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (آل عمران ۱۹۰)	ارض و سما کی تخلیق اور رات و دن میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔
اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ	ارض و سما کی تخلیق، اختلاف لیل و نہار، سمندروں میں تیرنے والی سفید کشتیاں

..... وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ..... اور بادل جو زمین و آسمان کے درمیان
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (بقرہ ۱۶۴) مسخر ہے ارباب عقل کے لئے آیات ہیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ اختِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۔ زمین و آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں
وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ اور رنگوں کا اختلاف اس کی آیات ہیں
لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (جاثیہ ۔ ۴) تمہاری پیدائش اور چوپاؤں کی نسل اس
قوم کے لئے آیات ہیں جو یقین کرتے ہیں۔

نمبر ۱۰

قرآن اور صحیفۂ کائنات ہر دو بہ دلائل برہنہ ترتیب ہیں۔ قرآن حکیم میں ربط آیات و سور منتشر تاریخ کے لئے ہمیشہ یک معنا رہا ہے۔ کائنات کی ظاہری بے ترتیبی عیاں ہے۔ سیاروں کی یکسری ہوئی محفل، سلسلہ کوہ کی بے ترتیبی، انسانی دنیا میں زبان و طبائع کا اختلاف، قبیلہ اشیاء میں ظاہری بے نظمی اور حشرات حیوانات کی بے آہنگی۔ علمائے کائنات کو ہمیشہ پریشان کرتی رہی۔ ہر دو بہ ظاہر بے ترتیب ہیں لیکن در اصل ایک بہ دست نظام کے حامل ہیں۔ جس طرح اعجاز قرآن انسان فہم سے دور تر ہوتا گیا۔ اسی طرح صحیفۂ فطرت باوجود عیاں ہونے کے انسانی ادراک سے دور ہے۔ فہم انسانی مغرب افعال الٰہی (کائنات) کے متعلق ہر عہد میں صرف کہتے رہے ہیں لیکن ان بندگان کی ہر کوشش نے پیام دہندگی دے رہی ہے اور وہ قدم قدم پہ یہ اعلان کرنے پہ مجبور ہو رہے ہیں کہ

"مقصود ہم سفر کنونہ ہم نہ شتر"

نمبر ۱۱

جس طرح دنیا کی کوئی بڑے سے بڑی عاقلہ قرآن کی ایک آیت نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح بڑے سے بڑا سائنس داں ایک پتے

اور تمہ تک کی تحقیق سے عاجز ہے۔

اہمیت مطالعۂ فطرت

جس طرح قولِ خدا (قرآن) کا مطالعہ غرض ہے اسی طرح عملِ خدا (کائنات) کا مطالعہ بھی (بلکہ زیادہ) لازمی ہے۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کو سب سے پہلے جس چیز پر غور کرنا چاہیئے وہ زمین و آسمان کی پیدائش اور ان کا نظام ہے۔ اسی سے سائنس کی ابتدا ہوئی۔

جس طرح قرآن سمجھنے کی غرض سے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے، اسی طرح کائنات کے مطالعہ کے لئے سائنس کا جاننا ضروری ہے۔

اَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّأَنْ عَسٰى أَنْ يَّكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ

کیا یہ لوگ آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق پر غور نہیں کرتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت قریب آگئی ہے۔

اس طرح کائنات کا مطالعہ بھی خدا کی معرفت کا ایک ذریعہ بتایا ہے:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ

ارض و سما کی کتنی ہی ایسی آیات ہیں جن سے یہ لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

اس طرح کائنات کے مطالعہ سے اللہ کی عظمت کا اندازہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ

انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا۔

مطالعۂ کائنات کی اہمیت کا اندازہ صرف اس ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کے متعدد صفحات ایسے ہیں جن میں کائنات کے مظاہر کا ذکر ہے۔ قرآن تمام زمانوں اور تمام بنی نوع انسان کے لئے آخری پیام ہے۔ اس کتاب میں جو قوانین فطرت، دقائقِ جبال اور خزائنِ بحار سے متعلق بیانات ہیں وہ اس وقت تک نہ سمجھے جا سکتے تھے نہ سمجھائے جا سکتے تھے جب تک کہ ان کے متعلق علوم نہ پیدا ہو جائیں۔ قرآن تمام زمانوں اور تمام بنی نوع انسان کے لئے آخری پیام

ناقص و نامکمل ہے اور اس کا دعویٰ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج تو باللہ بے بنیاد ہے۔
آج اہلِ مغرب لوہے، تانبے، بارود اور دیگر خزائنِ ارضی سے فائدہ اُٹھا کر فلک علم و ہنر پہ
آفتاب بنے ہوئے ہیں، ہواؤں میں اُڑ رہے ہیں، دریاؤں میں تیر رہے ہیں، زمین کے لمبے
ترین اطراف کی خبریں لمحوں میں سُن رہے ہیں، سمندر کے نیچے سے ہلیں دوڑا رہے ہیں۔ آئے دن
حوادثِ سماویہ (باد و باراں) کی خبریں دے لیتے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کائنات
کے مطالعہ کرنے کے بعد اس کے قوانین و آیات کو اپنی بہتری کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔
اور دوسری طرف ہمارا مذہبی رہنما یعنی مُلّا، اعمالِ خدا سے اس قدر جاہل، نشانیِ
اس قدر کور اور مطالعۂ کائنات سے اس قدر بے گانہ ہے کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں
کہ ہوا میں چراغ کیوں بجھ جاتا ہے اور آگ کیوں بھڑک اُٹھتی ہے؟ دل کیوں دھڑک
دیتا ہے؟ انسان کی آنکھ کیوں دیکھتی ہے؟ اور رگوں میں خون کیوں دوڑتا ہے؟
اور عروق و عضلات میں اللہ کے کون کون سے معجزات موجود ہیں؟ رحمِ مادر میں بچے
کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے؟ مرورِ زمانہ کا کرّہ ارض پر کیا اثر ہے اور کیوں ہے؟ الغرض
مُلّائے اسلام اعمالِ الٰہی سے یکسر غافل، معجزاتِ تخلیق سے قطعاً ناآشنا، فطرت کے
ایمان افروز کارناموں سے بالکل بے گانہ ہے۔ اور پھر بھی اسلام کا ٹھیکیدار ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر)

وَالْوَانُهٗ وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ

معجزوں کی نہیں موجود ہیں نیز انسانوں چوپاؤں
مولیشیوں کے مختلف رنگوں کا ہونا اور یہ کہ

اس آیت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلی علم صحیفۂ کائنات کے مطالعہ

سے حاصل ہوتا ہے اور کہ خوف یا خشیۃ اللہ صرف علمائے کائنات ہی کا حصہ ہو سکتا ہے جس طرح شیکسپیئر، روسو، لقمان، سعدی، بوعلی سینا اور اقبال کی صحیح عظمت کو سمجھنے کے لئے ان کے افکار (تصانیف) کا مطالعہ ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صحیح عظمت و رفعت اور زندہ فنون کمالِ تخلیق، حیرت خیز جمالِ تکوین، پُرشکوہ نظامِ ربوبیت اور حیرت انگیز نسقِ کائنات کو سمجھنے کے لئے صحیفۂ فطرت میں غور و تدبر کرنا پڑے گا۔ اگر کسی مصنف کی تصنیف پڑھ کر بصیرت ہو سکتی ہے تو اللہ کی حمد و ثنا بھی اس کے حیرت انگیز اعمال پر تدبر کئے بغیر ممکن ہے۔

ایک بھوکا روٹی ملنے پر، پیاسا پانی حاصل کرنے کے بعد اور جاہل علم سے بہرہ ور ہونے پر شکر ادا کرتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اولاد ملنے پر یوں شکر الٰہی ادا فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ عطا فرمائے۔ (ابراہیم ۳۹)

حضرت یوسفؑ جب مصر کے زندان میں تھے تو کہا کرتے تھے:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِذْ لَمْ یَاْتِنِیْ اَجَلِیْ حَتّٰی كَتَبْتُ مِنَ الْاِسْلَامِ سِرْبَالَا

اللہ کا شکر ہے کہ میری موت سے پہلے میں نے اسلام کی قمیص پہن لی۔

یہ مسلمان کوئی ذاتی فائدہ کے لئے نہیں، بلکہ اللہ کو رب العلمین ہونے کی وجہ سے ادا کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

قرآن ہمیں کہ کائنات کی طرف دعوت دیتے ہوئے، خاص طور

وسیع ہمدردی کا پیام دیا گیا ہے۔ اللہ کو صرف حقیقی عبادت اور آسمانی آواز
آج بعض ایسی اقوام معزز کرتی گئیں، جو خدا کی بھی معنوں میں شاکر ہیں، اور جن میں بیکاری
و زباں حمد و ثنا کی سزا ذلت و غلامی کی صورت میں دی گئی۔ حالانکہ ظاہری مادی
وسیلوں سے ہماری مساجد محروم ہیں، لیکن:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ - ۲۹)

زمین کے اندر معدنیات کا ایک حیرت انگیز سمندر موجود ہے۔ خدا نے ہمیں
قوائے سمع و بصر (دیدہ و دل) و دیعت کیے ہیں۔ آنکھ اور اس کے کرشموں پر
اور اس کے معجزوں، سمع اور اس کے کمالات، پر دل اور اس کے کمال سے
دیگر اقوام فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ حالانکہ:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ - ۲۹)

تمام کائنات زمین اور اس کی تمام چیزیں
پیدا کی گئی ہیں۔

قدرت کی طرف سے ہمیں آنکھیں، کان، دل و دماغ عطا کیے گئے ہیں

لیکن ہم نے ان اعضاء کو بیکار چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل - ۳۶)

تحقیق کے نئے نئے میدان کھل رہے ہیں اور ہم ہیں کہ

۱؎ دیگر آیات قرآنی جن میں تسخیر کائنات کی دعوت دی گئی ہے

گاڑیاں چلائے، دریاؤں پر پل باندھے، نہروں اور سڑکوں کا جال بچھائے، سمندر کی طغیانیوں کو مسخر کرکے انھیں تجارت کے قابل بنائے، جن کی تلاش و جستجو سے ایک عالم فائدہ اٹھائے، جو آبشاروں سے بجلی پیدا کرکے دنیا کو روشنی اور طاقت دیں، جو کوئلے اور پٹرول کے بیش بہا ذخیرے استعمال میں لائیں، جو فولاد پیدا کرکے انسانیت کے لئے تباہی و ہلاکت کا پیغام نہ بنے، نہایت مفید ایجادات ہے۔

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (حدید ۲۵)

قرآن حکیم میں جہاد بالمعروف کا لقب پایا گیا ہے۔ معروف یہ ہے کہ ہم کو امن کے اسلحہ خانہ سے قوت و ہیبت کا وہ سامان پیدا کریں کہ شیطان کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (انفال - ۶۰)

تم وہ سامان قوت پیدا کرو اور گھوڑوں پر تیار رہو کہ اس سے اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن خائف ہو جائیں۔

تامرون بالمعروف میں تامرون کا لفظ صاف صاف اعلان ہے کہ خیر الامۃ وہ ہے جو دنیا میں معروف یعنی نیکی، عدل، سعادت اور صلاح کا حکم دے سکے۔ یہ حکم دینا حاکم کا کام ہوتا ہے لہٰذا خیر الامم کے لئے حاکم ہونا ضروری ہے اور اس زمانے میں کوئی حکومت مادون ارضی کے استیلا کے بغیر آزاد نہیں رہ سکتی۔ یہ ہر قوم کی بدقسمتی ہے جو دنیا میں ہر طرف سے ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ جہالت و فلاکت کی آخری منزل ہے۔ ایک غلام قوم میں معروف کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ وہ بکریوں کا ایک ریوڑ ہوتی ہے جس میں سے بکری کا دودھ، گوشت، چمڑا، ہڈیاں، سینگنیاں اور بال تک فروخت کئے جاتے ہیں۔ ایک غلام قوم کا حکم

ایک حقیقت

دوسری قوم پر مشرقیت کا الزام کیا ہے؟

تہذیب کا آفتاب بھی گردش کرتا رہتا ہے۔ محققین اس امر پر متفق ہیں کہ تہذیب کا آفتاب پہلے مشرقی ممالک پر چمکا تھا، چین اور ہندوستان، بابل اور مصر کی تہذیبیں ازبس قدیم ہیں۔ رفتہ رفتہ مغرب کا ایک خطہ یعنی یونان علم و عرفان کا مرکز بن گیا۔ سکندر اعظم نے ایرانی سلطنت کا خاتمہ کیا اور ۳۲۳ ق م میں اس کی وفات کے بعد یونان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا اور خانہ جنگی کے شعلے اطراف ملک میں بھڑک اٹھے۔

۲۰۰ ق م میں پارتھیا بیدار ہوا اور تھوڑی سی مدت میں ایک عظیم طاقت ور سلطنت بن گیا۔ تقریباً دو صدیوں کے بعد روم میں آثارِ حیات پیدا ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک زبردست سلطنت بروئے کار آ گئی۔ روم نے پارتھیا کو بھی شکست دی اور ۳۳ ق م میں اور پھر ۶۴ ق م میں آخری شکست دی۔ اور آفتاب تہذیب پوری آب و تاب سے مغرب پر چمکنے لگا۔

کچھ عرصے کے بعد ایران میں زندگی نے ایک نئی کروٹ لی۔ ساسانی خاندان کا علم ایران پر لہرانے لگا۔ دوسری طرف رومۃ الکبریٰ کے طوفان بے پناہ میں آثارِ زوال نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ ساتویں صدی کے وسط میں بیگانوں عرب کا علم و عرفان کا یہ آفتاب نور بار جو صدیوں سے مشرق و مغرب پر ضیا بار تھا۔

چند مہینوں کے بعد آفتاب علم و تمدن پھر مغرب کی طرف بڑھنے لگا اور

ملا تھا۔ قلعہ سان و ستر آباد کے درمیان پانچ سو میل لمبے خلا کا نام تھا، جس میں نیرو کے قتل کے بعد خانہ جنگی چھڑ گئی تھی، تو بارتھیا نے پیٹس کی حمایت کی تھی۔

(باقی)

ہیں کہ مشرق سے آفتاب پھر نکل رہا ہے۔ اور ہندوستان، ایران اور ٹرکی میں پھر سے بیداری کے آثار نمایاں ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اللہ نے اہلِ بصیرت کو یوں متوجہ کیا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (آل عمران - ۲۶-۲۷)

اے اللہ تو جسے چاہتا ہے، وارث زمین بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غلامی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ عزت و ذلت تیرے اختیار میں ہیں۔ دنیا کی تمام بلندیاں (خیر) تیرے دستِ قدرت میں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے، تو ہی رات کے (غلامی کی کالی) رات میں اور رات کے (غلامی کی کالی) روز روشن کو دن میں بدلتا رہتا ہے۔ مردہ اقوام کی خاکستر میں سے تو ہی زندہ اقوام پیدا کرتا ہے اور زندہ اقوام (جو کاہل ہو چکی ہیں) کو موت کی نیند سلاتا ہے۔ تیری سنت کے مطابق اس دنیا میں کوئی چیز بیکار نہیں ہے۔ ہر چیز اپنا اپنا کام کر رہی ہے۔ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ[1] یہ لوگ آیاتِ کائنات سے اعراض کر رہے ہیں۔

مقادیر کپاس اور گندم کی ترکیب آٹھ عناصر سے ہوئی۔ اختلافِ مقادیر کہیں وہی عناصر گندم کی صورت میں جنم لیتے اور کہیں کپاس کی شکل میں۔ پانی میں دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن ہے۔ اگر اس مقدار کو ذرہ بھر گھٹا بڑھا دیا جائے تو ایٹم زہریلا گیس بن جائے گا۔ آکسیجن و ہائیڈروجن ہر وقت دھماکہ خیز ہیں جن کے مالیکیول ایٹم سے لاکھوں مرتبہ توانائی پیدا کر سکتے ہیں۔ اور ہر مرکب زہر ملا نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اگر دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن کو ترکیب دی جائے تو ان دو زہریلی

---

[1] سورہ انبیاء آیت - ۳۲ -

پانی تیار ہوگا جو تمام عالم کا مدارِ حیات ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیا-۳۰) ہم نے پانی کو ہر چیز کا مدارِ حیات قرار دیا ہے۔

غور فرمائیے کہ اللہ مقادیر کا کتنا بڑا عالم ہے۔ وہ کس طرح معین مقدار سے کائنات کی مختلف اشیاء تیار کر رہا ہے۔

لیموں اور کالی مرچ ہر دو ہیئڈروجن دس حصے اور کاربن نو حصے سے تیار ہوئے ہیں، لیکن مالمات کے تفاوت سے ہر دو کی شکل، رنگ، ذائقہ اور تاثیر بدل گئی۔ اسی طرح کوئلہ اور ہیرا کاربن سے بنے ہیں۔ لیکن مالمات کے اختلاف سے ایک کا رنگ کالا، دوسرا سفید۔ ایک قابلِ شکست اور دوسرا ناقابلِ شکست ہے۔

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (حجر-۲۱)	ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین مقدار میں ہر چیز کو نازل کرتے ہیں۔
وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِيْنَ (مومنون)	اور ہم اشیاء کی تخلیق (ترکیب) سے غافل نہیں ہیں۔

کائنات کی ہر چیز عناصر کی نہایت دقیق و انتہائی تمیز سے تیار ہوئی ہے۔ اگر یہ ترکیب ذرہ بھر کم و بیش ہو جائے تو سلسلۂ حیات آناً فاناً درہم برہم ہو جائے۔ اگر آج اللہ تو پانی کی ساخت میں سے یا ہیئڈروجن صرف ایک ذرہ کم کر دے، تو دریاؤں اور سمندروں میں زہر کا سیلاب آجائے اور کوئی ذی حیات باقی نہ رہے۔ غرض کہ اللہ کا علم عناصر و مقادیر کس قدر لرزہ فگن اور ہیبت انگیز ہے۔ تمام نباتات کے عناصر ترکیبی ایک ہیں۔ یہ صرف اختلافِ مقادیر کا اعجاز ہے۔ کہ

ہر گئے را رنگ و بوئے دیگر است

حیوانات و نباتات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، نائٹروجن اور چند دیگر نمکوں سے ہوئی۔ انھیں عناصر سے ہڈیاں، پٹھے، خون، اور بال تیار ہوئے۔ اور انھی سے درختوں کے پتے، شگوفے، پھول، پھل، رس اور بیل بنے، کرۂ ارض کی مٹی اور مٹی میں انھی عناصر کا تمہ ہے اور رنگ و وضع کی یہ نیرنگیاں انھی کی بدولت ہیں۔

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو سات سو آیتوں سے زیادہ مناظرِ قدرت و قوانینِ فطرت پر غور کرنے کی ہدایت کی گئی۔ علامہ ابن رشد، زہراوی، بوعلی سینا اور فخرالدین رازی بھی ہیں اس طرف متوجہ کیا۔ لیکن ایران کے صوفیوں اور ہندوستان کے نیم خواندہ مولویوں نے مسلمان کو مسلمان نہ رہنے دیا۔ نتیجہ یہ کہ آج دوسری اقوام برق و باد پر سوار ہیں اور مسلمان ابھی تک اسی بحث میں الجھا ہوا ہے کہ زمین ساکن ہے یا متحرک۔ علامہ شبلی اسلام کے نصیبی پہلو کو سمجھتے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اگر مسلمان مسلمان رہا تو وہ حکمِ شریعت کی طرح علمِ فطرت میں بھی ایک نہ ایک دن کمال پیدا کر لے گا، اسی لئے تو فرمایا تھا کہ

اِنَّ الْاِسْلَامَ فِیْ اَوَّلِ اَمْرِہٖ کَانَ شَرِیْعَۃً فَاِذَا کَانَ اٰخِرُ الزَّمَانِ یَکُوْنُ حَقِیْقَۃً۔

اسلام آغاز میں محض شریعت تھا، اور آخر زمانہ میں حقیقت بن جائے گا۔

وہ آخری زمانہ یہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم آیاتِ ارض و سما کی طرف متوجہ ہوں۔

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (جاثیہ-۳)	زمین و آسمان میں اہلِ ایمان کے لئے حقائق وبصائر موجود ہیں۔

لہ وزن کا مصدر وزن ہے۔ جس کے معنی ہیں تولنا۔

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (جاثیہ-۴)

دولتِ یقین سے مالا مال اقوام کیلئے خلقِ انسانی و حیوانی میں آیاتِ الٰہیہ موجود ہیں۔

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ

مسلمانوں کی فلاح و نجات اس وقت صحیفۂ کائنات کے مطالعہ میں ہے۔ وہی اقوام آج بامِ عروج، طاقت اور کے مطالعہ میں عمریں صرف کر دیں۔ علم الآفاق سے غفلت و جہالت نے مسلم کو ذلیل کر ڈالا۔ اس کا خزانۂ ملّی جاتا رہا۔ اس کی سلطنتیں اُجڑ گئیں، سرحدیں غیر محفوظ ہو گئیں اور اس کی تمام حفاظتی تدابیر خام ثابت ہوئیں۔ اگر آج ہم اپنی خامیوں کو تعین کرنے اور ان کا علاج سوچنے کے لئے کوئی کمیشن مقرر کریں تو ہماری کوششیں رائگاں جائیں گی۔ اصلاح، اقتصادیات، سیاسیات و دیگر اصنافِ علمِ تمدن کے ماہرین سے ہم محروم ہیں۔

یورپ میں ہر خامی کا علاج سوچنے کے لئے کمیشن بٹھائے جاتے ہیں۔ جن کے سامنے بڑے بڑے ماہرین فن شہادتیں دیتے ہیں اور یہ کمیشن تمام نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد ایک رپورٹ حکومت کو بھیجتے ہیں۔ اگر آج کسی بین الاقوامی مجلس کے سامنے تزیہ اسلام، اقتصادیات، توازنِ قوت، و تقسیمِ دولت پر شہادت دینے کی ضرورت پڑے تو کیا اسلامی دنیا کے ستر کروڑ افراد میں سے کوئی ایک عالم بھی ایسا نکل سکے گا جس کی شہادت کو کچھ بھی اہمیت دی جائے؟ ہم دنیا کی نظر میں شاہد بنا کر بھیجے گئے تھے۔

لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ-۱۴۳) ہم نے تمہیں لوگوں کیلئے شاہد بنا کر بھیجا۔

بہ دیگر الفاظ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم تمام شعبہائے ظہورِ تمدن میں وہ مہارت پیدا کریں کہ ہر مسئلے پر ہماری رائے آخری ثابت ہو۔ لیکن افسوس کہ جہالت کی وجہ

ہماری رائے کو نیز اور شہادت کو مردود قرار دیا۔

پیروں نے ملت بیضا کی خواری ہو گئی اس آفت دار کی بے اعتباری ہی

استغنا

اللہ نے آنکھیں، کان اور دل دیئے ہیں جو قوم ان نعمتوں کو استعمال نہیں کرتی وہ حقیقت اندھی، بہری اور بے عقل ہے۔ وہی لوگ عاقبت اندیش ہیں جو کائنات کے حقائق میں غور و تدبر کرتے ہیں اور اپنے لئے صحیح راستہ کا انتخاب کرتے ہیں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا

(پ ۱۷)

یہ لوگ سفر کیوں نہیں کرتے تاکہ ان کے دل سمجھنے والے اور کان سننے والے ہو جائیں۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ (پ ۱۷)

دراصل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں قلوب اندھے ہو جاتے ہیں۔

بہتر سواری

دنیا کی بعض اقوام موٹروں، ہوائی جہازوں پر سوار ہو کر جا رہی ہیں اور ہم پیدل یا شکستہ حال گاڑیوں میں سفر کر رہے ہیں۔ ہماری یہ سست رفتاری ہمارے کارندوں کا ہر میدان میں پیچھے رہ جانا حتمی و یقینی ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے لئے بہترین سواریوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ (پ ۲۳)

مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی بات کو سن کر (اچھی)

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ (زمر-۹-۳۰) | چیز کو اختیار کرتے ہیں۔

کچھ لی آیات | مسلمان دنیا کے ہر کونے میں پھیلے ہوئے ہیں جنہیں باوجود اختلاف رنگ و نسب چند چیزوں نے متحد کر رکھا ہے۔ وہ خدا، اللہ رسول، ایک کتاب، ایک عربی زبان، ایک نماز، ایک قبلہ، ایک حج، ایک روزہ، ایک جہاد، ایک فلاح کی راہیں، ایک جنت، ایک جہنم کے ذریعے ہر جگہ منتشر فی الآفاق ہونے کے باوجود امت کے ایک جسم کی طرح ہیں۔ ان قوانین سے وہ قلوب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں جن میں ایمان کی حلاوت اور محبت کا جذبہ موجزن ہے۔

يَتَمَثَّلُ اللّٰهُ الْمُتَكَبِّرُ الْجَبَّارُ فِي قَلْبِهِ
وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ
اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اللہ تعالیٰ کے گھر کعبہ کی
اور قدیم زمانے کی
کعبہ کی تعمیر کا بڑا مقصد یہ ہے کہ
کا علم ارض و سما کو محیط ہے اور کوئی چیز

لیکن آج کعبہ میں کوئی ایسی درسگاہ موجود نہیں جو اللہ کے گھر کی اہمیت اور عظمت زائرین و مقامیین کی توجہ اس طرف مبذول کرے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے گھروں میں [illegible] پیدا ہو رہا ہے۔ [illegible] قطرات منویہ مناسب موزوں [illegible] گرنے لگے ہیں۔ [illegible] نظر آ رہا ہے نہ کہ کوئی اللہ اکبر! اس [illegible]

[illegible] بن کے گئے میں [illegible] ڈال جائے۔

کی جہاں گیر اور ہمہ بیں نگاہ سے کوئی چیز اوجھل نہیں رہتی۔ ہر مقام
پر، اور ہر جگہ نہایت محنت و سختی سے کام ہو رہا ہے۔ کائنات کی یہ کارگاہ جلیل
ہیئت نشیب و فراز سے بچی رہی ہے۔ میزان و اعتدال سے چل رہی ہے۔ کہیں کوئی
خلل نہیں، تفاوت نہیں۔ بدنظمی نہیں، بے ہمی نہیں، تفاوت نہیں، فتور نہیں۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ	بار بار دیکھو، کیا تمہیں اس لامتناہی مصنوع
(ملک ۴)	خلق میں کوئی بدنظمی نظر آتی ہے؟

لامتناہی کائنات، تغیر کا اندازہ لگانے کے لئے کیا کوئی درس گاہ
ہو سکتی ہے؟ ان کے متعلق وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ کا ارشاد ہوا
تھا۔ آج کا انسان ایک قدم اور آگے بڑھ گیا ہے۔ وہاں انسانوں کی ایک جمعیت جمع
ہو رہی ہے جو یہ کہتی ہے کہ کائنات کی کوئی بھی سرانجام دینے کے بعد ہمیں آجاتی ہے، کوئی
نئی نہیں اور کوئی نیا درس حیات یہ کر نہیں آتی۔ کہتے ہیں یہ فرائض کسی حد تک آج
آسمانوں اور کہکشاں کی بنی نوع انسان سرانجام دے رہی ہیں۔ جہاں دنیا کے بڑے
سے بڑے مفکر کائنات کا درس لینے آتے ہیں:

ہر زمان از نو بیاموزد ز ما	تجربت آموزد و ما از وے ہنر
ما ز عشق سرمایہ ہا اندوختیم	ربط اوراق کتاب ما گسست
آن کہ از تیغش گلوئے لا الٰہ	آن کہ از خونش بروبد کائنات
آن مسلمان را جہانے ساختہ	درحرم صاحب حرم در خانہ (اقبال)

---

[۱] یہ ترجمہ ہمارے ان دوستوں کی خدمت میں نذر ہے جو آئے دن نئی نئی حقیقتیں
دریافت کرتے رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ ان کی یہی دریافتیں ہیں جنہوں نے ہمیں
نت نئی تجربہ گاہوں سے متعلق دل کی خیر منانے پر مجبور کر رکھا ہے۔ (مدیر البیان)

اشتراکِ مقصد قرآن حکیم میں مسلمانوں کو اُمّۃً وَّسَطًا۔ اعتدال پسند کہا گیا ہے ہم کئی طرح سے اُمّتِ وسطیٰ ہیں۔ ہم خلوم مغرب و ایشیا کو مشرق و مغرب کے درمیان رابطہ بننے۔ یہ بات نہ صرف تاریخ بلکہ ہمارے مذہبی و تہذیبی ورثہ کی خشک روحانیت کی تنقید کر رہے تھے۔ ہم نے ہمیشہ دین اور دنیا میں توازن پیدا کی جن طلائے طبیعی کو روحانیت کے بغیر ناقص سمجھتے تھے۔ ہم نے اپنے ذہن سے بھی ہم امتِ وسطیٰ ہیں۔ یعنی روحِ مسکون کے عین وسطی حصوں میں آباد ہیں۔ بہرحال الفاظ ہم اس چراغ کی طرح ہیں جو دستِ صبا میں جل رہا ہے۔ ہمارا مذہبی و تہذیبی فرض تھا کہ ہم دنیا کو علم و عرفان کی روشنیوں سے جگمگاتے اور اقوامِ عالم کی ہر دل کو تجلیاتِ معارف سے تیرہ کرتے، لیکن زمانہ بدلا کہ ہم اپنا گھر بھی دے بیٹھے ہیں۔ فرمائیے! اس قوم کا حشر کیا ہوگا:

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ۔ (بنی اسرائیل - ۷۲) جو لوگ یہاں اندھے ہیں، انہیں وہاں بھی اندھا ہی رکھا جائے گا۔

تمثیل ایک بادشاہ اپنے محل کو جواہرات سے سجاتا ہے، زمانہ کے بہترین فنکار لٹکائے ہوئے ہیں، بہترین پھلوں کے گلدستے سجے ہوئے ہیں۔ اور نہایت نفیس کا آخری کمال دکھایا جاتا ہے، پھر کیا منظر ہوگا۔ اگر اس کی بیٹی، بچوں، خادموں اور درباریوں میں اس زیبِ دجال کو پسند کرنے والے ہی نہ ہوں۔ اور ان

محل میں بیل کی طرح داخل ہو کر اس کی بھاوٹ سے غیر متاثر رہتے ہیں۔

یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ مَلِكُ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتِ نے تمام فلک کو کن فیکون سے آراستہ کر رکھا ہے۔ فرشِ زمین پر پھیلی کہ تیرہ مست انگیز رنگا رنگی ہے کائنات میں جہاں دیکھو کہیں خزاں آئی ہے اور کہیں اندیشۂ [illegible] ہونے کی نہیں بیٹھتی ہی نہیں۔ پھر بھی کہا ہے کہ صبح و شام آفتاب کی رنگینیوں میں کیا حسن ہے اور یہ سب کچھ کس لیے؟ یہ سب کچھ انسان کی اودی اودی گھٹاؤں میں کیف و مستی کا کیا کیف انگیز پیام دے رہی ہیں:

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ (صٰفّٰت) ہم نے آسمان کو حسین ستاروں سے سجا رکھا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ (حجر ۱۶) ہم نے آسمان کو کئی حصّوں میں بانٹ کر اسے اہلِ نظر کے لئے سجا دیا ہے۔

ہے کوئی نظر کا شناسا؟ ہے کوئی پسند کرنے والا؟ اور ہے کوئی دیکھنے والا؟

تمہارے لئے

اگر یہ دعوت ہے کہ قرآن کے اوّلین و آخرین مخاطب ہم ہی ہیں۔ تو پھر قرآن کیا کہتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

اللہ ہی جس نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں پانی برسا کر تمہارے لئے پھل پیدا کئے۔ سمندروں میں اپنے قانون سے تیرنے والے جہاز تمہارے قبضے میں دیئے۔ نہریں تمہارے لئے مسخر کیں۔ گھومنے والے آفتاب و ماہتاب پر

وَّاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (ابراہیم ۳۲)	تمہیں مکھن بنایا۔ اور لیل و نہار کا سلسلہ تمہارے بس میں کر دیا۔ نیز تمہیں سب کچھ دیا جس کی تمہیں تمنا تھی۔

اس آیت میں لَكُمْ (تمہارے لئے) کا لفظ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے ہیں اور مسلمانوں کے واسطے سے باقی عالم کو ملتی ہیں۔ اور یہ بھی اللہ ہی کی حکومت ہے۔ بادلوں کا ایک ہی ہیں۔ آبشاروں اور نہروں سے وہی لوگ بجلی پیدا کر دنیا کو روشنی و طاقت دے رہے ہیں۔ اور ہم بجلی کے بلب کو دیکھ کر صرف حیران ہوتے رہتے ہیں۔

یہ کیوں؟ اس لئے کہ

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ ۲۵۸)	اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

فرش زمین

اللہ نے زمین کو ہمارے لئے بستر بنایا ہے:

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (بقرہ ۲۲) اللہ نے زمین کو تمہارے لئے بستر بنایا۔

اور مقام حیرت ہے کہ ہم اپنے بستر کی ہیئت تک سے ناواقف ہیں۔ ہمیں یہ قطعاً معلوم نہیں کہ یہ زمین کن عناصر سے بنی ہے۔ کب بنی۔ کس بنیاد پر قائم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ خدا کی قدرت سے ہوا۔ لیکن کیا اس قدرت کا علم حاصل کرنا ہمارے فرائض میں شامل نہیں؟ اگر نہیں تو پھر ارشاد کے کیا معنی ہیں؟

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (طلاق ۱۲) یہ اس لئے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کل شے پر

وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ (مائدہ ۱۷، ۱۹) اور سارا کرۂ ارض۔

فولاد فولاد سے تیار شدہ اشیاء مثلاً جہازوں، طیاروں، ٹینکوں اور توپوں کی ہیبت سے آج دنیا لرز رہی ہے۔ وہ قومیں کس قدر طاقت ور ہیں جن کے ہاتھ میں استعمال فولاد کا علم ہے۔ اور وہ قومیں کس قدر ضعیف و زبوں ہیں جو اس علم سے بے گانہ ہیں۔ آج سے ۱۳۶۲ سال پہلے ایک اُمّی (فداہ ابی و امی) نے فاران کی چوٹیوں سے مسلمانانِ عالم کو یہ پیغام سُنایا تھا: کہ

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ (حدید ۲۵)	ہم نے فولاد اُتارا جس میں زبردست ہیبت اور دنیا کے لئے بے شمار فوائد ہیں۔

لیکن درود خوان مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہ دی اور ذلت و رسوائی کے چنگل میں دھکیل دیئے گئے۔ اگر آج ہمارے ہاتھ میں [illegible] فولاد کے استعمال سے آگاہ ہوتیں تو ان کا مجموعہ تخلیقی قوت (اور انحطاط مروج میں بدل جاتے۔

ان آیات کی مزید گل کاریاں بہ کثرت نظر آتی ہیں جو اس امر کی شاہد ہیں کہ قرآن تمام زمانوں کے لئے دستورِ ہدایت ہے۔ فی الحقیقت اسرار الٰہی علیہ السلام کا دیا ہوا پیغام رفعتِ عالی شان دستور العمل ہے جس پر کاربند ہونے کا لازمی نتیجہ زندگی قوی، خوش حالی، تنعم کی بہار اور تمکن فی الارض ہے۔

حلقۂ حم مرا زمزمۂ یاک سرا — آں کلیمے کہ ندارد سرِ فرعونے را

یہ امر قابلِ غور ہے کہ قرآن حکیم میں متعدد آیات جو [illegible] کے جواب میں [illegible] ہیں [illegible] ..... بسلسلۂ [illegible]

یُنْفِقُوْنَ (البقرہ ۲۱۹) وغیرہ اور مطالبۂ کفایت پر نہایت تاکیدی اوامر نازل ہوئے ہیں، جن سے امراض کی مزاحمتی قوتی دفعی باکمیت ہے۔

ایک تاریخی واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام مومیت المقدس کے پاس سے گذرے ہیں، جسے بخت نصر نباد کر چکا تھا اور سوچتے ہیں کہ کیا کبھی یہ شہر پھر آباد ہو سکتا ہے؟ اللہ نے انہیں سو سال موت دے دی اور پھر زندہ کر کے فرمایا:

فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ (بقرہ ۲۵۹) | اپنے طعام (انجیر) اور پینے کی چیز (دودھ) کی طرف دیکھ کہ سو سال کی لمبی مدت میں بھی کوئی چیز خراب نہیں ہوئی۔

دودھ اور انجیر کا اتنے عرصہ تک خراب نہ ہونا کوئی معجزہ نہیں، بلکہ آج ماہرین غذا کی اس پر غذا کو ریفریجریشن سے ڈبوں میں بند کرتے ہیں کہ سالہا سال تک خراب نہیں ہوتیں۔ اسی آیت کا متذکرہ ذیل ٹکڑا:

وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا۔ (بقرہ ۲۵۹) | اپنے گدھے پر غور کر اور ہم تجھے دنیا کے سامنے نمونہ بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں، ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ ہم کس طرح انہیں ترتیب سے کر کے پرگوشت چڑھاتے ہیں۔

یہ ہے وہ علم التشریح کی طرف کس قدر کی دعوت ہے جب عزیر علیہ السلام گدھے اور اس کی ہڈیوں کو دیکھ کر یہ کہہ اٹھے کہ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بقرہ ۲۵۹) تو یہ ہے اس کا اصل مفہوم۔

لہ اس قسم کی تاویلِ آیات اکثر مفسرین نے کی ہیں خصوصاً ان میں سے جو آزاد خیال ہیں۔ ہمارے نزدیک قرآن کی تشریح وہ ہے جو حضرت خواجہ احمد الدین مرحوم کے قلب پر منکشف ہوئی۔ جس کی تفسیر بیان القرآن ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

یہی وہ آیات ہیں جن سے [illegible] ہیں

إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا (انفال ۲)

جب ان کے سامنے آیات [illegible] تو ان کے ایمان [illegible]

آج [illegible] ہے اللہ کی [illegible] آیات [illegible] جاہل ہے بلکہ ان علوم کو [illegible] کی سزا بھگت رہے ہیں اور آئندہ [illegible]

لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (النور ۱)

ہم نے [illegible] نازل کی ہیں

ایک اشکال

حضرت ابراہیم علیہ السلام [illegible]

(بقیہ از صفحہ ۱) ... کی ہیں بیان کی ہے۔ [illegible] کی ہستی پر احیاء و ممات سے استدلال کرتے ہوئے [illegible] نہیں ہوتا تو [illegible] کی دلیل سے [illegible] کہا جاتا ہے [illegible] جیسا کہ [illegible] سے بھی احیاء و ممات کی کیفیت [illegible] خَلِيفَةً یعنی یہ قانونِ موت و حیات [illegible] کے [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] ... زعیم البیان)

ایک بزرگ نے خواب دیکھا تھا۔ آپ کی عرش سے نگاہ آسمان کے نوری کھلونوں کو
چیرتی ہوئی سموات والارض تک جا پہنچی اور آپ نے یہ روح افروز اعلان فرمایا کہ
اِنِّی لَاُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (میں غروب ہونے والے نہ ہوں پر عشق نہیں کرتا۔

یہ تھی پہلی ابتلائے خلیلؑ!

اگر تقلید بزرگ شیوۂ خوب
ہمیں ہم راہِ اجداد رفتے (اقبالؒ)

اس لئے فرمایا:

تربت اِنِّی ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (یعنی۔۔۔) اسے میرا رب میری ہدایت کا منتظر رکھا۔
پھر پہلا ستارہ ڈوبا تو کہنے لگا یہ میرا رب نہیں ہے۔ میں ڈوبنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔
پھر چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا
اگر میرا رب مجھے راہ نہ دکھائے تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں۔
پھر سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے۔ یہ سب سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو
اس نے پکار کر کہا کہ میں ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو۔
میں نے تو اپنا رخ یکسو ہو کر اس ذات کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے
اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

یہ تھا ابتلائے خلیلؑ کا مختصر سا خاکہ۔ آج ہم اس کی تفصیل دیکھیں گے
جو خود قرآن نے بیان فرمائی ہے۔ اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ
اس ابتلا کے نتائج کیا نکلے۔

کیے بغیر کوئی قوم چند گھنٹوں کے لئے بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

نظر | قرآن حکیم میں بار بار حکم دیا گیا ہے:

اُنْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یونس-۱۰۱) زمین و آسمان پر نظر ڈالو۔

آؤ دیکھیں کہ نظر کے معنی لغت میں کیا ہیں:

تو گویا ہمیں کائنات کو دیکھنا، اس پر سوچنا، غور کرنا اور اس کے تمام پہلوؤں کا معائنہ کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کا دیکھنا ان آنکھوں سے ہو سکتا ہے؟ جواب نفی میں ہے۔ اس لئے کہ آنکھ کا دائرہ بصارت انتہائی محدود ہے۔ اگر نظر کم زور ہو تو عینک استعمال کرنا پڑتی ہے۔ اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو آپریشن کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو قرآن نظر کا حکم دیا ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس حکم کی تعمیل بہتر سے بہتر طریق میں کریں اور تیز تر بصارت کے جس قدر وسائل مل سکیں، انہیں استعمال میں لائیں۔ آج دنیا میں بہترین آلاتِ بینائی ایجاد ہو چکے ہیں۔ جن سے تخلیق کے بہت سے نئے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ ان آلات کو بروئے کار لانا اور اُن سے استفادہ کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ایک مسلم کو حکم ہے کہ وہ نماز باجماعت ادا کرے۔ اب یہ مسلم کا فرض ہے کہ وہ جسم کو پاک کرے، صاف کپڑے پہنے، اور مسجد تک چل کر جائے۔ یہ خدا فرض نہیں کہ اس کے کپڑے دھو دئے، جوتے دھو کر دئے، اور نہ فرشتوں کو حکم ہے کہ جاؤ میرے پیارے بندے کو اٹھا کر مسجد میں پھینک آؤ۔ بعینہٖ اسی طرح

یہ معلوم کرنا فرض ہے کہ وہ کائنات کا مطالعہ کرنے کے لئے دستور نظر کیا ہے
کہ تاکہ اپنی منزل کا تعین کر سکے۔

قرآنی اشارے

قرآن کا یہ حکم فرض ہے۔ یہ فرض کی ہمیں کہ وہ اپنے آپ کو
آسمان اور زمین کی تخلیق اور اس میں حضرت کے تدبر پر آمادہ کرے
اور بالکل ہم قرآن کے احکام پر عمل کرنے کو مقصد نزول قرار دیتے ہیں۔
[illegible] فرض کفایہ ہے اور اکثر فقہاء ہر یہ فرض قرار دیتے ہیں۔

کیا قرآن میں سات سو چھپن آیات۔ مطالعہ کائنات کے متعلق موجود ہیں
تو پھر ہمارے علماء اور فقہاء ان آیات کائنات کی تشریح کیوں نہیں کرتے؟ ان
کی تحقیق کیوں نہیں کرتے؟ تفریحات اتفاق پر زور دے کر ان کی تحقیق کیوں نہیں
کرتے؟ یہ آیات ہمارے درسی نصاب میں کیوں نہیں ہیں؟

امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ جب سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
علوم کی بنیاد بنی ہے۔ اس وقت سے علماء کا یہ طبقہ جس نے دین کا علم حاصل
کیا اور اس کی تبلیغ کرنا ہے۔ اس طبقہ نے کائنات کے مطالعہ کا کام
[illegible] اگر ایک عالم کا پاؤں پھسل جائے تو آپ جانتے ہیں کہ
[illegible]

قرآن میں بار بار ذکر ہے کہ قوم کی اصلاح کے ذمہ دار کون ہیں؟

[illegible] یہ مولوی اور پیر قوم کا [illegible]

قَوْلِهٖ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (ابراہیم ۶-۱۴)	کیا نہ سے کیوں نہیں ہو سکتے؟ یہ لوگ بڑے بدکار ہیں۔

اصطلاح: جب کوئی فرقہ قوم کے لیے کسی پہلو میں خصوصیت ثابت ہو تو اسے اس کی یادگار باقی رکھنے کے لیے عمارات وغیرہ اس کے نام پر بنوانا، مثلاً ایجرسن کالج۔ اللہ کے ہاں حشرات و دواب اور شجار و احجار کو بھی اہمیت حاصل ہے کہ قرآن مجید کی بعض سورتیں ان کے نام منسوب کر دی گئی ہیں مثلاً نحل، نمل، انفال، شوریٰ، آیات ہیں۔ جنت میں بھی یہ شے دی جائے گی جنت ذوذنب کا ذکر ہے۔ ایمان و نفاق بھی ہے۔ جنت میں بھی کنکر ہیں، لیکن ان میں موتی کا نام بقرہ رکھا گیا۔ جنت میں بھی آگ ہے۔ پاکباز نہیں رکھا گیا۔

اس طرح بعض دیگر سورتوں کے نام ہیں۔

لغت: (جیونتی) نسل (لگن شدہ) عنکبوت، مکڑی، انسان و بشر، آدم، بشیر، نذیر، انسان، مائدہ، (دعا) الکہف (غار)، فیل (ہاتھی)، صافات، زخرف (آرائش تحریر و تصنیف)، الذکر (نصیحت)، انفطار (پھٹ جانا)، فرقان (جدا کرنے والا)، طارق (ستارہ شب یعنی ستارہ وغیرہ)، البلد (شہر)، شمس (سورج)، اللیل (رات)، الفجر (طلوع آفتاب کے وقت)

۸۔ نقوش سے مراد عادات، شاعری، موسیقی وغیرہ۔

گرہا کا کائنات کی ہر متنفس نباتات کی ایک دنیا پھول میں لیے دبکے بیٹھا ہے
ہر ذرہ ہر قدرت و جبروت کا ایک لازوال پیام ہے اور ہر تاثر و حیات
کی حیات انگیز داستان سنا رہا ہے لیکن افسوس کہ ہم ان آیات سے فائدہ
(یوحنا ۱۰۵) گذر جاتے ہیں۔

شاعر! ہمارے ہیں ایسے ریزہ دریافت نہیں ہوتے صرف انسان ہوتے
جاتے ہیں۔ آج ان شاعروں کو تنزل کے بعد ان کی عظمت کا
ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ ورڈزورتھ کی عظمت سے ایک دنیا آگاہ ہے جنہوں نے
پہلے پہل فطرت پر غور کیا اور فطرت کے حسن کو اپنی شاعری میں
(Common Objects) پیش کیا۔ ورڈزورتھ کہتا ہے کہ ہر وہ شاعر جو
فطرت کے قریب ہے اس کا کلام پائیدار ہوتا ہے
کہ اور طاقت ور ہوتا ہے۔ ہر وہ شاعر جو فطرت سے دور ہے اس کا کلام
بے جان ہو

شعاعیں ایک انچ بھر فضا میں سے وہ تمام شعاعیں گذر رہی ہیں جو باغ گھاس، عمارات اور سنس و تمر سے نکل کر ہر طرف پھیل رہی ہیں۔ اگر غور و بین سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس انچ بھر جگہ میں سے کروڑوں اجرام سماوی کی شعاعیں ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی گذر رہی ہیں۔ قطب ستارہ کی فقط دو شعاعیں آسمان کے ربع مسکون میں سے گذرتی ہیں، اور ایک انچ بھر فضائی مقام کے مقابلے میں ہمیں نظر آتا ہے۔

روشنی کی طاقت روشنی ایک مہیب طاقت ہے جو کرنوں کا زینہ لگا کر آسمان سے اتر رہی ہے، اگر ہم اس روشنی کو جمع کر سکیں جو ٹینس کے میدان پر صرف ایک دن میں پڑتی ہے، تو اس قوت سے دو سو گھوڑوں کی طاقت کا ایک انجن قیامت تک چلایا جا سکے۔

روشنی کی قیمت ہم اپنے کارخانوں اور گھروں میں بجلی سے کام لیتے ہیں، جس کا منبع اولین آفتاب ہے۔ یورپ کے ایک ماہر طبیعیات نے اندازہ لگایا ہے کہ تمام دنیا میں ہر سال صرف بجلی پیدا کرنے پر ۳۰ کروڑ روپیہ لاگت آتی ہے۔ دوسری طرف جو روشنی سورج سے صرف ایک دن میں زمین پر آتی ہے، اس کا وزن ۴۸۰ من ہے۔ بجلی کے حساب سے اس روشنی کی قیمت ..... ہوتی ہے۔ اللہ سبحانہ کا لطف عمیم دیکھو کہ ہم ایک پائی تک صرف کئے بغیر طاقت کے اس بے پناہ خزانے سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (رحمٰن) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے۔

علمائے مغرب کا خیال ہے کہ آفتاب تیس دس ارب سال تک اسی
روشنی دیتا رہے گا۔

گہوارۂ زمین ابتدا میں زمین ہموار تھی۔ اس پر ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اگر
آج زمین کو کھود کر دیکھا جائے تو ہر مقام پر تقریباً دس ہزار فٹ
گہرا پانی ملتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد زمین کا اندرونی حرارت سے بیشتر حصہ
اچھل کر باہر آگیا اور خشکی نظر آنے لگی۔ زلزلے کے علاوہ پانی کی تخلیق
و رطوبت اور طول زمان نے بھی سطح زمین کو ناہموار بنانے میں کافی حصہ لیا۔ زمین کا
ناہموار ہونا ایک الٰہی حکمت ہے ورنہ انسانی و حیوانی زندگی کا گہوارہ نہ بن سکتی۔
اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (۲۰/۵۳) اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمہارا گہوارہ بنایا۔

عادت البنیہ جاندار بھی، اور نباتات کو بھی، حیات کرتے ہیں تو رفتہ رفتہ
مٹ جاتے ہیں۔ نباتات میں بھی یہ سنت الٰہیہ جاری ہے۔ کچھ عرصہ بعد بیشتر
کیلے کی نسلیں ایسی تھیں جن کے بڑے بڑے بیج ہوا کرتے تھے جن کی مغز سے کیلا
پیدا کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ کیلے کی ایسی قسمیں نکالنے کا رواج ہو گیا جب تو رفتہ رفتہ
دیکھا کہ بیج استعمال نہیں کیا جاتا تو آہستہ آہستہ بیج کا خاتمہ ہی کر دیا۔ اور آج
کیلے میں بیج کا نشان تک نہیں۔ قدرت کا اٹل قانون ہے کہ ہر شے
اُن اقوام کو دنیا میں باقی رکھتی ہے جو مفید ہوں، اور غیر مفید اقوام کو کیڑے مکوڑے
کی طرح مٹا دیتی ہے۔
وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (۱۳/۱۷) انسان میں صرف اُن کو زندگی حاصل ہوتی ہے

[illegible] ۱۴-۱۵ [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"He who [illegible]

He not hear"

[illegible]

[illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

رحیم البیان)

(Electron) سے ہوئی۔ منفیوں کا اختلاط مثبت ذرّات برقیہ (Protons) سے ہوا۔ اور یہ مرکب عنصیہ (Neutron) کہلایا۔ چند عنصر جواہر (Atoms) بنے اور جواہر کا مجموعہ مالہ (Molecule) کہلایا۔ ہر مالہ بکلی کا ایک بڑا ساخزانہ ہے۔

نباتات میں عنصر مائی کی ترکیب خلیوں (Cells) سے ہوتی ہے۔ ہر خلیہ متقابلین اور مثابتوں کا ایک مرکب ہوتا ہے جس کو (Protoplasm) کہتے ہیں۔ یہ خلیہ کوئی مردہ چیز نہیں۔ بلکہ نہایت حساس، دیکھنے، سننے والا ہے جس کے مقابلے میں گھڑی، ہاتھ کی مشین انتہائی سادہ معلوم ہوتی ہے۔ ہوا، پانی کے ساتھ بدلنے کی حیرت انگیز استعداد رکھتا ہے۔

آغاز میں پڑے سمندر کے ساحل پر نمودار ہوئے تھے جب اُن کے پیچھے تو آندھیاں، پرندے، اور بارشیں نہیں تھیں۔ ہوا میں سرگئیں، جہاں ہوا نہ تھی کچھ مٹی پیدا ہوگئی، جو گلاب کا پودا کسی جنگل میں اگتا تھا اور اُسے ہر وقت کی غذا ملنے کا ڈر رہتا تھا، قدرت نے حفاظت کی خاطر اس کے ساتھ بہت زیادہ کانٹے لگا دیئے اور جو گلاب کسی باغ میں اُگتا تھا جہاں کہ اس کو اچھی زمین اور پانی کی حفاظت پر مقرر تھا، اس کے کانٹے کر دیئے گئے۔ جنگل اور باغ پودے میں بلا فرق نشوونما کی خواہش دیکھی گئی۔ باغ میں پودے مالی اور نگہداشت کی خواہش سے کبھی متاثر ہوکر زیادہ خوشنما اور نازک بن گئے۔

شروع کتاب ہے کہ میں نے اپنے باغ کے ایک کونے میں ہی کا ایک چھوٹا

جس کے کنارے کچھ سفیدی مائل تھے۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ پھول بالکل سفید ہوجاتے۔ اگلے سال یہ پھول زیادہ سفید ہوگئے اور چند سال کے بعد بالکل سفید۔

نباتات کی ذاتِ جدید کو بنانے والے یہ ذہین اختراع آلات (جن کے بغیر آنکھ سے اوجھل پانی میں تیرنے کے کام آتی ہے) خلیے بھیڑیے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اسی طرح مچھلی کو پانی میں تیرنے کی آلات کی ضرورت تھی، وہ سب خدا بنائے۔ یہاں تک اس ہوا کے کہا یہ سب کچھ کسی قوت نادیدہ کی تخلیق ہے کہ کائنات کی [illegible] کے لئے کوئی دانا ہستی ضرور ہے اور یہ [illegible] حیات انگیز نظام خدا کا ہے کہ [illegible] کی بصیرت افروز [illegible] محض اتفاق سے ظاہر ہوئے ہیں کہ [illegible] ہاتھ اور دل کی [illegible] ہیں۔ مگر [illegible] کہ [illegible]

"The idea of Mind behind and Mind within seems as rational and working hypothesis as any."

"بہ خیال کہ ایک ذہانت کائنات کے اندر اور باہر ضرور ہے ایک معقول اور کارآمد مفروضہ ہے"

مقالہ آفرینش

زمین پر اور آسمان پر جو کچھ ہے لاکھوں صدیاں صرف ہوئی ہیں ایک سادہ و خفیہ قوت کا کائنات [illegible]

تخلیق نے اس کی کوئی نظیر نہیں دیکھی۔ وہ ہر لحظہ نئی نئی انسان کی ایجادگر شتہ تاریخ کا آخری اور مکمل باب تھا۔ (ق) ایسے لوگ آئیں گے جن کی تمہید ہم ہیں۔ خدا جانے یہ کہاں جا رہی ہے۔ آج سے دس لاکھ سال بعد کیسے انسان آئیں گے، ان کے دماغ کس قدر بلند ہوں گے، کوئی نہیں بتلا سکتا۔ برنارڈ شا کہتا ہے کہ کئی لاکھ سال بعد انسان عین ممکن ہے کہ پر نکال کر اڑنے لگے اور ہوا میں اپنے مکان بنا لے۔ ہزاروں برس بعد ہماری یہ ساری ایجادیں اور ہمارے یہ ہوائی جہاز اور موٹریں بچوں کے کھلونے سمجھی جائیں گی۔ ہمارے یہ ریل اور تار اور ٹیلیفون اور ریڈیو اور ایٹم بم اور

یہ ہوتا ہے اللہ علیہ وسلم (نساء ۱۰) اس کی گذشتہ نافرمانیوں کو نظر انداز فرما دیتا ہے۔

اشراقات

اگر میرا کسی سے کہنا ہو کہ مرغی کا کون سا حصہ بکنے کے بازار میں آتا ہے تو آسمان تلے ہر شخص بلا تامل یہی جواب دے گا کہ مرغی کا گوشت بکتا ہے۔ مرغی کے پر، پوٹے، آنتیں، کلیجی، پوٹا، سر، پائے، کون خریدتا ہے۔ ان کا کیا مصرف ہے۔ کباب، پلاؤ، قورمہ، بریانی، سالن، شوربہ سے جن کے نام سے ہی ذائقہ کی حس تحریک پاتی ہے۔ ان کے لئے گوشت کا ہونا ضروری ہے۔ آنتیں، پوٹے، پر، پائے، سر، کلیجی، پوٹا کا کیا مصرف ہے۔ ان کا کیا ذائقہ ہے۔ ان کا کیا مزہ ہے۔ ان کا کیا لطف ہے۔ ان کا کیا فائدہ ہے۔

"The ancient Indian mind, with its power of analysis and its love of detail, was ever ready to welcome and enrich every branch of knowledge, encouraged by the religious motive which gave unity to all its activities and faith which never knew fear."

"کائنات پر ایک نہ برداشت دماغی حکومت کر رہا ہے۔ اور اس سبب سے نہیں کہ وہ ماخذ دریافت نہیں کیا ہے، یا منظور کا، مناظر کا یا ان سب کا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ہماری حیات کو پُر معنی بناتی ہے، اُمیدوں کو ابھارتی ہے، اور جہاں علم کی روشنی نہ پہنچ سکے، وہاں ہر مسئلہ کو اور زیادہ مشکوک کرتی ہے۔"

یہی سنگر ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"He who can no longer pause to wonder and stand rapt in awe is as good as dead and his eyes are closed."

"وہ انسان جو کائنات پر اظہار تعجب کرنے کے لئے نہیں ٹھہر سکتا اور جس پر خشیت و تحیر کی کیفیت طاری نہیں ہوتی، وہ مردہ ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں۔"

آئن سٹائن کا یہ قول آیت زیل کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے:

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ وَّاَنْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (اعراف ۱۸۵)

کیا یہ لوگ آسمان اور زمین کی بادشاہت اور جو چیز اللہ نے پیدا کی ہے اس پر غور نہیں کرتے اور اس بات پر کہ شاید ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہو۔

ہمارے بعض اہل علم نے اس سلسلے میں یہ بات کہی ہے کہ ایک انسان جو کائنات کے اسرار و رموز پر غور کرتا ہے اس کے دل میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ کی عظمت و کبریائی کا قائل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اللہ کی عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے۔

کیا ہی عجیب منظر کی خالق ہے ہستی جس نے کشمیر کے حسین وجمیل خطے کو
اپنی صناعی کا مظہر بنایا، یہ پھولوں کی رنگینیاں، یہ سبزہ زاروں کے نشے،
پہاڑوں کی بلندیاں، وادیوں کی طراوتیں، دنیائے رنگ وبو کی نیرنگیاں۔

وہ صانع حسن فطرت کی یہ جنت دنیا میں بنا کر ہمیں ایک ہولناک جہان
کی طرف دوسری طرف شب بتاب میں کبھی خاموش، تنہا اور آسودہ جھیل کی
مانند کہ جس قدر دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ساحل پر وہ نیلے نیلے، اودے اودے
پہاڑ، سبزہ زاروں میں لپٹی ہوئی سادہ سی کٹیا، سطح آب پر سویا ہوا سکون، کبھی
کبھی بیڑا لیے اور گاتے ہوئے ملاح، آہ! یہ منظر کتنا حسین، کس قدر مست کر دینے
والا ہے۔ آہ! یہ الفاظ کس قدر ہیچ ہیں کہ فطرت کی بہاروں میں گم ہوئے ہیں!
کس قدر ظرف تنگ ہے ان کا!

"When we stand and gaze upon the scene before us we grow to be a part of it. Something in it communicates with something in us. The communion brings us joy and joy brings exhilaration."

کیا ہی بلند خیال ہے یہ جو کہہ رہا ہے کہ جب ہم فطرت کے حسین مناظر کو دیکھتے ہیں تو گویا ہم ان مناظر کا ایک جزو بن جاتے ہیں۔ ان
میں اور ہم میں کچھ نہ کچھ ربط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ربط ہمیں مسرت سے ہمکنار کرتا ہے اور یہ مسرت ہمیں شادمانی
بخشتی ہے۔ اور یہ شادمانی ہمارے دل میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔

خیز و برا کن و بیدا محمد را وان مخزن اسرار علم را

غایت تو سیمیے ذات مطلق است امکان ممکنات مسلم است (قبال)

حرف اول: آفتاب ہدایت لانکین گنبد بیضا پر جب اپنی نورانی شعاعیں ڈالتا ہے تو نہایت تیزی سے ظلمت کافور ہوتی جاتی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیات بینات جب کسی دل پر اپنا پرتو ڈالتی ہیں تو اس کی ظلمت کافور ہو جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ نور ہدایت کی ضیا پاشیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ قرآن مجید کی ان ہی وسیع و عریض مخزن میں صدہا نشیب و فراز ہیں۔ کتنی بڑی گہرائی اور کتنی بلندی ہے! وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل ۷۰) ہم نے انسان کو شرف کرامت بخشا۔

انسان کی بلندی کا کس قدر دلچسپ انداز بیان ہے کہ

پہلا نقش ایک ہی نقطہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد انسان کی تکمیل کے مختلف مدارج ہیں۔ جو انسان کی ترقی کے مختلف مراحل ہیں۔

کہتر بہ قیمت بہتر

جو اس کی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے لگتا ہے۔

راجوانت ۱۸۷

ہیں۔

کہ ہر قدم پر آئین نبوت کی پابندی ہے۔ باقی تمام کائنات بے شعور کی

کیا ہوئی ہے۔ اور انسان:

وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ (النجم ۴۳) تاریخ علم و عمل کا ایک

لات نقش واحد کی ایک اور تفسیر اور اس کی آئندہ آئے گی۔ مرتب

کیا یہ محض حسن اتفاق ہے؟ ہماری زمین آفتاب سے نکلی تھی، اس لئے اسی برقیوں کا منبع بھی آفتاب ہے۔ سورج سے نکلے ہوئے یہ ذرات آج طیور و حوش اور لالہ و گل کی صورت اختیار کئے ہوئے ہیں، سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان شعلوں کو یہ شکل کس نے دی؟ کیا یہ سب کچھ اتفاقاً ہو گیا؟ ہم مانتے ہیں کہ دنیا میں اتفاق بھی کوئی چیز ہے۔ لیکن اتفاقات یا مواقع اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی۔ پھر یہ کیوں ہے کہ تخلیق کائنات میں تمام اچھے مواقع استعمال کئے گئے اور برے اتفاقات کو چھوا تک نہیں گیا؟ اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ کوئی نگراں آنکھ اور کوئی زبردست دماغ مصروف عمل ہے، جو تمام اچھے مواقع مہیا کر رہا ہے اور تخریبی مواقع سے بچ رہا ہے۔ تخلیق و تکوین کے یہی ایمان افروز مضمرات ہیں جن پر غور کرنے کے بعد برونسر ویبر میکر آرڈ نے کہا تھا۔

"Can anyone seriously suggest that this directing and regulating power originated in chance encounters of atoms: can the stream rise higher than the fountain?"

کیا کوئی شخص سنجیدگی سے یہ خیال کر سکتا ہے کہ کائنات میں یہ نظم و ہدایت اپنے منبع سے مرتفع تر سطح پر بہہ سکے؟

فَسَبْحَانَ الَّذِیْ اَخْلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْسَنَ (مومنون) آفرینش کائنات سے ہم غافل نہیں تھے۔

نقطۂ تحریر آم کی گٹھلی ایک چھوٹا سا صندوق یا فریم ہے جس میں آم کے درخت کا

گئی خاکہ، نقشہ پتوں، ٹہنیوں اور پھل سمیت موجود ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا آم جو بیج میں موجود ہے، زمین، ہوا اور آفتاب سے غذا و حرارت حاصل کرنے کے بعد بڑا درخت بن جاتا ہے۔ یہ گٹھلی اس نقشے کے طرح ہے جو انجینیر تعمیر عمارات سے پہلے تیار کرتا ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین پر جب آم آگیا تو نقشہ کہاں تھا؟ جواب یہ ہے کہ خالق کے دماغ میں:

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (سبا-۳)

ذرہ یا ذرے سے کم یا بڑی کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو۔

تمام کائنات پر ایک غیر محسوس طاقت کا اثر

ہر چیز کا یہ طاقت غیر مرئی کرشمہ ہے۔ مثال یوں ہے کہ ہم ریڈیو پر دس ہزار میل سے کوئی تقریر یا ڈرامہ سنتے ہیں اور کہتے ہیں متاثر ہو کر رو دیتے ہیں۔ مقرر دس ہزار میل دور ہے اور ہم تک اس کی آواز ایتھر کی بدولت پہنچ رہی ہے۔ الفاظ بیگ ہم ایتھر سے متاثر ہو رہے ہیں۔ ایتھر کیا طاقت ہے۔ اس کا ایک مثال یہ ہے کہ آپ سیب درخت سے نیچے گرتے ہوئے تو محسوس طاقت کو کرشمہ زمین کی طرف آتا ہے دیکھا آپ نے کہ سیب کو اس زمین سے ایک غیر مرئی طاقت کا کتنا زبردست اثر ہے۔ اسی طرح کی ایک طاقت تمام کائنات میں سرگرم عمل ہے جسے اللہ کہا جاتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ (زخرف-۸۴) اللہ کا تخت سارے آسمان و زمین

جس طرح ہندوستان کے تمام دشت و جبل، باغ و راغ اور انسانی جسم ان کو ہندوستان کہا جاتا ہے اور انسان ہندوستان کا راجا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح [illegible] کہنے بات خدا تعالیٰ کی مخلوقات کی ہے، اسی طرح کائنات کی [illegible]

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ (۱۶/۴۰) یہ اس ایک چیز کی [illegible]

[illegible] کے [illegible] کائنات کی تمام [illegible]

"The more we know the more we find there is to know. The further we go, the greater is our joy. The deeper we penetrate the higher is our exaltation. So on and on we shall go, layman and scientists alike we shall never stop, because there is too great

"[illegible] ہم جانتے ہیں، اس کی [illegible] ہم دیکھتے ہیں، ہماری [illegible] ہے۔ ہم جب [illegible] ہیں، جس میں [illegible] پڑھتے ہوئے [illegible] اسی لئے کہ شاہد کائنات کی تجلیاں [illegible]

[illegible]

وحدتِ کائنات پر فرانسس تھامپسن کا خیال ملاحظہ ہو:-

"All things by imnoral power neat and far.
Hiddenly to each other tinked are.
That thou can not stir a flower.
Without trembling of a star."

تمام قریب و بعید اشیاء کو ایک لازوال طاقت نے ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہے۔ جب تم پھول کو ہلاؤ گے تو دفعتہً ستاروں میں ایک ستارہ کانپ اٹھے گا۔

حقیقت ایسا ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نوری
ایک خرمن کے ہیں سب، آدمی کا دل کہ پرِ کاہ (اقبال)

انسان اگر اپنے ارد گرد اس سے بہتر مضمون کوئی اور پا نہ سکے گا۔ یہ وہ نظر ہے جس نے ان انسانوں کو سپرد قلم کرنے کا جن کی زندگیاں ان کی اپنی کی نہ تھیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو الفاظ الٰہی بنا دیا۔ ہر ذرے میں آفتاب کا تماشا کیا، ہر قطرے میں اس کی صناعیاں عیاں دیکھیں اور بتا گئے کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ کیا ایسے صاحبِ دل، روشن دماغ اور بابصیرت آنکھیں تجلیاتِ ربانی سے خیرہ ہو گئیں جن کے کان کائنات کے ذرے ذرے کی تسبیح سنتے ہیں، اور جن کے دل محبت کے نشے میں سرشار ہو کر رقص کرتے ہیں اور جن کی نگاہیں تجلیات کی منتظر رہتی ہیں۔ جن کے کان جگر تپ کے زمزموں سے محروم ہو جائیں وہ ہم و ادراک سے کوسوں دور ہیں۔ اللہ کے محبوب اور جنت کے مستحق!

حسن بصری: بلال از حبش، صہیب از روم

زخاکِ مکّہ ابوجہل، ایں چہ بوالعجبی است (اقبال)

اگر یہ درست ہے کہ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد ہی
نزولِ آیت ہوا ہے۔ اور کچھ سورتیں اور آیتیں مدینہ ہجرت
اور دشمنِ خدا کے نازل ہونے کی ہیں؟

..... خُذْ بِيَدِهِ ثُمَّ اجْتَذِبْهُ إِلَيْكَ ... کہتے ہیں کہ اس کے بیٹے اور رشتے
فَلْيَفْعَلْ بِكُمْ مَا شَاءَ فَوَكَزَهُ ... اُن سے یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ
(زادہ ۱۸) ... اپنے باپ کی اچھی گفتگو کریں گے؟

... کی اس نے مدد اور پوشش کی دنیا کے انسان کی تخلیق ہی کیا
... ایک تیز اور سیر اسے ...
... ہے ...
... ایک ہزار ...

"What is man that Thou art mindful of him
and the son of man that Thou visitest him?"

جب ان کا تذکرہ عجیب آسمانوں، ستاروں اور کتاب پر آئے
جن کی تخلیق سے ہم بیخبر ہیں تو کیا خیال آتا ہے؟

یہ انسان کیا چیز ہے جس کی سمجھ اس قدر فکر ہے کہ ابن آدم کو قدرت کی بوقلمونی
لطف اور دلکشی سے باہر قدم نکالنے پر پروفیسر ڈیوڈ فریسر نے اللہ جانے
انسانی بدن میں الٰہی تخلیق کی کیا شے دیکھ کر کہہ دیا تھا کہ:

"Our minds are overwhelmed by immensity and majesty of Nature."

"عجیب فطرت کی بہت کن وارفتگی عظمت سے دل نہال جاتا ہے"

یہی شیدائی فطرت ایک اور مقام پر کہتا ہے:

"We hardly know which to admire the more, the Mind that arranged Nature or the mind which interpreted it."

"ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کس کی زیادہ تعریف کریں اس ذات کی جس نے
فطرت کو آراستہ کیا، یا اس دماغ کی جس نے فطرت کی توجیہ کی"

انسان کا ذہن جب بھی ایک حقیر ذرۂ فطرت پر غور کرتا ہے تو اس کی
[illegible] ہیں۔ لیکن جوں جوں وہ ایک چیز دوسری چیز سے
[illegible] جوں جوں وہ کائنات و فطرت کی لامتناہی انواع و اقسام کی
[illegible] سوچتا ہے تو عالم حیرت میں کھو جاتا ہے کہ اس نے مصور فطرت کی
[illegible] کیا کیا نہ دلآویز اور دلپسند اشیاء خلق کی ہیں۔

"Each particular implies God Almighty has"

"ربِّ ذوالجلال کس قدر حیرت انگیز تخیل کا مالک ہے"

یہ حسین دنیا ایک نگارستان ہے جس میں نظر فریب نقوش و نگار یہ تبت ہیں
بنی ہوئی ہیں۔ ایک البم ہے جس کا ہر شاہکار لاجواب ہے۔ ایک دیوان ہے جس کا ہر شعر
کیف انگیز و بہار آفریں ہے۔ یہ وہ حسین استعارے ہیں کہ پڑھنے کے بعد سر چڑھ کر بولتے ہیں۔

"The universe looks more like a great thought than a great machine."

"یہ کائنات کوئی مشین نہیں۔ بلکہ کسی شاعر کا بردست تخیل معلوم ہوتی ہے"

فطرت کی لا انتہائیت پر علامہ پسکل کا قول ملاحظہ ہو!

"The universe is a circle whose centre is every where, and circumference is now here."

"یہ کائنات ایک دائرے کی طرح ہے جس کا مرکز تو ہر جگہ نظر آتا ہے۔ لیکن
خط محیط کہیں نہیں ملتا"

توازن ہماری زمین کی دو حرکتیں ہیں۔ ایک اپنے گرد اور دوسری سورج
کے گرد۔ زمین ایک گھنٹے میں کئی ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے
ہے۔ لیکن توازن کا یہ عالم ہے کہ کبھی کوئی بچہ لڑھک میں نہیں آتا۔ نہ کبھی ان
حرکت انگیز اور توازن کی دیکھ کر

"The trembling universe must have been balanced with unthinkable precision."

"اس کانپتی ہوئی کائنات میں ایک وقیع اور وراء الوراء کی صناعی

عدل و توازن پیدا کیا گیا ہے۔"

واقعہ ایک دفعہ سر ڈیوڈ بروسٹر تجربہ گاہ میں قطرۂ آبی کا مطالعہ کر رہے تھے کہ انھیں معلوم ہوا کہ پانی کے ہر جوہر Atom کی ترکیب گھڑی کی مشین سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ آپ پر ایک وجد سا طاری ہو گیا اور فرطِ حیرت میں بول اُٹھے:

"Oh God! How marvellous are Thy works."

"او رب! تیرے کام کس قدر حیرت انگیز ہیں۔"

سچ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر ۲۸) اللہ سے صرف علمائے فطرت ہی ڈرتے ہیں۔

یک رنگی کائنات کائنات میں کئی طرح سے یک رنگی ہے۔

۱۔ ماحول سے تطابق عالم گیر ہے۔ سرد ممالک میں جانوروں کے لمبے بال، گرم خطوں میں کالا رنگ۔ حفاظت کے لیے خرگوش اور ہرن وغیرہ کا ہم رنگ زمین ہونا۔ مچھلی کے آلاتِ شناوری اور پرندے کے پر اس عالم گیر اصول کی تطبیق کر رہے ہیں۔ جو حیوانات ماحول کے مطابق نہیں چل سکتے، انھیں اسی طرح میٹ دیا جاتا ہے جس طرح مسلمان کو جو معاش کی دنیا میں رہ کر اوراد و وظائف اور پرستش و نماز تمام زور صرف کر رہا ہے۔

۲۔ ہر چیز کی تکوین ذرات برقی (منفی) سے ہوئی۔

۳۔ دنیا میں باہمی احتیاج عالم گیر ہے۔ اگر مختلف نمک اور بیکٹیریا موجود نہ ہوں تو نباتات فنا ہو جائیں۔ اور اگر نباتات نہ ہوں تو حیوانات ختم ہو جائیں۔

۴۔ یک رنگی کا کمال دیکھیے کہ ہر دل ایک منٹ میں ۷۰، ۷۲ دفعہ دھڑکتا ہے

ہر کیپیٹلزم ایک دقیقے میں ۱۶ سے ۱۷ دفعہ سانس لیتا ہے۔ پانی کی سطح ہر جگہ برابر ہے۔ ہوا ہر مقام پہ پانی سے ہلکی ہے۔ بکری کے پیٹ سے ہر جگہ مکری ہی پیدا ہوتی ہے۔ انہی عناصر بہار و خزاں، موت و حیات اور گردش نجوم و شمس و غیرہ میں ایک زبردست تناسب حیرت انگیز ہم آہنگی اور ایک ایمان افروز یکسانیت پائی جاتی ہے:

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝

(ملک - ۳)

الٰہی تخلیق میں تمہیں کہیں عدم تناسب یا فقدان ہم آہنگی نظر نہیں آئے گا۔ بار بار دیکھ لیا تمہیں کوئی کمی نظر آتی ہے؟

اس آیت کی بہترین تفسیر مغرب کے ایک عالم فطرت کی زبانی سنئے:

"One plan, many variations, one design many modifications, one truth many versions."

"یہ کائنات کیا ہے؟ ایک نظام ہے جس کے مختلف پہلو ہیں، ایک نمونے ہیں، خوش گوار اختلاف ہے۔ اور ایک صداقت ہے جس کی کئی تعبیریں ہیں۔"

سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے تئیں خراج تحسین کیونکر ادا کروں:

"The very law which makes a tear and bids it trickle from its source, that law preserves the Earth and guides the planets in their course."

"اللہ کی وہ مشیت جو قطرے کو آنسو بنا کر آنکھ سے ٹپکا دیتی ہے، وہی مشیت زمین کو فضا میں تھامے ہوئے ہے۔ اور ستاروں کی ان کی معینہ گزرگاہوں

پر حیرت ہوتے ہیں کہ کس کی
ادنیٰ و اعلیٰ کی آپس میں تعریف کریں۔ کیونکہ ایک
کی شرمندگی سے نظر آتی ہے، مگر دوسرے کی "فن" کیا ہے کہ کائنات
کا شیشہ انجینئر دیوانہ فطرت ازل کی بلا کا ماہر ہے؟

(دی ٹائمز)

سوئل را بزرگ ہستی

"We are at loss to know which to admire the more the mathematical accuracy of the universe or the beauty of its design."

ریختہ

بنگلہ اکادمی کیا ہے؟

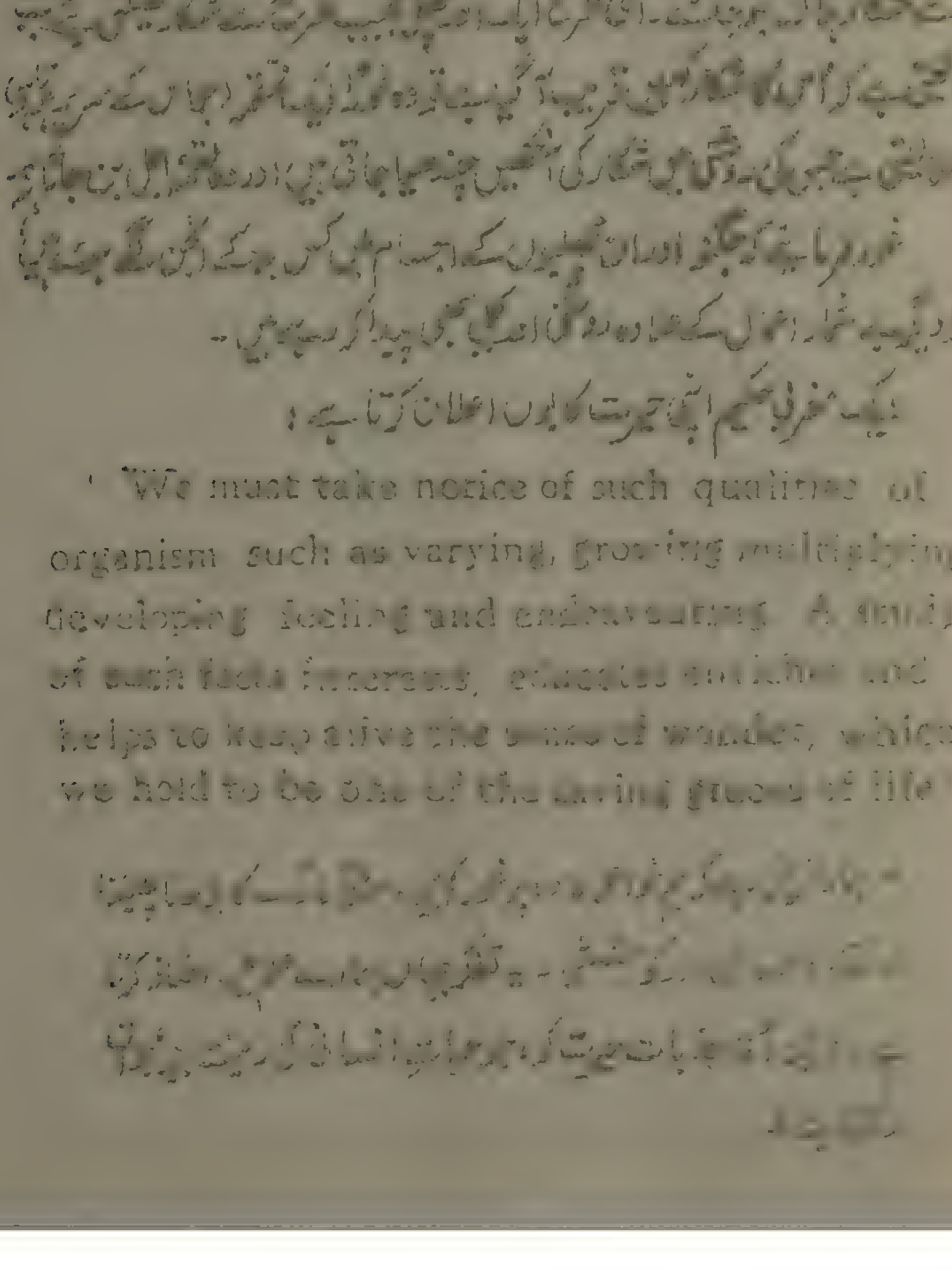

ایک خبر جو ہم آپ کو حیرت کا یوں اعلان کرتا ہے!

'We must take notice of such qualities of organism such as varying, growing, multiplying, developing feeling and endeavouring. A study of such traits increases curiosity and helps to keep alive the sense of wonder, which we hold to be one of the saving graces of life.'

[illegible]

[illegible] ایک [illegible] ہے [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

ظرف جمادات اور حیوانات کی بے انتہا نعمتیں ہمارے لئے بہ دستور رازِ سربستہ ہیں۔ یہ ممکن انسان صرف اُس وقت بن گئے جب کائنات کی ہر چیز کو مسخر کرکے استعمال کر رہے ہوں گے جب کانیں، پہاڑ، گھاس، پانی، پودے، پتے ذرّے، ذرّے، قطرے کے مقصد تخلیق سے آشنا ہو چکے ہوں گے۔ اور جب ہماری تمام تر توجہ تجربہ کی بجائے مشاہدہ اور تجزیہ و تشریح کی طرف ہے۔ ہمارے سامنے کائنات کی ہر چیز کے متعلق بے شمار کتب تصنیف ہو چکی تھیں۔ وہ گھڑیاں بنا رہا تھا، انجن چلانے کی کوشش کر رہا تھا زمین کو ناپ رہا تھا اور زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ معلوم کر رہا تھا لیکن اُس کے پاس سامان موجود نہیں، خالی گھر گوؤں کا ہجوم ہے، بیرہنوں کی بھیڑ ہے، زرد خانہ

[illegible]

"Open Thou mine eyes that I may behold wonders of Thy creation."

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نہ تھا کو مستقبل کہا تھا۔

۱۔ ہرکلائڈیس (Heraclides) (۳۷۰ ق م) پہلا شخص جس نے تسلیم کیا کہ حرکت زمین کی ایک کرہ کی ایک گھومتی ہوئی گیند کی حرکت ہوتی ہے۔

۲۔ ارسٹارکس (Aristarchus) نے زمین کی حرکت کو تسلیم کیا تھا اور آفتاب کو ساکن قرار دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ زمین اور دوسرے سیارے آفتاب کے گرد گھومتے ہیں۔

۳۔ ہپرکس (Hipparchus) نے سورج کی [illegible] کا نظریہ پیش کیا۔

۴۔ ہیرو (Hero) نے [illegible] کا نظریہ پیش کیا۔

۵۔ ڈیموکریٹس (Democritus) [illegible] کا نظریہ پیش کیا۔

۶۔ [illegible] (Lucretius) نے [illegible] کا نظریہ پیش کیا۔

۷۔ [illegible] (Nicolaus) نے [illegible] کا نظریہ پیش کیا۔

۸۔ کوپرنیکس (Copernicus) نے آفتاب کو مرکز العالم تسلیم کیا اور کہا کہ زمین اور دوسرے سیارے آفتاب کے گرد گھومتے ہیں اور زمین کی حرکت کی وجہ سے آفتاب کا طلوع و غروب ہوتا ہے۔

باب (۳)

پہاڑ، نباتات

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۔ (انعام - ۱۰۱)

اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر ہر قسم کے نباتات اگائے۔ سبز رنگ پودے سے کر کے زمین سے خوشے نکالے جن کے دانے گچھوں کے نیچے لگتے ہیں جن تک تمہاری رسائی ہو سکتی ہے اور مختلف اقسام کے انگور، زیتون اور انار کے باغ پیدا کیے جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور پھر ان نباتات کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل دیتے ہیں اور پکتے ہیں۔ ان نباتات میں اہل ایمان کے لیے معجزات و اسباق موجود ہیں۔

(پھر آیت میں ان نباتات کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ ..... (ان نباتات میں اہل ایمان کے لئے کچھ اسباق و عجائبات موجود ہیں) اس لیے ضروری ہے کہ ہم نباتات و زراعت پر غور کریں۔

زمین اور نباتات | جس طرح جانور گھاس کو کھاتے ہیں اسی طرح انسان زمین کی

بکٹیریا کی تعداد ہوتی ہے جن کے اعمال میں کثرت سے اختلافات ہوتے ہیں۔ ایک ہی نباتات کے مختلف حصوں میں ان کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ بکٹیریا کی تعداد ہوتی ہے۔ بکٹیریا کی تعداد ہوتی ہے۔

بکٹیریا کی تعداد

نام	تعداد فی گرام	وزن فی گرام
بکٹیریا	۱۳,۰۰۰,۰۰۰	۰٫۰۰۰

فَلَا تَنْهَرْ فَيَنْهَرُوْنَ (والضحیٰ ۹۳:۱۰) : روک کر تمہاری لہلہاتی ہوئی کھیتیوں کو برباد کر کے رکھ دیں۔

کھاد جہاں پودوں کی غذا ہے، وہاں ان خورد بینی حیوانات کے لیے بھی مدار حیات ہے۔ تاکہ ہر سو ایکڑ کے بارہ سو مزدور پودے انہاک اور دل جمعی کے ساتھ کام میں مصروف رہیں حیوانی فضلہ پیشاب پودوں کی بہترین غذا ہے۔ لیکن یہ چیز بیکار ضائع ہو جاتی ہیں۔ کچھ جلا دی جاتی ہیں اور کچھ نالیوں میں بہہ جاتی ہیں۔ اگر ہمیں نائٹروجن کی کوئی ایسی کان مل جائے جس میں نائٹروجن کبھی موجود ہو تو ہماری زمینیں بہت زرخیز بن جائیں لیکن مشکل یہ ہے کہ نائٹروجن ایک وحشی عنصر ہے جو کسی دوسرے عنصر سے آمیزش پسند نہیں کرتا۔ کوئلے کی اٹھ آئیس میں صرف ایک فی صد نائٹروجن ہوا کرتی ہے۔

جنوبی امریکہ کے ساحل پر دریائی پرندوں کے پر کثرت سے جھڑتے ہیں اور کئی بار ان کی تہہ کئی فٹ موٹی ہو جاتی ہے۔ ان پروں میں نائٹروجن کی بہترین کان سمجھا جاتا ہے۔ ان پروں سے اب تک تقریباً دس کروڑ ٹن کھاد استخراج کی جا چکی ہے۔ ہوا میں بے شمار نائٹروجن موجود ہے۔ ایک اندازہ یہ ہے کہ زمین کے ہر مربع میل پر دو کروڑ ٹن نائٹروجن طبقے ہے۔ لیکن اب تک ہمارا علم بہت ناقص تھا اور اس وسیع خزانے سے کماحقہ استفادہ کرنے کے لیے ہم کسی طرح کے آلات ایجاد نہیں کر سکے۔

جب بادلوں میں بجلی چمکتی ہے تو ہوا کی آکسیجن نائٹروجن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ۱۹۰۱ء میں پروفیسر برکلینڈ (Mr. Corenish) نے ثابت کیا تھا کہ اگر ہوا اور آکسیجن کو برقی پیمانہ نائٹروجن میں ملایا جائے تو کچھ مقدار کھاد کی بن سکتی ہے۔ نائٹروجن کی یہ مقدار کھاد کے لیے ناکافی ہے۔ صنعتیات کی ضرورت کے لیے دیگر الفاظ میں گولیوں

ہیں۔ بجلی کا ہر تبسم انسان و نبات کے لیے پیام حیات ہوتا ہے۔

آج کل بہت سی بیماریوں کا علاج بجلی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ لاہور اور دیگر بڑے شہروں میں کئی ہسپتال موجود ہیں۔ انسانی بدن کی طرح زمین بھی کئی امراض کا شکار رہتی ہے۔ آسمانی بجلی زمین کے ان تمام روگوں کا واحد علاج ہے۔ جب بجلی کی لہر بادلوں سے گزر کر زمین کو چھوتی ہے تو مُردہ زمین کی نس نس میں عناصر حیات بیدار ہو جاتے ہیں اور یہ بھی دلہن کی طرح حمل و تولید کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ انصافاً کہیئے یہ کام کون کرتا ہے؟ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۔ تم یا ہم؟

دہلی، کلکتہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں بجلی کے زور سے گاڑیاں دوڑائی جاتی ہیں۔ آسمانی بجلی سے بھی اس قسم کا کام لیا جاتا ہے۔ ہوا بادلوں کا کثیف لیکن جب فضا میں قطعی سکون ہو اور ہوا تھمی ہوئی ہو تو بادلوں کو چیرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ بجلی بھی کتنی بڑی نعمت ہے! ایک زمانہ تھا کہ لوگ اسے قہر الٰہی کہا کرتے تھے: اور یہ آیت اسے ایک ہولناک دیوتا سمجھ کر اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ انہیں کیا معلوم کہ اللہ کی ہر مخلوق رحمت، ہر شے رحمت اور وہ خود بھی سراپا رحمت ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (روم - ۲۴)

بجلی کی چمک (جس کے ہم میں بیم و رجا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے) اللہ کے معجزات تخلیق میں سے ہے۔ رب کائنات آسمانوں سے بارش برساتا ہے اور نائٹروجن کو زمین پر ڈال کر، مردہ زمین کو حیات افزا ربیع خلق کے لئے ابر و برق میں بے نظیر (ہیبت) موجود ہے۔

نائٹروجن یا زود سازی مکھن کے لیے کبھی استعمال ہوتی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس

سلسلے میں ہر سال ایک لاکھ ٹن نائٹروجن صرف ہوتی ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے آغاز میں جب جرمنوں نے چائلی (Chile) کی نائٹروجنی کانوں پر قبضہ کر لیا تھا تو اتحادیوں کو چند ماہ تک سخت پریشانی رہی تھی۔

جرمنی کے ایک عالم فرٹز ہیبر (Haber) نے کیمیاوی عمل سے نائٹروجن کی آمیزش ہوا کی جس سے گیہوں کی پیداوار آسان ہو گئی۔ اسی عالم نے ۱۹۲۳ء میں نائٹروجن اور ہائیڈروجن تیار کرنے کے لیے ایک اتنا بڑا کارخانہ لیونا ورک (Leunawerk) بنوا دیا جس کی تعمیر پر پچاس لاکھ پونڈ صرف ہوئے۔ اس میں گیارہ ہزار مزدور دو ہزار پانچ سو چھتیس اور ایک سو پچاس کیمیا کے کام کرتے ہیں اور ہر روز نو ہزار ٹن کوئلہ جل کر بھسم ہو جاتا ہے۔

زمین کی بالائی سطح

زمین کی بالائی سطح پہاڑوں کے ٹوٹنے سے تیار ہوتی ہے اور شکست و ریخت کے لیے چار عناصر ہمیشہ مصروف عمل رہتے ہیں۔ یہ عناصر ہوا، پانی، آتش فشاں پہاڑ اور نامیات ہیں۔ ایک اچھی زمین کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی مٹی، ریت، چونا اور نامیات۔ ان میں سے کوئی چیز انفراد مفید نہیں۔ لیکن یہ سب مل کر کثیر نامیات بناتی ہیں۔ جو کسی بنجر زمین کو زرخیز بنا دیتی ہے۔ مٹی اور چونا اگرچہ ضروری ہیں لیکن اگر ان کی زیادتی ہو جائے تو زمین کو بنجر بنا دیتی ہے۔ ریت زمین کی زرخیزی کو دور کرتی ہے اور اس قابل بنا دیتی ہے کہ اندر ہوا زمین کی تہوں

---

۱ یہ کانیں امریکہ میں واقع ہیں۔ بہار کی نائٹروجنی کانیں دنیا میں بہت مشہور ہیں۔

پودوں کی جڑوں تک آسانی پہنچ سکیں۔ اگر زمین چکنی اور سخت ہوتی تو نہ یہ کیڑے باہر نکل سکتے اور نہ گندم کے نرم و نازک پودے یوں آسانی سے سر نکال سکتے۔

حرکت زمین

زمین کو اپنے محور کے گرد مغرب سے مشرق کی طرف گھومنے کی ایسی عادت ہے جس طرح ہوا کی کہ ضرورت ہوتی ہے یہ چیزیں ہوا میں ہیں ہوتی ہیں۔ اگر ہم ان چیزوں کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو ہمارے لئے زندگی کھوتے پھرتے تو صدہا سال صرف ہو جائیں اور پھر بھی کوئی مفید نتیجہ نہ نکلے۔ ہمارے کریم و رحیم پروردگار نے اس مشکل کو یوں حل کیا کہ پانیوں پر برف جمع کر دی جو گھل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جم گئی اور جب یہ برف پگھلتی ہے تو پانی چشمے بن کر بہتا ہے اور سمندر وغیرہ کی ایک خاصی مقدار آبی بخارات بن کر دریاؤں میں بہہ آتی ہے۔ یہ بخارات بادلوں کی صورت میں ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ آلم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ زرعا مختلفا الوانہ۔ (الزمر ۲۱)

تولید

عموماً ایک پھول میں نر اور مادہ (جنسی) دونوں اعضاء ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا نہیں ہوتا وہ پھل یا بیج کی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔ پھول کے ننھے ننھے غبار سا ہوتا ہے جسے انگریزی میں پولن (Polion) اور اردو میں گرد کہتے ہیں۔ جب یہ گرد پھول کے مادہ حصہ پر گرتا ہے تو یہ اسے ہضم کر لیتا ہے اور اس طرح بار آور ہو جاتا ہے۔

بعض پودوں میں نر اور مادہ پھول (Hazel) کی طرح الگ الگ ہوتے ہیں۔ نر نیچے کو جھکا ہوا، بڑے بڑے اور منقش پھول، جو گچھوں کی شکل میں ہوتے ہیں

آگرہ کا ایک مشہور گیت نگار [illegible]

بعض ایسے پودے ہوتے ہیں جن کے نر اور مادہ پھول الگ الگ پودوں پر لگتے ہیں۔ نر پودے پر پھول تو بہت آتے ہیں لیکن ان میں پھل نہیں لگتے۔ مادہ پودے پر پھل تو لگتے ہیں لیکن ان کے پھول بے رنگ اور بے بو ہوتے ہیں۔ ان پھولوں کو پھل لگنے کے لیے نر پودے کے پھولوں کے پولن کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب نر پودے کے پھول پک جاتے ہیں تو ان میں سے غبار کی طرح پولن اڑتا ہے اور ہوا کے ذریعے مادہ پودے کے پھولوں تک پہنچ جاتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نر پودے تو خوب ہوتے ہیں اور خوب پھولتے ہیں لیکن مادہ پودوں کو نہیں لگتے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مادہ پودے کے پھول پکنے کے وقت ہوا میں پولن کا غبار نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں باغبان کو خود مصنوعی طریقے سے پولن کا غبار مادہ پودے کے پھولوں تک پہنچانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے وہ نر پودے کے پھول توڑ کر ان کی پنکھڑیاں الگ کر دیتا ہے اور پھر ان کے پولن کو ایک کپڑے میں چھان کر ایک شیشی میں بند کر لیتا ہے۔ جب مادہ پودے کے پھول پکنے لگتے ہیں تو وہ اس شیشی کو کھول کر پولن کا غبار ہوا میں اڑاتا ہے۔ اس طرح مادہ پودے کے پھولوں کو پولن مل جاتا ہے اور پھل لگنے لگتے ہیں۔

چیل، گدھ اور دیگر بہت سی شکاری چڑیاں معاشرت کا جزو ہوتی ہیں۔ اگر یہ پرندے نہ ہوں تو ماحول کا توازن بگڑ سکتا ہے۔ مثلاً یہ پرندے مردار کھا کر ماحول کو صاف رکھتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو مردار کے سڑنے سے بیماریاں پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ پرندے چوہوں اور دوسرے موذی جانوروں کی تعداد کو بھی ایک حد تک کنٹرول کرتے ہیں۔ شاعر نے اس حقیقت کا کس خوبی سے اظہار کیا ہے۔

؎ ہے شکاری بھی ضروری اس چمن کے واسطے
ورنہ ہو جائے خزاں کا راج سب کے واسطے

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (حجر ۲۲) ہم نے ایسی ہوائیں چلائیں جو غبار سے بھری ہوئی تھیں۔

لَوَاقِحَ کا مادہ لقح ہے جس کے معنی ہیں نر کا مادہ سے ملنا۔ لَقَّاحَ کا لفظ نر درختوں کے لیے بولا جاتا ہے جن کے پولن کو مادہ درختوں پر ڈالا جاتا ہے۔ اقرب التراجم میں اس کو Pollen of male palm trees کا دوسرا مفہوم (کھجور کا نر درخت) بتایا گیا ہے۔

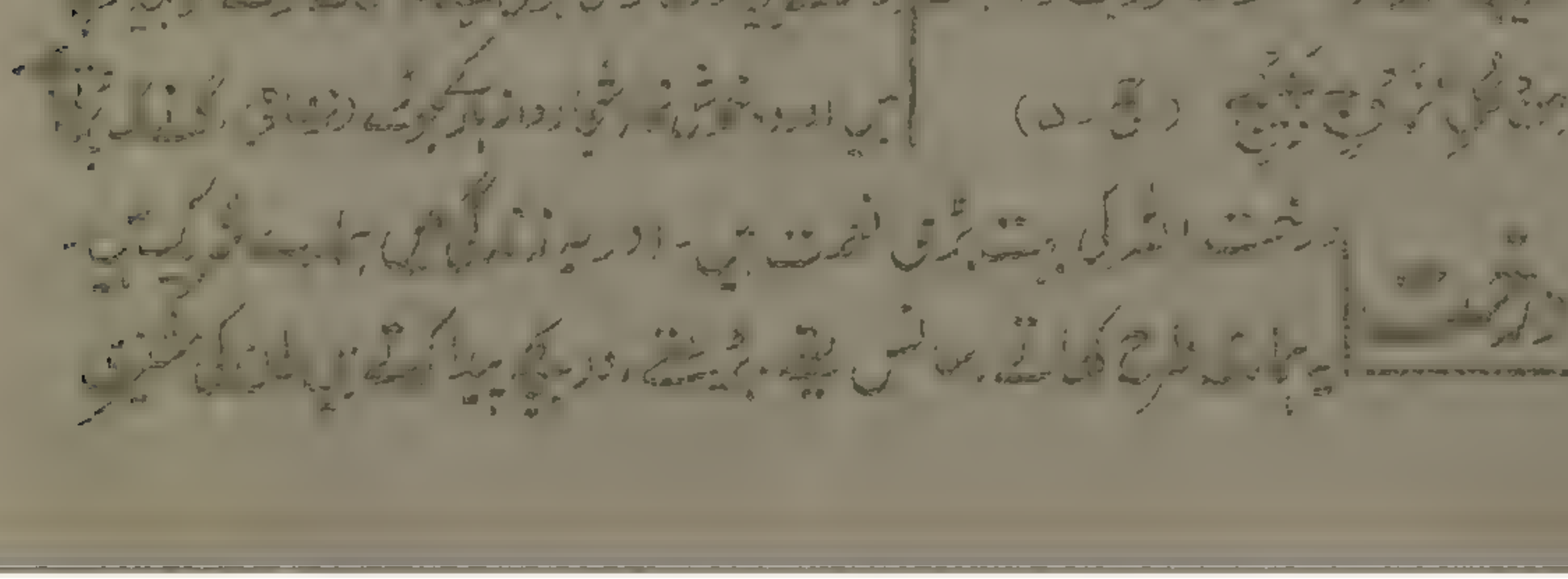

انسانی بدن کی بناوٹ سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ ہر نظر یہ بھی کتنی کتنی حیات بخش ہوتی ہے
ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف کیسی کیسی خونریز لڑائیاں لڑتے ہیں۔ بڑے درخت کے
سائے میں چھوٹے چھوٹے پودے نشو و نما پاتے ہیں۔ قریب قریب لگے ہوئے دو پودے
ایک دوسرے کی جڑیں کاٹ دیتے ہیں۔ یہ حقائق صفحات قرطاس میں اس طرح محفوظ ہیں
جس طرح کہ ان کے پڑھنے والے۔ ان کے ذہن میں محفوظ ہیں۔ ان کے مطالعہ کا
حاصل یہ ہوتا ہے کہ ہم ان کی تمیز کرنے لگتے ہیں۔ ان کے مقابلہ کرنے لگتے ہیں۔
اور جب چاہتے ہیں ان کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لا کر ان کی قوتوں کو آزما لیتے ہیں۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

نباتات

نباتات ہوتے ہیں۔ نباتات کی قوت نباتات ہی پا سکتا ہے۔ جس
حسین و نازک ہے آب و ہوا میں پرورش پاتا ہے۔ وہ دل ہے۔ فیل اور گوریلا
خوش ہیں کہ جنگل اگتے ہیں۔ ایک پودا اتنا حساس ہوتا ہے کہ نفرت کرنے جاتا

اہمیت نباتات

نباتات سے ہم نباتات سے ہیں۔ یہ ہیرے ہیں۔ یہ جواہر ہیں
نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔ نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔
نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔ نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔
نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔ نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔

نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔ نباتات کی اہمیت سے ہم آگاہ ہیں۔

شکر گھی اور شہد نباتات کی بدولت ہیں۔ تمہارے کپڑے نباتات کا تحفہ ہیں۔ ربڑ کے ہماری معاشرت کا ضروری جزو بن چکے ہیں) دانشوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پیٹرول کوئلے کا پسینہ ہے اور کوئلہ درختوں جنگلوں کا دوسرا نام ہے۔ کوئلہ ایک زہر ہے۔ اگر کبھی کسی کو حرف بیانہ بھر کوئلہ جلا کر دیا جائے تو نصف گھنٹے میں اس کا دم گھٹ کر آج کس قدر طاقت ور ہیں۔ ان کی صنعت و تجارت کی کیا دھاک بیٹھی ہوئی ہے اور دوسری طرف وہ قومیں کس قدر ذلیل و خوار ہیں جو کوئلے کے استعمال سے ناواقف ہیں۔ ایران پر مسلمان ۱۴۰۰ سال سے حکومت کر رہے تھے۔ لیکن اس عرصے میں کسی عقل مند کے دماغ میں یہ بات نہ آئی کہ کوئلے کو استعمال کر کے ایک محکم و پائندہ تہذیب کا انتظام کیا جائے۔ اس غفلت و بے عملی کا نتیجہ یہ نکلا کہ گزشتہ جنگ (۱۹۱۴ء) میں انگریزی فوج نے صرف ایک ٹھوکر رسید کی اور اُن جاں نثاران حسین کی (جو اپنی بخیت نیوی و انحرفی کے لیے مشہور تھے) چند آنسو ٹپکانا کافی سمجھتے تھے اور جن کی جنس کوشیاں سے آزمانہ ہو چکی تھیں) کوئی ہڈی پسلی باقی نہ رہی۔

کوئلہ صورت کے لحاظ سے نہایت کمزور اور اثر کے لحاظ سے نہایت قوی ہے۔ یہی اس کے استعمال سے دنیا کی اقوام زندہ ہو رہی ہیں۔ بقول شخصے:

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔ (یونس-۳۱)	موت سے زندگی اور زندگی سے موت پیدا کرنا اللہ کے ہاں از بس آسان ہے

پال تومین یہ عرض کر رہا تھا کہ نباتات ہمارے لیے نہ صرف مدار حیات ہیں بلکہ زمانہ کی ہماری معاشرت اور تمدن تک کا جزو بن چکے ہیں۔ بعض دانش پرور یوں کہتے ہیں کہ

لہ بہت قدیم زمانے میں کسی زلزلے یا خبر کی وجہ سے جنگل زمین کے نیچے دب گئے تھے، لاکھوں سال کے بعد آج یہ درخت کوئلہ کی صورت میں نکالے جا رہے ہیں۔ (برق)

[illegible] ہیں کہ یہ سنے نہیں جاتے غسل خانے میں تم بدن کو [illegible] رہے ہو؟
جانتے ہو یہ حمام بن [illegible] سے آیا؟ نباتاتی تیلوں سے تیار ہوا ہے۔ یہ الفاظ تم صابن
استعمال نہیں کر رہے ہو بلکہ جسم پہ ایک درخت اگ رہے ہو۔ ہماری یہ سلگتی گفتگو
کی [illegible] یہ [illegible] یا [illegible] ایک چھوٹا سا جنگل ہے۔ یہ الماری میں سجی ہوئی کتابیں
ایک بیش بہا [illegible] رسائل، [illegible] اور اشتہارات وغیرہ درختوں کے [illegible] ہیں۔
ہر [illegible] کاغذ بنانے کے لیے [illegible] گئے تھے۔ امریکہ میں روزانہ اخبارات کی
تعداد اشاعت ۲۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ہے جانتے ہو اس قدر کاغذ کس قدر درخت صرف ہوتے ہوں گے؟
بہت سے [illegible] گے۔ جب تم کوئی اخبار خریدو تو واقعات جاننے کے علاوہ اس چھوٹے سے
درخت کی [illegible] کی بھی فکر کرو جو کاغذ کے پرزے میں اپنی داستان سنا رہا ہوتا ہے۔
[illegible] ایک [illegible] یاد آیا۔ [illegible] سرحد، انگلستان سے گزرتے ہوئے [illegible]
[illegible] گئے ہوں گے۔ یک طرف ایک درخت کے نیچے شراب کا ایک ٹوٹا پڑا ہوا ہے شاعر
[illegible] فضاؤں کو چیرتا ہوا فریاد و تحسین کے [illegible] تک جا پہنچتا ہے۔ یہ ہستاں
محبت جب مرے تھے آفتہ رفتہ ان کے اجسام خاک بن گئے تھے۔ یہ خاک کہیں کھاد
بن کر شاخ انگور کی غذا بنی اور [illegible] اور [illegible] کا رنگ

نمونِ دل شیریں بہت یابی ست کہ در فرہاد

خاکِ تن خرد داشت ایں تخم کہ ہم در بیستان

حکومت [illegible] کا واقعہ ہے کہ [illegible] کا اتفاق ہوا۔ شاہی مسجد کی
صرف چند [illegible] رہ گئی تھیں۔ آپ کو [illegible] پر نظر پڑی۔ جو تمام راہگیروں کو
[illegible] کا صرف ایک [illegible] ریزرو [illegible] جس [illegible] لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتی ہے (دی ایسپان

چلّا چلّا کر بلا رہا تھا کہ آؤ تمہیں ایک کام کی بات بتاؤں جب ہم پچاس ساٹھ آدمی جمع ہو گئے تو ایک عظیم الشان عمارت کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا جانتے ہو کہ یہ محل دراصل کیا ہے؟ اس کے بعد یہ شعر پڑھا اور چلا گیا:

زہر باد و خشتے کہ در منظر است
ہر کہ بیند داند کہ مسکن بہ است

اسی مضمون کو غالب نے یوں ادا کیا ہے:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

حضرت بایزید بسطامیؒ کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے:

ہر زنہ کہ بر زمیں نہ نہی بر دلے دست — خواہد نہاد بعد ازیں بر جبیں بدست
گر داز مخ زمیں بنہد مہ مثال — کاں ہم مخ خوبان زمیں بوسد است

یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ سعدیؒ نے ایک عمارت پر یہ شعر پڑھا تھا جس کے دروازہ پر لکھا تھا

بگل فرزند آدم خشت گر زیر — نہ ہم بسنبد دل فرزند آدم
بسا خانہ کا بنیاد باے نادان — کہ گردباد ہا بنیاد ازیں کند

الغرض ممکن ہے کہ یہ تمام باتیں آج ہمارے لئے افسانہ ہوں لیکن ایک زمانہ تھا کہ انسان کی آنکھ اور کھوپڑی بن سکتی ہے اور خاک کے ذرے جن کو ہم پاؤں تلے روندتے ہیں کبھی ہمارے ہی جیسے انسان تھے

نحن قدرنا بینکم الموت وہی نکرہ — ہم نے موت کو تمہارے درمیان مقرر کیا ہے اور ہم عاجز نہیں ہیں
ہمکم بدلکم تمثیلا ان نبدل امثالکم — کہ تمہارے بدلے تمہاری مثل بدل دیں اور تمہیں
ونشئکم فی ما لا تعلمون (واقعہ) — ایک ایسی حالت میں پیدا کریں جس کا تمہیں علم نہیں

---

(۱) زوال کے بعد باقی دن (یا رات کا بقیہ حصہ) نے انکیا و فرعون کو زمین کے نیچے

دریا بہ حباب اندر

ہندوستان میں بہت سی ایسی جوبیاں موجود ہیں جن کے بیج خشخاش سے بھی کوئی چھوٹے ہوتے ہیں۔ قدرت نے ان باریک اندوں میں نہ جانے کیا کیا چیزیں رکھی ہیں! (۱) دو جڑے ہوئے پتے (۲) ایک ڈنڈی جو جڑ بن کر زمین میں بیٹھ جاتی ہے اور پانی کی غذا۔

غور فرمایئے کہ یہ ننھا سا بیج کس قدر پیچیدہ مشین ہے اور کس باریکی سے ساخت ہوا کہ ایک باریک سا ٹانکا بھی ڈھیلا نہ پڑے۔ اگر ننھے پتے کی تعداد کم ہوتی تو کیا یہ ننھا سا بیج زمین پر گر سکتا تھا؟ اگر ڈنڈی نہ ہوتی تو کیا یہ جڑ بن سکتا؟

تو ہی ناداں! چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیِ داماں بھی ہے (اقبال)

مزاحِ تولید

مرزا جی کہتے ہیں کہ آم کے درختوں کو کیا کہنا ہے۔ اگلے سال بہار میں جا کر دیکھئے۔ ہر درخت پھولوں سے لدا ہوا ہے۔ ہر پھول کے ساتھ ایک ننھا سا پھل ہے۔ ان میں سے کم از کم ننانوے فیصدی ایسے ہیں جو بغیر کسی وجہ کے گر جائیں گے۔ ایک چیز کے مرنے سے دوسری چیز کا پیدا ہونا قدرت کا دستور ہے۔ کہ وہ ایک چیز کے مرزا جی کہتے ہیں کہ آم کے درختوں کو کیا کہنا ہے۔ اگلے سال بہار میں جا کر دیکھئے۔ ہر درخت پھولوں سے لدا ہوا ہے۔ ہر پھول کے ساتھ ایک ننھا سا پھل ہے۔ ان میں سے کم از کم ننانوے فیصدی ایسے ہیں جو بغیر کسی وجہ کے گر جائیں گے۔ ایک چیز کے مرنے سے دوسری چیز کا پیدا ہونا قدرت کا دستور ہے کہ وہ ایک چیز کے

وتوافل شعاری کی وجہ سے صلاحیتِ حیات تقریباً ختم ہو چکی تھی اور قوم کو وہ اپنی زندگی کی

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (محمد-۳۸)

اگر تم نے آئینِ حیات سے منہ پھیر لیا تو یہ تین کسی اور قوم کے قبضہ میں دے دی جائے گی۔

حیف کہ مسلمان نے اس تنبیہ پر غور نہ کیا۔ بخشش اور ادنیٰ نفع کو مقصدِ حیات سمجھ بیٹھا اور نصب العین (قرآن) سے غافل ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ قوت اس کی بستیاں اجاڑ دیں، شہر بن ہو گئے اور بن گورستان۔ آہ! یہ غلط فہمی کا پھیر ہے آپ کو بہتیرے اللہ کے بندے ایسے ملیں گے جو اپنے بھائی! ہوش کرو نا ہے۔ غلط بینی کی وجہ سے ڈوب رہے ہیں۔

کبھی دریا سے مثلِ موج ابھر کر
کبھی دریا کے سینہ سے اتر کر
کبھی دریا کے ساحل سے گزر کر
مقام اپنی خودی کا فاش تر کر (اقبال)

نظامِ زندگی

یہ بتانا دشوار ہے کہ پودوں کی کتنی قسمیں ہیں۔ ان کی لاکھوں قسمیں ہیں۔ ہر قسم کے پودے کی زندگی کا نظام ایک ہے۔ یہ ابتدائی دو پتے پودے کی غذا کا کام نہیں دیتے بلکہ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب پودا جڑ پکڑ جاتا ہے تو یہ پتے گر جاتے ہیں۔

نباتات کی ترکیب خلیوں (Cells) سے ہوتی ہے۔ ہر خلیہ کی بیرونی دیوار آکسیجن، ہائیڈروجن اور کاربن کے مرکب سیلولوز سے بنتی ہے۔ اس کے اندر ایک لیس دار مادہ ہوتا ہے جس کو پروٹوپلازم کہتے ہیں۔ اس کے بیچ میں ایک گول سا مادہ ہوتا ہے جس کو نیوکلیس کہتے ہیں۔ پروٹوپلازم میں ایک سبز مادہ ہوتا ہے جس کو کلوروفل (Chlorophyll) کہتے ہیں۔ یہ سورج کی روشنی سے غذا بنانے میں کام آتا ہے۔ پودوں کو سبز رنگ اسی سے ملتا ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ فضا سے کاربن

شکر دانہ سفید میں تبدیل کر دیتا ہے۔

شان الٰہیت

پانی کو نشو و نما کے لئے ہوا، آگ، اور بہت سی مٹی اور
پانی، زمین اور سورج جیسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عناصر پانی میں حل شدہ
حالت میں نہیں ہوتے بلکہ ان سے جدا ہوتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ پانی میں ان عناصر کی مقدار
بہت کم ہوتی ہے اس لیے پودوں کو زیادہ مقدار آب کی ضرورت ہوتی ہے۔ پودے
زمین میں پانی کے ذریعے ایک سال میں دو ہزار ٹن پانی جذب کرتے ہیں۔

ہم ریلوے اسٹیشنوں اور بڑے بڑے شہروں میں دیکھتے ہیں کہ کنوئیں کا پانی نیچے
کے زمینی طبقوں کی بلندی پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی طرح درختوں کی جڑیں پانی
کی تلاش میں زمین کی گہرائیوں سے پانی کو کشش کی آخری بلندی تک کھینچ لیتی ہیں۔ اس
کی وجہ یہ ہے کہ (Osmotic tension) کہتے ہیں جڑ کے بالوں کی ایک پارہ پانی
کو پانی سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اس پانی کو جذب کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ زمین
کی جڑیں پانی کو کھینچ لیتی ہیں۔ پانی کو جذب کرنے کی جڑوں کی قوت
خاصیت کہلاتی ہے۔ اس کی وجہ سے پانی کو کھینچنے کی قوت کشش، عمل اور رد عمل
کی وجہ سے پانی کو کھینچنے کی قوت کشش، عمل اور رد عمل

اوراقِ اشجار

درختوں کے ساتھ پتے بھی نہ پیدا ہوتے ہیں بلکہ اُن کے بھی چھوٹے چھوٹے پودے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے درخت اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ حیوانات کی پیدائش ہوئی ہے ہر ذکار بن کو آکسیجن کے ساتھ اندر لے جانا ہے کاربن کو خارج کرنا ہے۔ یہ عمل پتوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ پتے ہوا کو اندر لے جاتے ہیں اور اس کو باہر نکالتے ہیں۔ یہ عمل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک پتے زندہ رہتے ہیں۔ جب پتے سوکھ جاتے ہیں تو یہ عمل بند ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کہ سردیوں میں پتے گر جاتے ہیں اُن کا عمل دیر تک کھٹا رہتا ہے۔ جن پودوں کے پتے سدا بہار ہوتے ہیں (جو ہمیشہ سرسبز رہتے ہیں) اُن کی شاخیں قدرتاً کم ہوتی ہیں اور ان پر پتوں کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

نباتات کی ربیع کو شجر و نشاستہ میں تبدیل کرکے سردیوں کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں۔ یہ کچھ بنانے کے لیے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے پودے اس نشاستے کو شکر میں تبدیل کرتے ہیں اور پھر شکر کو پانی میں ملا کر اوپر بھیجتے ہیں۔ نر کا مقصود یہ ہے کہ یہ شکر پگھلتی ہے تاکہ پودوں کے لیے غذا بن سکے۔

بعض پودوں کے پتے رات کو سمٹ جاتے ہیں تاکہ آفتاب سے آنے والی حرارت کی ٹھنڈی ہواؤں سے بچا جائے۔ ایک یہ بھی فیصلہ نہیں ہو سکا کہ پتے یا پتا کیا ہے تاکہ جس کی حرارت فائدہ مند ہو۔

خزاں کی ہوا آتے ہی پتے جھڑ جاتے ہیں تاکہ زیادہ حرارت جذب کر سکیں اور بعض کو بہار کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ پتے دے سکیں۔ پتوں پر دوست جمتے ہیں، زہریلے ہیں۔ یہ غذا کو اُن مضر پودوں کو زہریلے سے بچانے کے لیے ہے۔ جاری ہے۔

پھل۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ چند نباتیے سازش کر کے پھول کی جگہ پھل تیار کر دیں۔ اور کیلے کے درخت کے ساتھ کہیں آم اور کہیں سیب لگے پھریں۔

اوراق گزشتہ میں بیان ہو چکا ہے کہ ہر نبات تخم یا دو گریں سی ہوتا ہے جو بڑھ کر ایک ڈنڈی بن کر باہر نکلتی ہے اور دوسری جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے۔ پھر جو تخم مٹی میں دبا ہوا تھا اوپر اور دوسرا نیچے کو بڑھتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ اللہ کی مہان بینا ہستی کوئی چیز خواہ وہ پودے کی مخفی زمین داریوں میں ہو یا افلاک کی وسعتوں میں، نہیں سکتیں۔

لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ الخ (سبا - ۴)

زمین اور آسمانوں میں ایک ذرہ یا اس سے کم و بیش کچھ بھی اللہ سے غائب نہیں رہتا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

(بقرہ ۲۵۵)

اللہ کا تختِ سلطنت ارض و سما کو محیط ہے (کائنات کی ہر اس کی بیٹ میں ہے) اور وہ اس نگرانی سے تھکتا نہیں (اس لیے کہ اگر وہ نگرانی نہ کرے تو ہر جگہ نظم کے بجائے بدنظمی دیکھی جائے) یہ قابلیت اس کی عظمت نہیں بلکہ نقص کی نشانی ہے۔ وہ بلند و برتر ہستی ہے۔

چند نمونے

ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہر نبات تخم سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کی ڈنڈی آسمان کی طرف بڑھتی ہے اور جڑ زمین کی طرف۔ حسبِ تغیر آب و ہوا یہ تخم کبھی پھل بن جاتے ہیں، کبھی پھول، کبھی پتے، کبھی ڈنڈی، کبھی جڑ۔ کبھی کانٹے، کبھی پتے، کبھی پھل، کبھی پھول۔

بیج نباتات کے انڈے ہیں۔ اس لیے حفاظت کی خاطر انھیں غلافوں، چھلکوں اور سخت کیپسول میں چھپا کر رکھا جاتا ہے، ان میں جو بیج انسانی غذا تھے، مثلاً مٹر، لوبیا، بادام، اخروٹ، چلغوزہ، وغیرہ ان کی بہت زیادہ حفاظت نہ کی گئی۔ بلکہ انھیں معمولی چھلکوں میں رکھ گیا تاکہ "لاڈلے" انسان کو نکالنے میں تکلیف نہ ہو۔ بعض مفید درختوں مثلاً سیب کے بیج بہت چھوٹے ہوتے ہیں اس لیے انسان کو ان کے بیج تلاش کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ اس لیے انھیں بڑے بڑے پھل بنا دیا، تاکہ انسان ان کے بیج بآسانی دریافت کر سکے اور نسل کا خاتمہ نہ ہو جائے۔ بعض بیج ہماری یومیہ غذا تھے، مثلاً گندم، مکئی، باجرہ وغیرہ تو قدرت نے ان کو بہ افراط پیدا کیا تاکہ انسانی استعمال کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ رہیں۔

گنہ، بیجو اور اس قسم کی چند دیگر فصلیں صرف چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہیں۔ جہاں تک آم کے درخت کا تعلق ہے وہ سات آٹھ سال کے بعد پھل دیتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ فطرت انسان کے کان میں چپکے سے یہ بات ڈال دیتی ہے۔ "ذرا دیکھو، دہقان دو تین برس آرام سے بیٹھ جاؤ، بڑھو، پھلو اور انڈے زمین پر گرنے کے بعد چلتے بنو!"

امریکہ میں بلوط کی شکل کا ایک درخت ہوا کرتا ہے جو Acorn کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بڑا دانہ ہوتا ہے۔ یہ سست رفتاری اس لیے کہ جو گندم کی طرح اس کو دہقان کی درانتی کا ڈر نہ تھا۔ اس لیے جلد جلد بڑھتا تھا۔ اب بعض مقامات پر کچھ عرصے سے یہ ایندھن کے طور پر استعمال ہونے لگا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان مقامات پر یہ سست درخت بھی آٹھ دس سال میں جوان ہونے لگا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ فطرت نے انسان کے کان میں کہہ دیا ہے:

"تیرے دانتوں کو پیسنا ہوگا۔ اب سست چھوڑ دے اور جلدی جلدی بڑھ!"

ایک بوستانی مالی جب دیکھتا ہے کہ شہتوت کا درخت آٹھ سال کے طویل انتظار

کے بعد بھی دنیا شروع کرے گا تو وہ اس کی سزا خود کو بھگتنی شروع کر دیتا ہے۔ دنیا سے ڈر جاتا ہے کہ کہیں مٹ ہی نہ جائے۔ اس لیے وہ جلدی جلدی اگلی نسل پیدا کرتا ہے تاکہ مرنے سے پہلے نسل کی بنیاد ڈال جائے۔

نباتات کے اس منظر میں ہمارے لیے یہ سبق پنہاں ہے کہ [illegible]

ضروری ہے مسلمان تمام عالم کے نظم و نسق اور اقدام و عمل کی بہترین و بہترین [illegible]

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ (آل عمران) تم ایک بہترین اُمت ہو جسے [illegible] عالم کی بہبود کے لیے [illegible]

اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ دل کھول کر تلوار کا استعمال کرے۔ ظلم و خودرائی و بیگانہ وضعیاں کو مٹا کر رکھ دے تاکہ دنیا امن و آشتی کی لذت سے آشنا ہو جائے۔ [illegible]

کہ اسلام نے [illegible] کہا ہے کہ [illegible]

بندگانِ خدا کو بتاتی منڈیوں اور نو آبادیوں کے لیے تباہ کیا جا رہا ہے۔ [illegible]

لیے ہی ذلیل مقاصد کے لیے لڑی گئی تھی۔ اگر آج تلوار دولت [illegible]

تلوار اسلامی تلوار کے ہتھیار کے بہانے کیا جا رہا ہے اور اگر آپ [illegible]

تو اسلامی تلوار کے ہتھیار کے بہانے کیا جا رہا ہے اور اگر آپ [illegible]

کے جنگ نہ تھے، بنگ بندی کی تدبیر اور بہانے کے [illegible]

اللہ کے [illegible]

قدر بلند مقصد کے لیے لڑی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے [illegible]

بعثت بالسیف بین یدی الساعۃ [illegible] قیامت [illegible]

جہاد کا فرض [illegible] اس لیے ہے کہ [illegible]

جنگلی جانوروں اور پرندوں سے محفوظ رکھنے کے لیے

پھلوں کی حفاظت

قدرت نے کئی تدابیر اختیار کیں مثلاً بعض (بادام اور اخروٹ) کے پھلوں کے چھلکے بہت سخت بنا دیئے اور بعض پر کڑوے مادے چڑھا دیئے۔ سنگترے اور انار کا چھلکا اس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ کسی جنگلی جانور کو منہ ڈالنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ قدرت کی کاریگری دیکھئے کہ نیم کا درخت وہی ہے، درس بہنے والی شاخیں وہی ہیں لیکن ان کے پھلوں کا چھلکا سخت کڑوا ہے اور اندر مغز۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پھلوں اور درختوں کے لیے دو الگ الگ کارخانے کام کر رہے ہیں۔ ایک مغز تیار کر رہا ہے اور دوسرا کڑوا، یہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں لیکن ایک دوسرے سے متاثر نہیں ہوتے۔ اس دقیق حقائق

انسان اخروٹ و بادام کے چھلکوں پر پتھر برساتے ہیں تاکہ مغز نکیر کی وجہ سے

میدانی جانور نہیں پہنچ سکتے۔ یہاں صرف گہری جڑوں کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیے اُن کے چھلکے سخت بنا دیے، تاکہ بیج بے نقصان نہ پہنچا سکیں۔

قدرت کا یہ بھی منشا رہتا کہ بار دار درخت کسی ایک حصّہ زمین تک محدود نہ رہیں اس لیے اُن کی نسلوں کو دور دراز ممالک تک پہنچانے کے لیے تین وسائل کام میں لائے:

۱۔ ہوائیں بیج اُڑا کر دور دراز ممالک میں لے گئیں۔

۲۔ بیج برساتی نالوں اور دریاؤں میں بہہ کر دیگر حصّوں میں چلے گئے۔

۳۔ چمگادڑ، طوطے، شارکیں اور دیگر پرندے منقاروں میں میوے لیے اِدھر اُدھر گئے۔

۴۔ آدمی آموں اور سیبوں کے ٹوکرے دوسرے ممالک میں لے گئے۔

انجیر کا پھل انجیر کے درخت کے ساتھ پھول نہیں لگتا۔ مادہ پھل کے اندر ایک چھوٹا سا غنچہ لگا ہوتا ہے۔ جب بچے نکلتے ہیں تو نر انجیر کے بچے مادہ انجیر کے بچوں میں انڈے دے جاتی ہے۔ اور اس طرح مادہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ فطرت کی رنگینیوں کا کیا کہنا:

حُسن بے پروا کو اپنی بے حجابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھا کہ بن (اقبال)

کھجور صحرائے عرب سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے، جسے طے کرنے کے لیے اونٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ اس ریگستان میں جگہ جگہ کھجوروں کے درخت اُگا دیے اور انہیں خندق سے بند کر دیا تاکہ یہ قیمتی پیڑ جانوروں کی رسائی سے باہر ہو جائیں۔ قریب زمین کو گوڈ کر کھجوروں کے تنے اس لیے لیشہ دار اور کھردرے بنائے تاکہ تمر موس بوٹی کی جڑ زندگی بخش نمی

سے متاثر نہ ہو اور نہ ہی گرم رس سے خشک نہ ہو جائے۔ انسانی بدن کی مشین کو دو چیزوں کی سخت ضرورت رہتی ہے، شکر و نشاستہ۔ یہ ہر دو اجزا کھجور میں بدرجہ کمال موجود ہیں۔

جنگل میں حفاظت اخبار کے مسائل کہاں مل سکتے تھے۔ کیا صرف ایک ہاتھ سے کھل جاتا ہے جسے پاپلا ہو جاتا ہے۔ اور مرد میں کیڑے پڑنے لگتے ہیں۔ خشونت اور بدمزاجی کو مزید صاف کرتا ہے پھلی کی ترکیب کچھ لطافت اور کچھ کثافت دس سے ہوتا ہے جس کی کڑوی ہوتی ہے اور پھیکا پھیکا ہوتا ہے درمیان ایک پردہ لگا

پنجاب غریب ذات

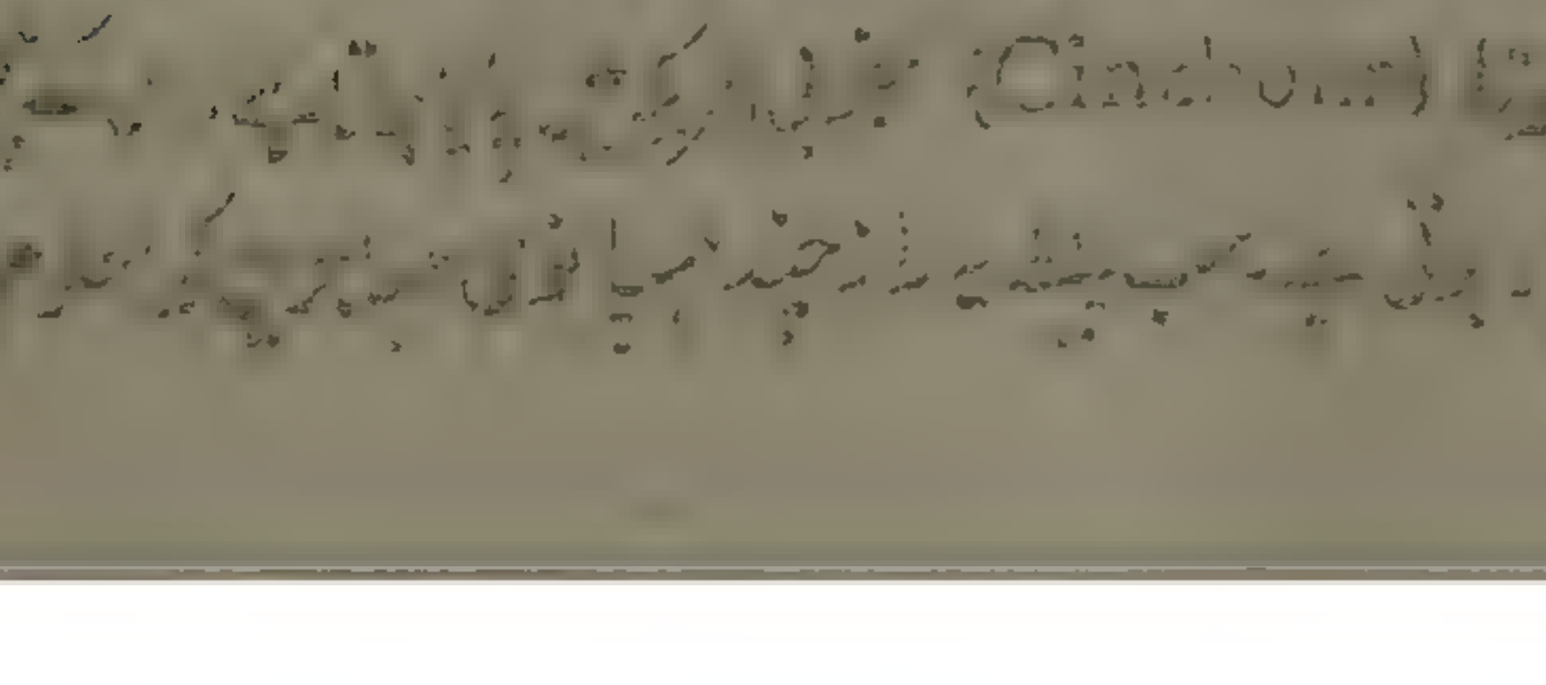

درختوں کا سایہ تھا۔ صاحبِ خانہ نے مسافر کو شراب، دودھ اور نباتات کے پھل پیش کیا۔ مسافر نے پوچھا کہ جنگل میں یہ غذائیں کہاں سے آگئیں۔ کہا یہ سب کھانے کی چیزیں درختوں سے پیدا ہوتی ہیں۔ پھر اس نے درختوں کے نام بتائے۔ ناریل، کھجور، انگور، انار، انجیر، سیب، ناشپاتی، بادام، آم، کیلا، سنترہ، لیموں، بیر، جامن، شہتوت، فالسہ، امرود، بہی، آملہ، کٹہل، بیل، املی، کھرنی، جامن، کیتھا، بیل، ببول، ڈھاک، شیشم، ساگ، سال، صندل، چندن، دیودار، ساگوان، بانس، بید، ارجن، ہرڑ، بہیڑا، آملہ، کچنار، سہجنا، کرنج، کرونجا، کرنجوا، کرنجی، کرنجیا، کرنجیا، کرنجیا

جوں ہی کوئی مکھی اس پر بیٹھتی ہے تو چپٹ جاتی ہے۔ پتوں کی پتیاں اس پر پل پڑتی ہیں اور اُسے کھا جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمین میں نائٹروجن نہیں ہوتی۔ اس کمی کو یہ پودے کیڑوں سے پورا کرتے ہیں۔

ہے۔ جوں ہی کوئی مکھی اس پر بیٹھتی ہے، پتہ مٹھی کی طرح بند ہو جاتا ہے۔ اگر ان پتوں پر بہت کنکر یا چھوٹا سا کنکر گر جائے تو یہ متاثر نہیں ہوتے۔ لیکن جب کیڑا یہ آئے تو [illegible] ہو جاتے ہیں۔ یہ دیگر الفاظ ان میں ایسی قوت موجود ہے کہ

(Bladder Worts) [illegible]

(Pitcher Plant) [illegible]

مثالیں: مقدمہ الذکر کے پتے اس وقت تک ہیں کہ جب بارش بہتی ہے تو یہ پتے خاص قسم کے رطوبت کے قطرے ٹپکا دیتے ہیں۔ اور آم وغیرہ کے درخت قسم کو پھیلا کر

[illegible]

کائنات انسان کے لیے

[illegible]

حیوانات کا تعلق

[illegible]

حیوانات کی حفاظت

[illegible]

۱۰۔ مُضِرِ حشرات کو کھانے کے لیے درختوں کے تنے اور شاخیں ایک نعمت کا گویا ذخیرہ ہیں جس میں حشرات کھنس کر رہ جاتے ہیں۔ یہ گوند تبھی نکل سکتا ہے کہ درخت میں سوراخ کیے جائیں اس کے لیے قدرت نے لمبی اور تیز چونچ والے پرند پیدا کر دیئے ہیں جو درختوں میں اپنے کرتب دکھاتے ہیں۔ ان سوراخوں سے گوند نکلتا ہے جو درخت کا محافظ بھی ہے اور زخم مندمل کرتا ہے۔ جاتی ہیں۔ رس بھی پیتی ہیں اور رسا کشی اُن حشرات کی خبر لیتی ہیں جو ان پودوں کو نقصان پہنچاتے ہیں جب یہ مکمل ہو کر بیج بن جاتے ہیں تو یہ رس سوکھ جاتا ہے۔ یہ رس چیونٹیوں کی خوراک ہے۔

۱۲۔ بعض درختوں پر بڑے بڑے چیونٹے گھونسلے بناتے ہیں جن کا کام ہے کہ یہ حشرات چیونٹیوں کو اس درخت سے کاٹتے ہیں کہ انھیں بن بلائے مہمان نہ بننے۔

غور فرمائیے کہ قدرت نے ہر ایک غذا کی فراہمی، حفاظت کا کیا حیران کن انتظام کیا ہے ہر درخت اور ہر پودے میں کس قدر اسباق و آیات ہیں۔ عالم نباتات میں لاکھوں پودے، ہر پودے کی ہیئت الگ، خاصیت الگ، کسی پر کوئی کیڑا نہیں حملہ کرتا، کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، کسی کو کوئی بیماری نہیں لگتی، اس ہیئت الگ، خاصیت الگ، اس بوقلمونی اور ان بہت الگ آیات و بینات کو دیکھ کر انسان حیرت و تعجب کی دنیا میں کھو جاتا ہے اور بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ

سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّکَ الْاَعْلَی الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی

اُس بلند رب کی حمد و ثنا کرنے کو جی چاہتا ہے جس نے پیدا کیا درست، ہر چیز کو پیدا کیا ٹھیک ٹھاک، اور جس نے راہ دکھائی، اور جس نے چارہ

سیر افلاک

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝

الصافات ۔ (پ ۲۳)

ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا ہے!

ہم نے آسمان میں برج بنا کر انہیں سجایا ہے

اور ان کے بیچ چمکتا ہوا چاند رکھا ہے۔

آج انسان نے اپنی محیر العقول صنعت کا ایک دنیا کو حیران کر دینے والا کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہ کارنامہ ہے چاند پر انسان کا پہنچنا۔ اس سفر کے بارے میں بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں جو سراسر غلط ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس سفر کی حقیقت بیان کریں۔

چاند کی طرف یہ سفر ۱۶ جولائی ۱۹۶۹ء کو شروع ہوا۔ اس روز امریکہ کے تین خلاباز ایک راکٹ میں بیٹھ کر چاند کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے نام تھے نیل آرمسٹرانگ، ایڈون ایلڈرن اور مائیکل کولنز۔ ان تینوں میں سب سے زیادہ شہرت نیل آرمسٹرانگ کو ملی کیونکہ وہ چاند پر پہنچنے والا پہلا انسان بنا۔ اس کے بعد ایڈون ایلڈرن چاند پر پہنچا۔ مائیکل کولنز چاند پر نہیں اترا بلکہ وہ اپنے راکٹ میں بیٹھا ہوا چاند کے گرد چکر لگاتا رہا۔ یہ تینوں خلاباز ۲۴ جولائی کو بحفاظت زمین پر واپس آ گئے۔ ان کا سفر کل ۸ دن ۳ گھنٹے ۱۸ منٹ اور ۳۵ سیکنڈ میں پورا ہوا۔ اس سفر میں ۳ لاکھ ۸۴ ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا گیا۔ یہ فاصلہ زمین سے چاند کا اوسط فاصلہ ہے۔ چاند کا زمین سے کم سے کم فاصلہ ۳ لاکھ ۵۶ ہزار کلومیٹر ہے اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ ۴ لاکھ ۰۶ ہزار کلومیٹر ہے۔ چاند کا قطر ۳۴۷۶ کلومیٹر ہے۔ یہ زمین کے گرد ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۲۸ سیکنڈ میں ایک چکر پورا کرتا ہے۔ اس کی کمیت زمین کی کمیت کا ۸۱ واں حصہ ہے۔ چاند کی کشش ثقل زمین کی کشش ثقل کا چھٹا حصہ ہے۔ چاند کا درجہ حرارت دن کے وقت ۱۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے اور رات کے وقت منفی ۱۵۰ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ چاند پر کوئی ہوا نہیں ہے۔ اس لئے وہاں آواز سنائی نہیں دیتی۔ چاند پر پانی بھی نہیں ہے۔ چاند پر کوئی جاندار بھی نہیں ہے۔ چاند پر پہنچنے والے خلاباز چاند کی مٹی اور پتھر اپنے ساتھ لائے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ چاند کی عمر ۴ ارب ۶۰ کروڑ سال ہے۔ چاند کی سطح پر بہت سے گڑھے ہیں۔ ان گڑھوں کی وجہ یہ ہے کہ چاند پر بہت سے شہاب ثاقب گرتے رہتے ہیں۔ چاند پر پہنچنے والے خلاباز اپنے ساتھ ۳۸ کلو مٹی اور پتھر لائے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ چاند کی عمر ۴ ارب ۶۰ کروڑ سال ہے۔ چاند کی سطح پر بہت سے گڑھے ہیں۔ ان گڑھوں کی وجہ یہ ہے کہ چاند پر بہت سے شہاب ثاقب گرتے رہتے ہیں۔ چاند پر پہنچنے والے خلاباز اپنے ساتھ ۳۸ کلو مٹی اور پتھر لائے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ چاند کی عمر ۴ ارب ۶۰ کروڑ سال ہے۔ چاند کی سطح پر بہت سے گڑھے ہیں۔ ان گڑھوں کی وجہ یہ ہے کہ چاند پر بہت سے شہاب ثاقب گرتے رہتے ہیں۔

ہیں۔ یعنی زحل، مشتری، عطارد، زہرہ وغیرہ اور ایک دوکا انتظار ہے۔ ہر ایک کی
ایک لڑکی پیدا ہو چکی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہر ایک کی لڑکی
چکر کاٹ رہا ہے۔

سبع سیارات

یہ ہے: کہ ظاہری نگاہ سے ہمیں آسمان کے ساتھ ساتھ
چار بڑے بڑے ستارے ہیں، جنہیں دیکھ کر ہم
آنکھ، کان، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں، دو ہونٹ اور دو ہونٹوں کے اندر
سمجھتے ہیں۔ یہ تعداد کہ ہوتی جاتی ہے۔ بہار تک کہ
ان کی تعداد سات ہو جاتی ہے۔ ان سات
میں جن سات چیزوں کا ذکر ہوا ہے ان کی
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

آفتاب

کہ ہم آدمی کے بچہ کو
پر کھا ہوا ہے کہ ہر ایک
جیسا ہی بچہ
ہر ایک کی
ہے کہ

بُعدِ آفتاب سورج ہم سے ۹۳۰۰۰۰۰ میل دور ہے۔ اس فاصلہ کا صحیح تصور مندرجہ ذیل مثال سے کیجئے۔ ان ہندسوں کو گننے کا کام ہم آپ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور اس کی ہر ایک کو ایک ہندسہ گننے۔ یہ گنتی ایک منٹ میں ساٹھ ایک گنے ہیں ۳۶۰۰ اور چوبیس گھنٹوں میں ۸۶۴۰۰ ہندسے گنے گا۔ اور سو برس کے ۳۱۵۳۶۰۰۰ دن یعنی تقریباً تین سال صرف ہوں گے۔

اگر ایک گاڑی ہم میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کی طرف روانہ ہو تو وہ ۲۱۲ سال کے بعد وہاں پہنچے گی۔

گردشِ آفتاب سورج اپنے گرد گھومتا ہے۔ دوربین سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج پر چند داغ ہیں جن کا مقام برابر بدلتا رہتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سورج اپنے گرد گھومتا ہے۔

سورج کی اوپر کی پوزیشنوں میں داغ نظر آتا ہے اور نیچے کی پوزیشنوں میں نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورج اپنے گرد گھومتا ہے۔ انسانی علم اس قدر ترقی کر چکا ہے باوجود اس کے کوششوں کے ابھی کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ موجودہ نسلوں میں صرف ہر ایک ایسا ذرہ ہے جس نے سورج کو متحرک دیکھا ہے۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب انسانی نسل سورج کے ابھی تک باقی کی تصدیق کئے ہوئے اعلان کرے گی کہ:

الشمس تجری لمستقر لها ذلك سورج ایک مستقر کی طرف یا ایک مرکز کے اردگرد حرکت
تقدیر العزیز العلیم (یٰسین ۳۸) ! یہ عالم غالب خدا کی تعیین ہے۔

تمام مغربی زمین کو متحرک مانتے اور مشرقی زمین ساکن تسلیم کرتے
آرٹیکل نمبر ۱ ! جب قرآن حکیم میں حرکتِ زمین پر کوئی آیا نہ ہو۔ مثلاً !!

جعل لکم الارض فراشا (بقرہ ۲۲) تمہارے لیے زمین کو گہوارہ بنایا۔

فراش۔ گہوارہ کو کہتے ہیں۔ گہوارہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو ماؤں دائیاں
بچے کو لٹا دیتی ہیں اور دوم جو گھروں میں بچوں کے لیے لٹکا دیتے ہیں۔ ہر دو قسم
کے گہواروں میں حرکت موجود ہے۔

والارض فرشناھا فنعم الماھدون (ذاریات ۴۸) ہم نے زمین کو بچھونا بنا دیا ہے کیا خوب
بچھانے والے ہیں۔ اگر زمین کو متحرک تسلیم کیا جائے تو یہ سوال کیسے پیدا ہوتا ہے کہ خوف اس کی حرکت میں ہے
یا زمین کو متحرک تسلیم کیا جائے اور مانا جائے کہ یہ خدا کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے کہ
ہوا کے جھونکے ہیں۔ اگر وزن کم ہوتا تو ڈر تھا کہ کوئی وزنی متاع اپنی طرف کھینچ
اور زمین بھاگ کر دور نکل جاتی۔

وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب (نمل ۸۸) تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو۔ لیکن وہ
یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔

اگر زمین کو ساکن تسلیم کیا جائے تو یہ آیت بے معنی ہو جاتی ہے۔ پہاڑوں کی
حرکت کی یہی صورت ہے کہ یہ زمین کے ساتھ سرگرم رفتار ہوں، جیسا طرح کہ بادل
کے ٹکڑے مسافر قافلے ہوتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى

اللہ نے زمین و آسمان پیدا کیے۔ رات کو دن میں، اور دن کو رات میں تبدیل کیا اور آفتاب و ماہتاب کو مسخر کیا۔ یہ تمام کے تمام ایک معین میعاد تک محوِ حرکت رہیں گے۔

کس قدر صریح اعلان ہے حرکتِ ارض کا۔

زمین سورج کے گرد ۵۸،۵۰،۰۰،۰۰۰ میل کا دائرہ بناتی ہے۔ اس کی رفتار فی سیکنڈ ۱۸ میل، فی منٹ ۱۰۸۰ میل، فی گھنٹہ ۶۴۸۰۰ میل، اور رات دن میں ۱۵۵۵۲۰۰۰ میل ہے۔ فرض کرو تم سینما میں تماشا دیکھنے گئے تھے اور تین گھنٹے کے بعد واپس آئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس عرصہ میں تم تقریباً دو لاکھ میل فضا میں آگے نکل چکے ہو۔

چاند کا قطر ۲۱۶۰ میل اور زمین کا ۸۰۵۹ میل ہے۔ چاند زمین سے ۱/۲ ۱۳ گنا چھوٹا ہے اور ایک تیز گھومنے والی زمین کے اردگرد اس صفائی سے گھوم رہا ہے کہ تو زمین سے اسے کبھی اور کہیں سے دیکھ نہیں سکتا۔ زمین ۲۴ گھنٹوں میں اور چاند صرف ۲۹ دن میں ایک چکر پورا کرتا ہے۔

گرہن جب سورج اور ہمارے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے، تو سورج گرہن ہو جاتا ہے، بسا اوقات ہندوستان میں مکمل سورج گرہن ہوتے ہیں لیکن سائنس دانوں نے آج تک کوئی ایسا گرہن نہیں دیکھا جس میں سورج کو دیکھنے والے تمام کے تمام مقامات سے سورج کو دیکھ سکے ہوں۔ بالکل ممکن ہے کہ اس وقت چاند پوری طرح اہلِ ہندوستان اور سورج کے درمیان حائل نہ ہو، چاند گرہن اس لیے ہوتا ہے کہ زمین سورج اور چاند کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اور اس کا سایہ چاند پر پڑتا ہے۔

چاند کا فاصلہ چاند ہم سے ۲۴۰۰۰ میل دور ہے۔ اگر ایک گاڑی ۴۰ میل کی رفتار سے

روانہ ہو تو ۲۵۰ دن کے بعد چاند میں جا پہنچے گی۔ یا یوں سمجھئے کہ اگر آپ ایک توپ
اتنا لمبا تیار کریں کہ اس کا منہ ستوا کے اندر گردش میں دیئے جائیں اور اس توپ
کو چاند کی طرف پھینک دیں تو اس کا ایک سرا زمین پر ہوگا اور دوسرا چاند تک پہنچے
اگر ہم ایسی توپ بنائیں، جس کی پھٹنے کی آواز لاکھوں میل تک سنائی دے تو یہ آواز
چاند میں ۲ دن کے بعد سنائی دے گی۔ آواز ایک منٹ میں ۱۲ میل جاتی ہے

چاند کی اندرونی دنیا کا ہمیں پورا پورا علم نہیں۔ گو چاند ۲۴۰۰۰ میل
اور دوربین کی مدد سے کچھ کچھ صرف ۲۴۰ میل کی مسافت پر آجاتا ہے۔ لیکن جو آدمی
میل پر بھی کسی چیز کو صاف طور پر نہیں دیکھ سکتی، وہ ۲۴۰ میل پر کیا خاک دیکھ سکے گی؟
معلوم ہوا ہے کہ چاند میں پہاڑ ہیں، جو قدیم زمانے میں آتش فشاں تھے، اور جن کا اندر
خوفناک آگ سے بھرا ہوا ہے (Seething) جس کی آتش فشاں پہاڑوں کی
کالاوا آج منجمد ہو جائے تو یقیناً قمری پہاڑوں کی طرح نظر آنے لگے۔

زمین اندر سے گرم ہے۔ اگر ہم لوہے کے دو گولوں (ایک بڑا دوسرا چھوٹا) کو آگ
کچھ دیر کے لئے رکھ دیں تو چھوٹا گولا جلدی ٹھنڈا ہو جائے گا۔ چاند زمین کا بچہ ہے اور اس
وقت زمین سے نکلا تھا جب یہ پگھلے ہوئے لوہے کی طرح ابل رہی تھی، چونکہ اس کی دبے
چاند بالکل ٹھنڈا ہو چکا ہے، اور زمین اندر سے بدستور گرم ہے۔ اگر ہم لبالب بھرے ہوئے
کو چھوٹے سے تالاب میں تو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ جب یہ پانی فوراً ابلنے لگے
یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ چند منٹ پیشتر یہ پانی زیادہ گرم تھا۔ اس سے پہلے بہت
زیادہ گرم اور کچھ عرصہ پیشتر کھول رہا تھا۔ بس یہی حال زمین کا ہے کہ وہ کسی وقت آگ
رہی تھی، اب اس کا بیرونی قشر ٹھنڈا ہو گیا ہے، اور ایک ایسا وقت آجائے گا کہ

چاند کی طرح اس کا باطن بھی سرد ہو جائے گا۔

چاند کے اندر ہوا موجود نہیں، اس لیے وہاں زندگی کے قابل نہیں اور نہ کہیں پانی ملتا ہے۔ یہ ایک خشک بیابان ہے، چونکہ چاند کا حجم زمین سے ۱/۴۹ گنا کم ہے، اس لیے اس کی کشش ثقل بہت کم ہے، اشیاء کا وزن درحقیقت کشش زمین کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پتھر کا جو ٹکڑا ہمیں وزنی معلوم ہوتا ہے کہ زمین اسے کھینچتی ہے۔ جب ہم کوئی پتھر زمین سے اٹھاتے ہیں تو زمین اسے ہمارے ہاتھوں سے کھینچنے کی کوشش کرتی ہے اور وزن کا احساس ہوتا ہے۔ سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ چاند میں کشش ثقل زمین سے چھ گنا کم ہے اس لیے جو آدمی زمین پر چھ من کی ایک بوری اٹھا سکتا ہے، وہ چاند میں چھ بوریاں اٹھائے گا۔ وہاں کرکٹ کی گیند بلے کی چوٹ سے چھ گنا دور ہو جائے گی اور فٹ بال چھ گنا اونچا۔ چاند کی فضا جیسی گاڑی کا احساس تک ہو گا، لیکن آدمی اسی گاڑی کو ساتھ لے کر کسی ایسے مقام پر پہنچ جائیں، جہاں زمین سے ایک لاکھ گنا بڑا ہو تو ایک چھٹانک گٹھڑی ۵۰ من وزنی ہو جائے گی۔ وہاں آدمی کا بوجھ بہت بڑھ جائے گا۔

اللہ کی رحمت دیکھئے کہ ہماری زمین نہ تو اتنی بڑی ہے کہ پاؤں تک اٹھانا دشوار ہو جائے اور پانی کا ایک گھڑا چالیس من بھاری نہ ہو، اور نہ اتنی ہلکی ہے کہ معمولی آندھی سے درخت اکھڑ جائیں، درخت اکھڑ جائیں، ہمارے بچے تنکوں کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں اور ہلکے پھلکے ہو جائیں۔ ہماری زمین کی کشش ثقل ہمارے لیے بہت مناسب ہے۔ اگر زمین سے ایک لاکھ گنا بڑا ہوتا

اگر زمین کی رفتار زیادہ ہو جائے تو تمام اشیاء کا وزن گھٹ جائے۔ اور اگر زمین اپنی موجودہ رفتار سے ستر گنا تیز حرکت کرنے لگے تو کسی چیز میں وزن باقی نہ رہے۔ اگر فضائی ہوا کی جگہ سیماب بھر دیا جائے، جو ہوا سے ۱۴۶۰ گنا وزنی ہے تو ہم بس جائیں۔ زمین و آسمان کے یہی وہ اسباق ہیں جن کے مطالعہ کی بار بار تاکید کی گئی ہے!

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (جاثیہ ۳)	ارض و سما میں اہل ایمان کے لیے اسباق موجود ہیں

سیارے ۱۔ زہرہ: یہ ستارہ ہماری زمین جتنا بڑا ہے۔ سورج سے روشنی پاتا ہے۔ اس کی شکل چاند کی طرح گھٹتی بڑھتی ہے۔ یہ سورج کے گرد ایک چکر ایک سال اور سات ماہ میں پورا کرتا ہے۔

۲۔ عطارد۔ عطارد سورج سے ۳۶ ملین میل دور ہے لیکن ہم اسے بمشکل ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اور روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے۔

۳۔ مریخ: مریخ کی حرکات کچھ عجیب سی ہیں۔ چلتے چلتے رک جاتا ہے۔ پیچھے آجاتا ہے اور پھر اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ اس کا ایک چکر ۶۸۷ دن میں ختم ہوتا ہے اور اپنے گرد ۲۴ گھنٹے ۳۷ منٹ اور ۲۳ ثانیہ میں گھومتا ہے۔ اس کی سطح پانی نظر آتا ہے۔ اس کے شمالی و جنوبی حصوں میں بڑے بڑے سفید دھبے نظر آتے ہیں جو گرمیوں میں گھٹ جاتے ہیں اور سردیوں میں بڑھ جاتے ہیں۔ خیال ہے کہ یہ برف نہیں بلکہ برف ہے جو سردیوں میں پڑتی اور گرمیوں میں گھٹ جاتی ہے۔

۴۔ مشتری، نیپچون، زحل، یورینس: یہ ستارے ہماری زمین سے بہت بڑے ہیں۔ مشتری زمین سے ۱۳۰۰ گنا بڑا ہے۔ اپنے گرد ۹ گھنٹے ۵۵ منٹ اور ۳۱ ثانیہ

ہے گھومتا ہے۔ اور سورج کے اردگرد ایک چکر ۱۲ سال میں پورا کرتا ہے۔ اس میں گیس کے بادل بھی نظر آتے ہیں۔

سورج سے فاصلہ | چند اہم ستاروں کا بُعد سورج سے:

نام	بُعد	نام	بُعد
۱۔ عطارد	۳۶۰۰۰۰۰ میل	۶۔ زہرہ	۶۷۲۰۰۰۰۰ میل
۲۔ زمین	۹۳۰۰۰۰۰ "	۷۔ مریخ	۱۴۴۰۰۰۰۰ "
۳۔ مشتری	۴۸۳۰۰۰۰۰ "	۸۔ ۔۔۔	۲۵۲۰۰۰۰۰ "
۴۔ زحل	۸۸۷۰۰۰۰۰ "	۹۔ یورینس	۱۷۱۲۰۰۰۰۰ "
۵۔ نیپچون	۲۷۹۲۰۰۰۰۰ "		

جھمگٹا | ۱۔ زمین کا گیارہ ۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میٹر ہے۔ اور شعاع قطر ۱۲۷۰۰ میٹر ہے۔ ۱۲۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میٹر ہے۔ (میٹر کی لمبائی تقریباً ۳۹ انچ ہوتی ہے)

۲۔ مریخ کا مادہ زمین سے چھ گنا کم ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۶۸۷ دنوں کا ہوتا ہے۔

۳۔ مشتری زمین سے ۱۲۰۰ گنا بڑا ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۱۲ سالوں کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا قطر ایک ضرب ۴۰ ارب میٹر ہے۔

۴۔ زحل زمین سے بڑا گیارہ گنا ہے۔ اس کا قطر ۱۱۹۰۰۰۰۰۰۰ میٹر ہے۔

۵۔ یورینس کو ہرشل نے ۱۷۸۱ء میں دریافت کیا تھا۔ یہ زمین سے ۱۷ گنا بڑا اور سورج سے ۱۷۱۲۰۰۰۰۰۰ میل دور ہے۔ ایک چکر ۸۴ سال میں ختم کرتا ہے۔

۶۔ نیپچون کا حجم زمین سے ۵۵ حصہ بڑا ہے اور ایک چکر ۱۶۵ سال میں پورا کرتا ہے۔

۷۔ چاند کی سطح زمین سے چودہ گنا اور حجم ۱/۵۰ گنا کم ہے۔ اس میں پہاڑ ہیں جن میں سے بعض کی بلندی ۴۸۰۰ میٹر سے زیادہ ہے۔

۸۔ آفتاب زمین سے ۳۲۸۰۰۰ گنا بڑا ہے اور روشنی کا یہ حال ہے کہ ۱۰۰۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی ہے اور آفتاب سے ہم تک ۹۳۰۰۰۰۰ میل کا فاصلہ طے کرتی ہے۔

اللہ کی ربوبیت و با عظمت دنیا پر غور کرو، شمس و قمر کی بناوٹ کیا خوب ہے۔ ہر کس حیرت انگیز نظام سے اپنے مداروں پر گھوم رہے ہیں کہ کہیں کوئی تصادم نہیں، ٹکراؤ نہیں، کشمکش نہیں اور بدنظمی نہیں۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ (یٰسین ۴۰)

نہ دن اور رات میں ہے کہ سورج کی روشنی رات کی تاریکی کو ختم کر دے اور نہ رات میں ہے کہ دن کی روشنی کو ختم کر دے۔ یہ سب اپنے اپنے مدار میں باقاعدگی سے تیر رہے ہیں۔

وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ (حج ۶۵)

اللہ نے آسمان کو یوں تھام رکھا ہے کہ وہ زمین پر نہیں گر سکتا۔

ہندوستان میں ریلوے کا انتظام دیکھئے، گاڑیاں روانہ ہوتی ہیں، کئی کئی بار بدلتی ہیں، کئی کئی گھنٹے ٹھہرتی ہیں، لیکن ہفتے دن کا ڈھیلا میں اتفاق ہوتا ہے۔ جہاز ہفتوں بلکہ مہینوں میں منزل تک آتے جاتے ہیں، دوسری طرف کروڑوں ہندوستان کے شہریوں کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں، کوئی سگنل دینے والا نہیں، کوئی کانٹا بدلنے والا نہیں، لاکھوں میل کا

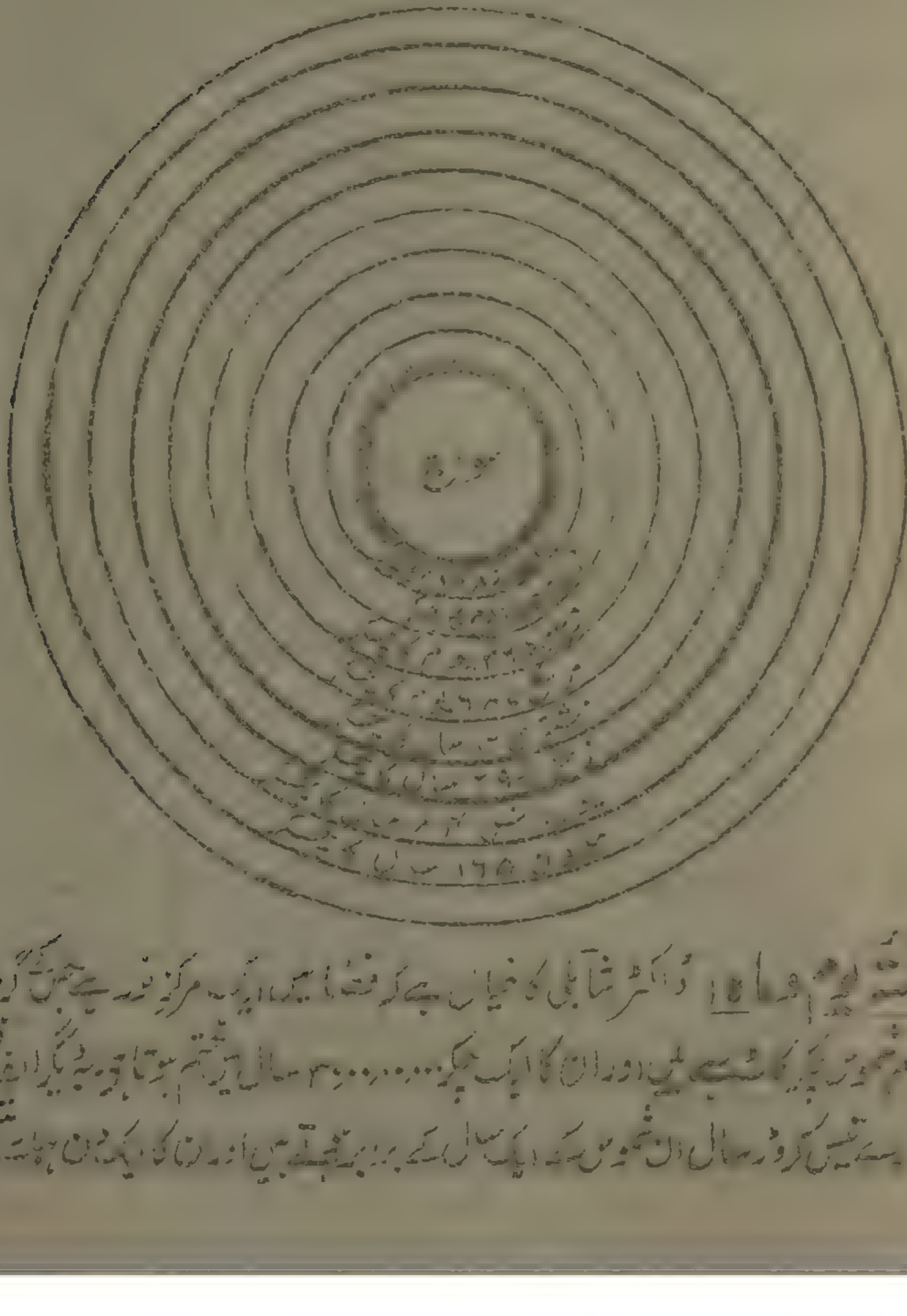

نوٹ:- ڈاکٹر شبلی کا خیال ہے کہ فضا میں ایک مرکز ثقل ہے جس کی گرد
تمام کہکشائیں ایک مخصوص رفتار سے گھوم رہی ہیں۔ اس کا ایک چکر ۲۰۰،۰۰،۰۰۰ سال میں ختم ہوتا ہے۔ یہ بھی اندازہ
لگایا ہے کہ اس مرکز ثقل کے گرد ۳۰ کروڑ سال میں ایک چکر پورا کرتا ہے۔

کروڑوں یعنی ۲۱۹۰۲۸ سال کے برابر ہیں کہ آسمان میں نظام شمسی کی کوئی انتہا نہیں اور ہر سیارے کی حرکت اپنے مرکز کے گرد دوسرے سے مختلف ہے۔ اس لیے ہر نظام کے سال اور ماہ کی مدت بھی مختلف ہے۔ ہمارے ہاں ایک دن رات زمین کی محوری گردش (۲۴ گھنٹے) کا نام ہے اور سال زمین کی آفتابی گردش (۳۶۵ دن) کا نام لیکن دوسرے نظاموں کے سال اور ماہ بہت مختلف ہیں۔ مثلاً عطارد کا سال ہمارے ۸۸ دن کا ہوتا ہے۔ زہرہ کا سال ۲۲۵ یوم کا، لیکن مشتری کا سال ہمارے ۱۲ سال، زحل کا ہمارے ۲۹½ سال اور نیپچون کا سال ہمارے ۱۶۵ سال کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح کہیں کوئی ستارہ ہزار سال میں اور کہیں پچاس ہزار سال میں اپنے مرکز کے گرد چکر کاٹتا ہے۔ اس لیے اللہ کا یہ ارشاد بالکل درست ہے:

اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ اللہ کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

..... فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰/۴) ..... ایسے دن میں جو تمہارے پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔

ستارے اور اُن کے بچے ہر ستارے کے کئی بچے ہیں، جو اس کے گرد چکر کاٹتے ہیں۔ تفصیل جدول ذیل میں ملاحظہ ہو:

جدول اوّل (دادا اور پوتا)

نام	بُعد از ارض	قطر	گردش
سورج	۹۳,۰۰۰,۰۰۰ میل	۸۶۴۰۰۰ میل	اپنے گرد ۲۵ دن
چاند	۲,۴۰,۰۰۰ میل	۲۱۶۰ میل	زمین کے گرد ۲۷ دن

جدول دوم (سورج کے بچے)

نام	گردش (زمین کے گرد)	قطر میلوں میں	آفتابی گردش (ایام)	بُعد از آفتاب
عطارد	۵۔۲۴	۲۹۹۲	۸۸,۹۶۹	۳۵,۹۰۰,۰۰۰

زہرہ	۲۱-۲۳	۶۶۶۰	۳۴۰۷۰	۶,۶۰,۰۰,۰۰۰ میل
زمین	۲۳-۵۶	۷۹۱۸	۳۶۵,۲۶	≈ ۹,۳۰,۰۰,۰۰۰
مریخ	۲۳-۳۶	۴۲۰۰	۶۸۶,۹۸	≈ ۱۴۱,۰۰,۰۰۰
مشتری	۵۵-۹	۸۵۰۰۰	۴۳۳۲,۶	≈ ۴۸,۲۰,۰۰,۰۰۰
زحل	۱۳-۱۰	۱۰۰۰۰	۱۰۷۵۹	≈ ۸۸,۴۰,۰۰,۰۰۰
یورینس	نامعلوم	۳۱۷۰۰	۳۰۶۸۰	≈ ۱,۷۸,۰۰,۰۰,۰۰۰
نیپچون	″	۳۸۱۰۰	۶۰۱۲۷	≈ ۲,۷۸,۰۰,۰۰,۰۰۰

جدول سوم (مریخ کے بعد)

نام	گردش کے مریخ سکنڈ - منٹ - گھنٹہ	بعد از مریخ
فوبس	Phobus ۱۴ - ۳۹ - ۷	۵,۸۰۰ میل
ڈیموس	Deimos ۵۴ - ۱۷ - ۳۰	″ ۱۴,۵۰۰

جدول چہارم (مشتری کے بعد)

نام	گردش گرد مشتری سکنڈ - منٹ - گھنٹہ - دن	بعد از مشتری
نامعلوم	۴۴ - ۳۷ - ۱۸ - ۱	۲,۶۲,۰۰۰ میل
″	۴۲ - ۱۳ - ۱۳ - ۳	″ ۴,۱۶,۰۰۰
″	۳۳ - ۴۲ - ۱۳ - ۷	″ ۶,۶۴,۰۰۰
″	۱۱ - ۳۲ - ۱۶ - ۱۶	″ ۱۱,۷۰,۰۰۰

جدول پنجم (زحل کے بعد)

نام	گردش گرد زحل سکنڈ - منٹ - گھنٹہ - دن	بعد از زحل
اپیٹس	Titus ۹ - ۲۷ - ۳۷ - ۰۰	۱,۱۸,۰۰۰ میل
اینسلیڈس	Enceladus ۱ - ۸ - ۳۵ - ۶ - ۰۰	″ ۱,۵۲,۰۰۰
تھیٹس	۴ - ۲۵ - ۱۸ - ۱ - ۰۰	″ ۱,۸۸,۰۰۰

نام	فاصلہ سورج سے	قطر
ڈائیونی	۴-۱۴-۴۱-۸۷۹	۳,۴۰,۰۰۰ میل
رہی	۴-۱۳-۲۵-۱۰۴۸	۳,۳۶,۰۰۰ میل
ٹیٹن	۳-۲۳-۴۱-۲۵۳	۷,۰۱,۰۰۰ میل
ہائیپرن	۳-۵-۷-۸۰۸	۲,۶,۰۰۰ میل
جیپٹس	۵-۷-۵۳-۳۰۳	۳۰,۰۰,۰۰۰ میل

جدول چھ: یورینس کے اولاد

نام	فاصلہ یورینس سے	قطر
ایریئل	۱,۱۹,۰۰۰ میل	۲,۵۲,۰۳۸۳ میل
امبریئل	۱,۷۴,۰۰۰ میل	۳,۴۶,۱۸۱ میل
ٹائٹن	۲,۷۲,۰۰۰ میل	۳,۰۶,۰۰۰ میل
اوبیرن	۳,۷۳,۰۰۰ میل	۳,۱۲,۰۰۰ میل

جدول ہفت: نیپچون کے اولاد

نام	گردش کا دور	فاصلہ نیپچون سے
نامعلوم	۵۰۰ دن	۲,۴۰,۰۰۰ میل

دعا بتلہ جنود ربک الا ھو (مدثر ۳۱) لشکر شکن کا علم (لشکر) کو معلوم ہے۔

حرکت آفتاب اگر ہم اپنی بلندی پر پہنچ جائیں جہاں ہوا کی مزاحمت نہ ہو اور وہاں ایک پتھر زور سے پھینکیں۔ تو وہ تھوڑی دور جا کر زمین پر آ گرے گا۔ اگر ہم اس سے زیادہ زور سے پھینکیں تو وہ اور دور جا گرے گا۔ اگر ہم اس قدر زور سے پھینکیں کہ وہ زمین پر نہ گرے تو وہ زمین کے گرد چکر لگانے لگے گا۔ یہی حال ستاروں کا ہے کہ وہ بھی اسی طرح سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ ان کو بھی کسی نے پھینکا تھا۔ کسی نے ان کو بھی چلتے ہوئے جواب تک نہیں دیکھا۔ ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ان آفتابوں نے ان کو اپنی حرکات کو ضروری بنا دیا۔ اگر آفتاب یہ ضرورت ایجاد نہ دیتے تو یہ ستارے [illegible]

کہاں سے کہاں تک چلتے، اور ہمیں کتنی دنیاؤں سے گزرنا اور کس قدر تباہی پیدا کرتے
جس طرح کہ ایک بہت بڑا ایٹم بم ایک خاص دائرے میں پھیلتا ہے، اسی طرح
سورج کی کشش نے مشتری وغیرہ کے آس پاس کی زمین کو متاثر کر رکھا ہے
جہاں سے یہ سیارہ اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

لطیفہ: حضرت موسیٰ نے اللہ سے پوچھا کہ موت کی وقت ہے؟ اللہ نے کہا کہ
دو بوندیں قدیر تک گریں، اس کے بعد کفن ہو جائی۔ حضرت موسیٰ کو اونگھ آگئی
ہاتھ ٹوٹ پڑے اور بوندیں گرنے لگیں۔

جس نے اللہ کا بہترین رنگ میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ ایک کپڑے
کی طرح ہوتا تو اس کی کروڑوں دنیائیں ایک دوسرے پر گرتی ہوئی
ہے جیسے نہ آئی تو اور نہ دیکھتا ہے، اس لیے کہ
زمین تو ان کا انت ہے ان کے بعد.....

لطیفہ: ایک بچہ اور ایک بڑا آدمی یہ بحث کر رہے تھے کہ ہفتہ کے ہر دن پر ایک
خاص سیارے کا اثر اور حکومت ہوتی ہے۔ اس پر ان سے ان لوگوں نے بعض دنوں
کو مقرر کر لیا جن دنوں تک موجودہ سیاروں کے نام پر کیے مثلاً:

(۱) Sunday (اتوار) Sun آفتاب کی طرف منسوب ہے۔

(۲) [illegible] چاند کی طرف منسوب ہے۔

(۳) [illegible] (منگل) Mars

کہتے ہیں۔ اگلی لفظ (فرانسیسی زبان میں) Mardi ہے۔

(۴) اسی طرح فرانسیسی زبان میں بدھ وار کو Mercred (Mercury day) یعنی عطارد کا دن کہتے ہیں۔

(۵) Thurs کے معنی ایک جرمنی لغت میں مشتری اور Tis کے معنی زہرہ ہوئے ہیں تو Thursday کے معنی مشتری کا دن اور Fridas کے معنی زہرہ کا دن ہوں گے۔

(۶) زحل کو انگریزی میں Saturn کہتے ہیں تو Saturday ہفتہ کے معنی ہوئے زحل کا دن۔

اسلام ان توہمات سے آزاد تھا، اس لیے ان ایام کو کواکب کی طرف منسوب کرنے کی بجائے یوم الاحد (پہلا دن) دوسرا دن) وغیرہ کہا، تاکہ مسلم ستاروں سے ڈرا نہ کریں۔

ثوابت: ثوابت در اصل مہیب آفتاب ہیں، جو ہم سے بہت دور ہیں اور یہ دور بھی کئی طرح سے الٰہی رحمت ہیں۔

اوّل: اگر یہ نزدیک ہوتے تو ہم مختلف شمسوں کی حرارت سے جل جاتے۔

دوم: یہ بڑے بڑے آفتاب ہماری زمین اور نظام شمسی کو کھینچ کر دیوانہ کر دیتے۔

یہ ثوابت اس قدر دور ہیں کہ اگر ہم ان میں سے کسی ایک پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو سورج ایک چمکتا ہوا ستارہ نظر آئے اور ہمیں کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ ہمیں اپنی آنکھ سے ۰۰۰ ستارے نظر آتے ہیں، دوربین سے ان کی تعداد کروڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔ کیمرے کی پلیٹ (جو تصویر ہمارے جسمانی چشم سے ستاروں کی تصویر کھینچ سکتی ہے) کسی دوربین سے نظر نہیں آسکتے۔ مسٹر اسچی رابرٹ (جو پہلے شخص ہیں جنہوں نے آسمان کے ۱/۱۰ حصے کی تصویریں لیں) سو ہزار ستارے ایک تصویر میں اتارے ہیں

کُل ستاروں کی تعداد سولہ کروڑ ہونا چاہیئے لیکن اللہ کے بتائے بغیر اس تعداد کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

علوم طبیعی کے چند سر پھرے نوٹنے کبھی کبھی یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ ایجاد فیاضیت دیانت مولویوں کے فرضی قصّے ہیں، انسانی حیات کی منزل موت ہے آگے کچھ بھی نہیں، مرکب کوئی چیز ہو سیدھی ہڈیوں میں دوبارہ جان ڈالنا کوئی کھیل نہیں۔ ان جاہلوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس فضا میں ہمارے چاروں طرف کروڑوں شمسی واقعات ہیں، لاتعداد زمینیں سر گرم پرواز ہیں اور ہر طرف ایک مبہوت کن سلسلہ موجود ہے، تو جس اللہ نے یہ عظیم الشان دنیائیں بنائیں، جہاں نور و ظلمت کا پرشکوہ نظام قائم ہے، کیا اُس اللہ کے لیے چند ہڈیوں میں جان ڈالنا مشکل ہے؟

کیا آپ کو اپنی خلقت پر کبھی غور کرنے کا موقع نہیں ملا؟ کیا آپ کی ساخت مشکل ہے یا آسمانوں کی خلق؟ اس

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا (النازعات ۲۷-۲۹)

نے زمین و فضا میں کروڑوں دنیائیں بنا کر ان میں توازن و اعتدال پیدا کیا۔ روز و نور و ظلمت کا سلسلہ جاری کیا۔

مطلب یہ کہ جو اللہ ظلمت سے نور نکال سکتا ہے وہ موت کی تاریکیوں سے آفتاب حیات بھی نکال سکتا ہے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

ذرا غور سے دیکھئے! یہ ستارے کتنی تعداد میں آسمان پر نظر آتے ہیں، ان کی حرکات کچھ خاص نظم و ضبط کے ساتھ ہیں۔ ہزاروں سال سے یہ ستارے اپنی اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کی رفتار سو سو برس میں بھی ناپی جائے تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ان ستاروں کے درمیان جو فاصلے ہیں وہ بھی ہمیشہ ایک سے رہتے ہیں۔ ان کی آپس کی کشش میں بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ ان کی وضع اور ان کے مدار میں بھی کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

آفتاب سے کہتے ہیں بڑی ہی کہ یہ سیارے سورج سے دور ہٹ جاتے ہیں تو وہ غائب ہو جاتے ہیں۔
شہاب ثاقب یہ بہت سے بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں جو بہت ٹوٹتے وقت نظر آتے ہیں۔
یہ ٹوٹے ہوئے ان کی مثال ہوتی ہے۔ اور یہ بہت مرتے وقت نظر آتے ہیں۔ ان کی زندگی
تقریباً بارہ ہزار میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ یعنی بندوق کی گولی سے ۱۰۰ گنا زیادہ۔ روزانہ
اور گرد صرف اٹھارہ فی گھنٹہ میں چکر کاٹ سکتے ہیں۔

یہ چھوٹا سا ستارہ سورج سے دور ہوتا ہے۔ اس میں سورج سے روشنی حاصل کرنے کی اتنی طاقت
نہیں ہوتی۔ جب یہ بہت چھوٹے ہوں زمین کے قریب آجاتا ہے تو زمین اسے کھینچ لیتی ہے
کرہ ہوا میں بہت تیزی کے ساتھ گرتے ہیں اور خاکی ذرات سے رگڑ کھا کر بہت گرم
ہو جاتا ہے اسے آگ لگ جاتی ہے۔ اور ایسی حالت میں ہوا میں ہی پگھل
ہو جاتا ہے یہ ہے حقیقت شہاب کی۔

بندوق کی گولی کی رفتار کتنی ہوتی ہے۔ اگر آپ اس گولی کو ہاتھ
لگا لیں گے تو زخم آئیں گے یہ آگ خاکی ذرات کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ شہاب کی رفتار
پتہ لگا کہ گولی سے ۱۰۰ گنا زیادہ ہے اس لیے ہم حساب کر سکتے ہیں کہ زمین پر پہنچتے پہنچتے
کا درجہ حرارت ۱۰۰۰ سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ جو اسے پگھلانے کے لیے کافی ہے۔

اگر شہاب کی رفتار کم ہوتی تو وہ پگھل نہ سکتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر رات ہزاروں
آسمان کی طرف سے شہاب برسائے جاتے ہیں۔ ان کا ہمیں
اس مصیبت سے محفوظ رکھا ہے۔ نہ اگر ہم پر پتھر شہابوں کی رفتار کو کم کر کے ہم پر
پتھر برسا کر ہم تباہ ہو جاتے۔

اگر آسمان سے شہاب برسائے جائیں تو آپ کو محفوظ جگہ پر ہونا چاہیئے۔ اگر آپ

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا

(حدیث)

سے تم پہلے حساب کرنا شروع کر دو، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اخیر کے حساب کی ایک صورت یہ بھی ہے

تاہم یہ ارشاد ان کے پیش (نظر) رہنا چاہیے ہیں اور اللہ کا یہ فرمان نظر میں رہنا ثابت ہو رہا ہے سبحان اللہ قرآن حکیم کی ہر آیت میں کس قدر سباق

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ (الانعام ۹۸)

اللہ نے ستارے اس لیے بنائے کہ تم بحر و بر کی تاریکیوں میں سفر کے قابل ہو سکو۔ ہم نے یہ آیات علم والوں کے لیے تفصیل سے بیان کی ہیں۔

فرمایا آپ نے کہ قرآن حکیم نے علم کی تعریف یہ کی ہے کہ جو علم کائنات کی وسعتوں کے ساتھ ہو۔

ہم نے دیکھا کہ ذرات کا وجود ہونا ضروری ہے۔ اول، اس لیے کہ آفتاب کی حرارت کو صرف ذرات ہی قبول کر سکتے ہیں۔ اور یہ آخر موصل ہے۔ تاہم یہ ایک ذرہ کیونکر بن جاتا ہے۔ ہم اس لیے کہ بارش کی بوندیں ان ذرات کے ساتھ مل کر ایک قطرہ بن ہی نہ سکتے۔ اگر ان ذرات کا سہارا نہ ہوتا جو ان کے ساتھ ذرات پانی کے ساتھ کر زمین پر آجاتے ہیں اور فضا میں گرد و غبار کی طرح ایک کثیر حصہ شہاب ثاقب بن جاتے ہیں۔ اللہ اکبر! ذرہ بیت کی کیا شان ہے اور اس کی عظمت کہ کس رنگ میں ہماری پرورش کر رہی ہے۔

چند سال ہوئے کہ ایک ہوا باز نے اپنا تجربہ یوں بیان کیا۔ رسول ٹرنک گزٹ
دسمبر ۱۹۳۳ء کہ اس کا طیارہ کافی بلندی پر جا رہا تھا کہ اچانک تین شہاب ثاقب
ہو گئے اور وہ دائیں بائیں ہو گیا۔ تو کیا اب بھی اس حقیقت سے انکار ہو سکتا ہے کہ

..... وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝
..... إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ
شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ (الصافات)

..... ہم نے آسمان کو شیطان سے محفوظ کر دیا
..... جب کوئی شیطان سننے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب

فرعون و نمرود و قیصر و کسریٰ و دیگر شیاطین انس انبیاء کے ہاتھوں ہمیشہ یہی
ہوتے رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ نظامِ وحی و فلکِ الہام کے شہاب (انبیاء) ان شیاطین
کا ہمیشہ پیچھا کرتے رہے اور اپنی عصمت کی بدولت انھیں کلام الٰہی سننے
کی توفیق نہ ہوئی۔ اسی مقصد انسانی و دینی کی خاطر ہر زمانہ میں
یہ الوالعزم ستارے دنیائے سیاست پر ہمیشہ شہاب بن کر ٹوٹتے رہے۔ فَاتَّبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔

جب زمین سورج سے پیدا ہوئی تھی۔ تو قدرے چھوٹی تھی۔ اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں
جو کرۂ ہوا کی حدیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر ہماری زمین میں اندفاع کرتے ہیں قدرے بڑی ہوتی ہیں آپ
کہ ایک چھوٹا سا شہاب زمین میں یہ اندفاع کر سکتا ہے۔ تو گزارش ہے کہ ہوا کے کرۂ
بنتے ہیں اور شہابوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ اس کے بغیر کسی اور کرۂ کے
اگر یہ شہاب ایک ہو۔ شہاب ..... ہوا کرۂ ہوا اور
کے درمیان ہو اگر پتہ جس سے چھوٹے چھوٹے ٹوٹ ٹوٹ کر کچھ فاصلہ پر
ہیں سے ایک زبردست آواز پیدا ہوئی ہو پندرہ منٹ کے بعد زمین پر
میں تقریباً ۱۲ میل سفر کرتی ہے تو گویا یہ شہاب زمین سے ۔ ۔ ۔ ۔

سر رابرٹ ایٹ بال ال ال ڈی کہتا ہے کہ ۱۲ نومبر ۱۸۶۶ء کی رات کو دوستارے ٹوٹنے جھڑنے شروع ہوئے اور پھر آٹھ پہر ہوا اور ہر سیکنڈ میں کی تعداد تک پہنچ گئی۔ فضا روشنی سے جگمگا اٹھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر آتش بازی ہو رہی ہے۔ یہ تماشہ تین گھنٹے تک جاری رہا۔ یہ منظر ہر ۳۳ سال کے بعد آسمان پر نظر آیا کرتا ہے۔ ۱۲ نومبر ۱۸۳۳ء کو اس قدر شہاب ثاقب ہوئی تھی کہ لوگ ڈر گئے تھے۔ ۱۲ نومبر ۱۸۳۳ء کو یہ تماشہ مسٹر کرک وڈ (Kirkwood) نے افریقہ میں دیکھا تھا۔ مسٹر ڈوبے ہیں کہ آدھی رات کے وقت حبشیوں نے شور مچایا: "بھائیو! مارے گئے۔ دنیا کو آگ لگ گئی۔" میں تلوار لے کر باہر آیا تو دیکھا کہ شہابوں کی وجہ سے گویا آسمان کو آگ ہی لگی ہوئی ہے۔ یہ تماشہ ہر ۳۳ سال کے بعد ۱۲ نومبر کی درمیانی رات کو ہوا کرتا ہے۔ ۱۸۳۳ء ۱۸۶۶ء اور ۱۹۰۰ء کو یہ منظر دیکھا گیا تھا۔ اب بشرطِ زندگی ۱۹۶۶ء میں پھر دیکھیں گے۔

اس شہاب بارش کی وجہ یہ ہے کہ شہاب ثاقب نظامِ شمسی کے گرد دن گھومتے ہیں کہ ہر ۳۳ سال کے بعد ۱۲ نومبر کی رات کو زمین شہابوں کی راہ (راہِ گردش) کو کاٹتی ہے تو جس قدر شہاب ثاقب قریب ہوتے ہیں۔ وہ کشش ثقل سے زمین کی طرف دوڑتے ہیں اور مشتعل ہو کر روشنی پیدا کرتے ہیں۔ یوں تو زمین ہر سال اس راستے گزرتی ہے لیکن شہاب صرف ۳۳ سال کے بعد ہی دکھائی دیتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی اکا دکا شہاب ہر سال پاس موجود ہو تو وہ بھی نظر آتا ہے۔ زمین شہابوں کی گزرگاہ سے سال میں دو دفعہ گزرتی ہے۔

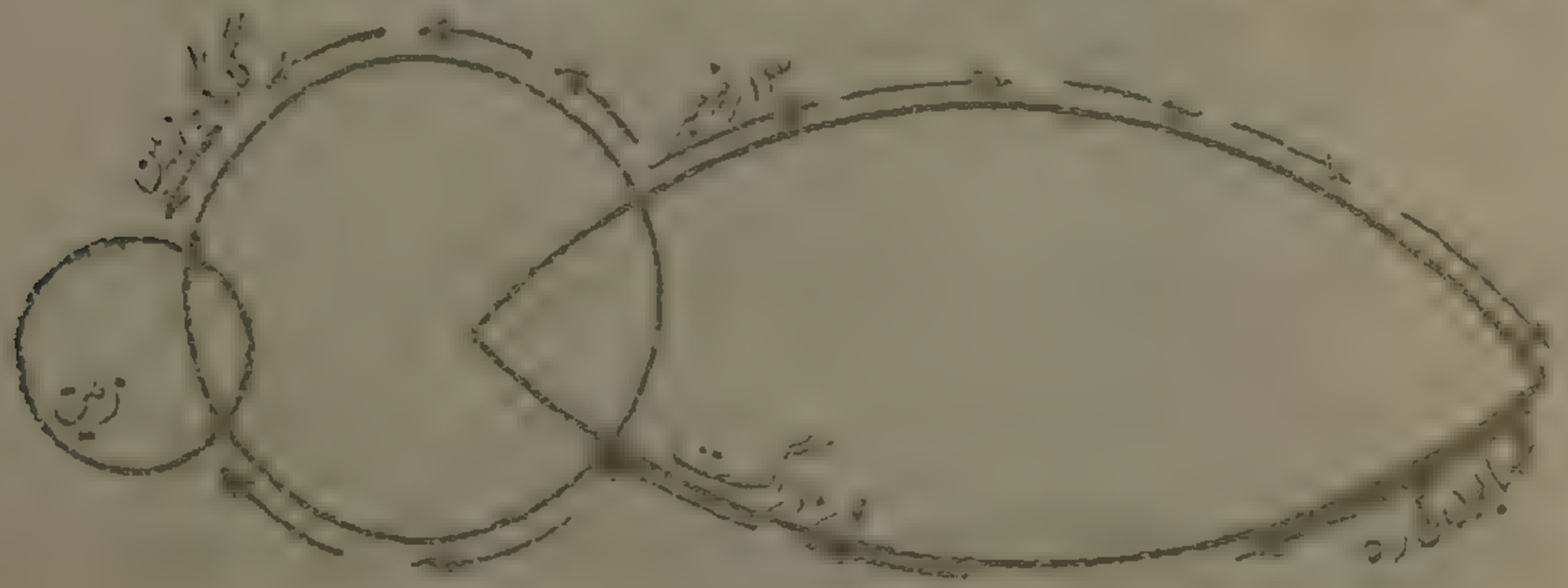

بعض اوقات ۹، ۱۰ اگست کی رات کو بھی شہاب باری ہوتی ہے۔

شہاب کی پیدائش جنگ عظیم کے معاً بعد امریکہ کے ایک موجد نے ایک زبردست توپ بنائی کہ جب اس کا گولہ پھینکا گیا تو وہ حدود زمین سے باہر نکل گیا اور کشش ثقل سے آزاد ہو کر فضا میں گھومنے لگ گیا۔ اسی طرح کسی وقت آتش فشاں پہاڑ نے اپنے اندر سے ایک ٹکڑا اس قوت سے پھینکا کہ وہ کشش زمین سے آزاد ہو کر فضا میں گھومنے لگ گیا۔ اب زمین کو جس وقت موقع ملتا ہے، وہ ان مفرور بچوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

بعد بحیثیت ان میں سے ستاروں کا فاصلہ ناپنے کے لیے ہمارے سال نما کے پیمانے ہیں۔ اس لیے علمائے ہیئت نے سال نوری کی اصطلاح وضع کی ہے۔ ایک آدمی ایک سکنڈ میں صرف ایک قدم یا اس سے کم مسافت طے کرتا ہے اور روشنی ایک سکنڈ میں ۱۸۶۰۰۰ میل مسافت طے کرتی ہے۔ اگر ایک آدمی روزانہ بیس میل سفر کرے تو اسے ۲۵۰۰۰ دن یا ۶۸ سال کے لیے ۹۳۰۰۰۰۰۰ ایام کی ضرورت ہوگی۔ بہ دیگر الفاظ روشنی کا ایک ثانیہ ہمارے ۶۸ سال کے برابر ہے۔ ایک منٹ میں روشنی ۱۱۱۶۰۰۰۰ میل سفر کرتی ہے۔ ایک گھنٹے میں ۶۷۰۰۰۰۰۰۰ میل۔ ایک رات دن میں ۱۶۰۸۰۴۰۰۰۰۰۰ میل۔ ایک ماہ میں ۴۸۲۴۱۲۰۰۰۰۰۰۰ میل اور ایک سال میں ۵۸۷۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میل سفر کرتی ہے۔ اور یہ ہے سال نوری۔ ایک انسان روزانہ بیس میل کے حساب سے سال بھر میں ۷۳۰۰ میل مسافت طے کرے گا اور روشنی اس مسافت کو صرف $\frac{1}{25}$ سکنڈ میں طے کرتی ہے۔ ایک سال میں تقریباً ۳۱۵۳۶۰۰۰ سکنڈ ہوتے ہیں۔

قریب ترین ستارے کا فاصلہ سورج ہم سے ۹۳۰۰۰۰۰۰ میل دور ہے۔ اس روشنی تقریباً ۸ منٹ میں زمین پر پہنچتی ہے۔ اور قریب ترین ستارہ ۲۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ میل ہے۔ اس بعد کا اندازہ یوں لگایا ہے کہ زمانہ شتائیں روزاعدیت کا دو گا اس قدر تبدیل ہوتا ہے کہ

زمین کے اردگرد سات چکر دیئے جا سکیں۔ اگر ہم اس قدر دھاگا تیار کرنا چاہیں کہ وہ قریب ترین ستارے تک پہنچ سکے تو چار سو سال خرچ ہوں گے۔ اگر ہم ایک لاکھ کو ان ہندسوں کے گننے پر لگا دیں تو تین لاکھ سال صرف ہوں گے۔

شہاب کی رفتار گولی سے سو گنا زیادہ ہے۔ اور روشنی کی رفتار شہاب سے دس ہزار گنا تیز ہے۔ یہ روشنی قریب ترین ستارے سے تین سال کے بعد ہم تک پہنچتی ہے۔ چوں کہ دیکھنا وقت روشنی سے ہو سکتا ہے، اس لیے اس ستارے کی جو حالت ہم آج دیکھتے ہیں، وہ تین سال پہلے کی ہے۔ بہ الفاظ دیگر اگر ہم اڑ کر اس ستارے پر جا پہنچیں تو ہمیں زمین کے صرف وہ واقعات نظر آئیں گے جو یہاں تین سال پہلے ہو چکے تھے۔ اگر یہ ستارہ آج مٹ جائے تو تین سال تک ہمیں نظر آتا رہے گا۔

بگ [illegible] ستارے سے روشنی آج ہم تک پہنچ رہی ہے، وہ تیس سال پہلے کی ہے۔ اگر ہم اس ستارے پر چلے جائیں تو ہمیں زمین پر موجود نسل کا کوئی آدمی نظر نہیں آئے گا بلکہ گزشتہ نسل کے انسان نظر آئیں گے۔ بعض ستارے اس سے بھی دور ہیں۔ کہکشاں کا قریب ترین ستارہ دس لاکھ سال نوری اور بعید ترین ستارہ بیس کروڑ سال نوری کی مسافت پر واقع ہے۔ بہ زبان الفاظ کہکشاں کا قریب ترین ستارہ ہم سے ۶۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل دور ہے اگر ہم اس ستارے پر جا پہنچیں تو ہمیں بنی آدم سے پہلے کے واقعات نظر آئیں گے۔

[illegible] میں ہم نے یہ ایک آنہ مقرر کیا۔ اب تم ریلوے سٹیشن سے ٹکٹ لینا چاہتے ہو۔ آنوں کو روپوں اور روپوں کو اونڈوں میں بدل لو۔ پونڈ صندوق میں ڈالو، دوڑا اٹھا کر سٹیشن کی طرف چلو۔ صندوق بھاری ہے آٹا نہیں جاتے تو بھی منگا لو۔ ایک ٹانگے کا کام نہیں چلتا تو دس ٹانگے منگا لو۔ معلوم ہوا کہ صندوق اب بھی نہیں اٹھتے۔ گاڑی لے لو۔ اے یہ تو ایک گاڑی میں بھی

سما سکتے۔ ٹھہرو، حساب کرلیں۔ حساب کے بعد معلوم ہوا کہ ۵۰۰ میل گز یا اس کے لگ بھگ ہوگی۔
بعض ایسے ستارے بھی ہیں جن کی روشنی ابتدائے عالم سے اب تک ہم تک نہیں پہنچی
بعض پیدا ہو کر مٹ گئے، لیکن روشنی کا بدستور انتظار ہے۔

شعری کی روشنی نو سال میں، اور عناک رامح کی پچاس سال میں ہم تک پہنچتی ہے۔

ستاروں کے رنگ | بعض ستارے سفید، بعض سنہرے، بعض سبز، بعض نیلے، بعض
سرخ ہیں اور تقریباً اسی نسبت سے ہیں جس سے ہماری زمین کی مختلف
سورج سے ۱۶ لاکھ گنا زیادہ روشن ہیں، اور ان کا قطر ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ میل ہے۔

بیولا یا سحابی | آسمان میں روشنی کے چند گول دھبے نظر آتے ہیں۔ ان کی شکل اس طرح ہے:

اس ستارے کے حول و حوش [illegible] کا اندازہ لگانے کے لیے ہم اس
میں ریوے لائن بچھاتے ہیں۔ ایک کنارے سے گاڑی چلتی ہے
کی رفتار سے روانہ ہوتی ہے تو دوسرے کنارے تک پہنچنے
اس طرح کے سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں دریافت ہو چکے ہیں۔

کتنے بڑے بڑے کرّے لاکھوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے محوِ پرواز ہیں جب ہم ان پر نظر
پہلے پہل پڑتی ہے نگاہ ڈالتے ہیں تو اپنی بے مقداری پر حیرت کا زبردست اثر دل پر پیدا ہوتا
ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ اس خالق ارض و سما کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ انسان جیسے
اس قدر حقیر اور ہیچ مخلوق کی رہنمائی و رہبری کرتا رہا۔ ادھر انسان کو دیکھو کہ ان دنیاؤں کے مقابلہ میں

اس کی بڑی ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں۔ ناقدانی و بدعملی میں چوٹی تک ڈوبا ہوا اور پھر بھی
کہتا ہے اور اڑا ہوا ہے کہ منڈھے دربہ دامنگیر پڑتا ہے، لیکن جنت کے ٹھیکیدار ہونے کا
پندار ہے چھٹتا ہے اور جنت میں بھی سکتا، لیکن ہٹ رہوڑ ہونے کا غرور ہے کہ سکتا
وہ تو ہے ہی بے حقیقت لیکن تقدس و پاک بازی کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس پر خود غلط انسان
کوئی معمولی کیڑا نہیں بلکہ جبروت رب کے ہاں جس کی فضاؤں میں زمین جیسی اربہا کرہ
دنیائیں نہایت شکوہ و عظمت سے گھوم رہی ہیں، انسان کو کوئی وقعت حاصل نہیں ہے
اس بے مہر کیڑے کی ان لرزہ انگیز کڑوں کے سامنے ہستی ہی کیا ہے؟ تو پھر یہ نشہ کیوں؟
یہ غرور و پندار کیسا؟ اور یہ اَنَا وَلَا غَيْرِيْ کا دعویٰ کیسا؟

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	زمین و آسمان اسی کبریا و جبروت کی داستانیں

مقابلہ ہماری زمین فضا میں ایک حقیر سا کرہ ہے۔ کہ کروڑوں کرے ہماری زمین سے
لاکھوں گنا بڑے فضا میں چکر کاٹ رہے ہیں، یہ فرض کرنا کہ ان کروں پر آدمی نہیں، غلط ہے
یہ زمین اُن کروں کے مقابلہ میں ایک کھلونا ہے۔ صرف شمسی ہماری زمین سے ۱۲ گنا بڑا ہے
تو کیا یہ تمام دنیائیں صرف زینت کے لیے بنائی گئیں؟ محض کھیل کھیلنے پیدا کی گئیں؟ کوئی اور
مقصد نہ تھا؟ ضرور ہے۔ لیکن ابھی ہمارا علم بہت ناقص ہے، اُن دنیاؤں کے راز
دریافت کرنے کے لیے کئی ہزار صدیاں اور صرف ہوں گی اور تب کہیں معلوم ہوگا کہ

وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝	یہ سب آسمان اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے
	بیچ میں ہے اور جو کچھ تہ خاک ہے۔

تشریح اس وقت تک صرف ہماری زمین کے تمدن و حکومت، بلند و پست، اخلاق وغیرہ

پڑھنے کو دنیا سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اگر ہمیں دوسرے کروں کا علم کتابوں سے
کی طرح حاصل ہوتا، تو ہم ان کے متعلق بھی کتابیں لکھتے ہوں کہ آسمانی کروں کی تعداد
دس کروڑ ہے اور ہر کرہ پر اتنے اتنے آدمی بستے ہیں۔ اگر ہمارا یہ علم ذخیرۂ کتب کی
نمبر ۱۰ میں رکھنا چاہتے تو لائبریری کے ہر کمرے میں ۱۰ ہزار کتب رکھنی پڑتیں۔ ۱۰ کمروں
کی لائبریری ۱۰ لاکھ کتابوں کو سمیٹ لیتی۔ اگر ان کتابوں کو ۱۰ ہزار شہروں میں رکھا جاتا۔ اگر ایک آدمی روزانہ ایک کتاب پڑھنا شروع
کرتا تو تمام کتب ختم کرنے کے لئے ۱۹۲، ۳۰۰، ۱۷، ۱۹۲ سال درکار ہوتے۔

خدا کے بندو! کیا ان تفصیلات کے بعد الٰہی جلال و عظمت کے سامنے تمہارا سر
نہیں جھکتا؟ کیا تمہارے دلوں میں خشیۃ اللہ کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جو ان آیات کے
آخر میں ہے؟ آؤ! مل کر کہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے)

اس انگلینڈ کو اپنے بادشاہ کی عظمت و شوکت پر ناز ہے۔ اہل آسٹریلیا کو ہیرے
اور اہل روس کو سائبیریا کے برفانی میدانوں پر ناز ہے۔ ہم کو اس خدائے جبار کی عظمت پر ناز ہے جس

نے آسمان اور زمین پیدا کئے۔ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کیا۔ سورج اور چاند
کو مسخر کیا۔ ہر ایک اپنے اپنے مدار پر تیر رہا ہے۔ وہ اللہ تمہارا رب ہے۔ اسی کی بادشاہت
ہے۔ اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

(فاطر ۱۴)

(۴)

عالم حیوانات

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۝ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۝ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ (یٰسین)

کیا دیکھتے نہیں کہ حیوانات ہم نے پیدا کئے ہیں اپنے ہاتھوں کے کام سے، پھر وہ ان کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ اور ان کو ان کے تابع کر دیا ہے۔ پس ان میں سے کچھ ان کی سواری کے کام آتے ہیں اور کچھ کو وہ کھاتے ہیں۔ اور ان میں ان کے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی۔ پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے؟

ایک بچہ ہے۔ گھاس پکڑ کر لاتا ہے، بکری کے آگے ڈالتا ہے، بکری اس کے ہاتھ سے کھاتی ہے۔ بچہ اس کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے، بکری اس کے منہ کو چاٹتی ہے۔ بچہ اس کے ساتھ کھیلتا ہے، بکری اس کے ساتھ کھیلتی ہے۔ کیا یہ ایسا منظر نہیں ہے جو تمام عمر کو آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دے۔ اللہ کی یہ کتنی بڑی نشانی ہے۔ لوگ ہیں کہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ حیوان ہمارے کتنے کام آتے ہیں۔ ہل جوتنے کے لئے، بوجھ اٹھانے کے لئے، دودھ کے لئے، گوشت کے لئے، کھال کے لئے، بال کے لئے، ہڈی کے لئے، چربی کے لئے، غرض کتنے ہی کام ہیں جو ہم ان سے لیتے ہیں۔

اور کان تک نہیں ہلاتے۔ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ۝

پھر ہر گائے اور بیل ایسا نہیں ہے جو ہمارے لیے اس انتظام میں کام آتا ہے۔ اگر دودھ کا رنگ سُرخ، سبز یا سیاہ ہوتا تو ہمیں نفرت ہی آتی، چاندی کی طرح سفید نہ ہوتا تو بھی ہم اسے پسند نہ کرتے۔ ہمارے علم اور کاریگری کے مفعول ہی ہیں۔ بسا اوقات ایسے جانور ہیں جو دودھ نہیں دیتے، لیکن گائے خاموش کھڑی ہو تب بھی ہمیں اس کی گائے ہماری پرورش کرنے کی پرورش پر ترجیح دیتی ہے۔ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝

ہندوؤں نے گائے کی اس قربانی سے متاثر ہو کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں اس قدر دل کش مناظر ہر سُو بکھرے ہوئے ہیں کہ

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ (الانعام)

جب رات چھا گئی اور فضا کی وسعتوں میں ایک ستارہ دیکھا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ یہ میرا رب ہے۔

ابراہیمؑ نے سورج کو خدا تسلیم کیا۔ زرتشت اور مہاتما بدھ نے آگ میں اور گوتم نے تختیاں دیکھیں۔ موجد کرامؔ کو ہر گل میں گلستان کی منظر دکھائی دیا۔ شیخ بایزید بسطامیؒ نے ہر ذرہ میں تجلی کا عالم دیکھا۔ اس حسین دنیا میں ہر خوبرو و خوش رنگ چیز ایک مناظر موجود ہیں ہر چیز پر نظر خدا ہونے کا دھوکا لگتا ہے۔

ایک بچہ باپ کے ساتھ بازار میں جاتا ہے جس مٹھائی کو پہلے دیکھتے ہی اسے خریدنے کی تمنا کرتا ہے۔ لیکن والد ساتھ ہے، وہ بہترین چیز خرید کر دیتا ہے۔ اگر انگلی رسول کے ہاتھ میں نہ ہوتی تو یہ اس نادان بچے کی طرح ہر چیز کی پرستش پر آمادہ ہو جاتے۔

ہر ہوا نے بانگ دہل اعلان کیا تھا کہ دنیا ان منافرتوں کو ہمیشہ برداشت نہیں کرتی رہے گی۔ یہ منافرتیں ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتیں۔ یہ ختم ہو جائیں گی۔

اقسام حیوانات حیوانات کی مختلف قسمیں ہیں۔ ہر ایک دوسری سے بعض ایسے ہیں، جن میں صرف ایک ہی خلیہ ہوتا ہے اور یہ ایک خلیہ والے حیوانات بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ بعض دیگر میں صرف دو خلیے ہوتے ہیں اور بعض میں بہت سے خلیے ہوتے ہیں۔ یہ بڑے حیوانات ہیں۔ ان میں ہاتھی، اونٹ اور شتر مرغ جیسے بڑے حیوانات ہیں۔ ان کے علاوہ ہزاروں قسم کے چھوٹے حیوانات ہیں جو سمندر کی گہرائی یا دیگر مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ ان میں بعض ایسے ہیں جو ہماری آنکھ سے نظر نہ آنے کی وجہ سے نظر سے بالکل پوشیدہ ہیں۔ ہم ان کو صرف خوردبین کی مدد سے دیکھ سکتے ہیں۔ قدرت کا کمال دیکھئے کہ ان میں سے ہر جانور اپنی تخلیق میں مکمل ہے۔

خلیہ والے حیوانات (Protozoa) یہ حیوانات صرف ایک خلیہ سے بنے ہیں۔ اور یہ سب سے چھوٹے جانور ہیں۔ ان کے جسم کے اندر ایک مرکز ہوتا ہے جو ان کے جسم کے تمام کاموں کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ مرکز ان کے جسم کے اندر ایک جھلی کے اندر بند ہوتا ہے۔ اس جھلی کو مرکزی جھلی کہتے ہیں۔ اس مرکز کے ارد گرد ایک مادہ ہوتا ہے جو سیال ہوتا ہے۔ اس کو سائٹوپلازم کہتے ہیں۔ اس سیال مادے میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں۔ ان ذرات میں سے ہر ایک کا کام مختلف ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض ذرات خوراک کو ہضم کرتے ہیں۔ بعض ذرات اس خوراک کو جذب کرتے ہیں۔ بعض ذرات اس خوراک کو جسم کے مختلف حصوں تک پہنچاتے ہیں۔ بعض ذرات فضلہ کو جسم سے باہر نکالتے ہیں۔ بعض ذرات جسم کی حفاظت کرتے ہیں۔ بعض ذرات جسم کی مختلف حرکات میں مدد دیتے ہیں۔ بعض ذرات ایسے ہوتے ہیں جو ایک خلیہ سے دوسرے خلیہ تک پیغام پہنچاتے ہیں۔ بعض ذرات ایسے ہوتے ہیں جو جسم کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو مختلف کام کرتے ہیں۔ ان ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو خوراک کو ہضم کرتے ہیں۔ ان کو ہضمی ذرات کہتے ہیں۔ ان ہضمی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو خوراک کو جذب کرتے ہیں۔ ان کو جذبی ذرات کہتے ہیں۔ ان جذبی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو خوراک کو جسم کے مختلف حصوں تک پہنچاتے ہیں۔ ان کو ترسیلی ذرات کہتے ہیں۔ ان ترسیلی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو فضلہ کو جسم سے باہر نکالتے ہیں۔ ان کو اخراجی ذرات کہتے ہیں۔ ان اخراجی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو جسم کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کو حفاظتی ذرات کہتے ہیں۔ ان حفاظتی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو جسم کی مختلف حرکات میں مدد دیتے ہیں۔ ان کو حرکی ذرات کہتے ہیں۔ ان حرکی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو ایک خلیہ سے دوسرے خلیہ تک پیغام پہنچاتے ہیں۔ ان کو پیغامی ذرات کہتے ہیں۔ ان پیغامی ذرات کے علاوہ سائٹوپلازم میں بہت سے ذرات ہوتے ہیں جو جسم کے اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جاتے ہیں۔ ان کو ترسیلی ذرات کہتے ہیں۔ ان ترسیل

بسا اوقات سبزیوں کے بیج اور پانی کے جوہڑوں میں پناہ لیتے ہیں، ہیضہ کا جراثیم ایک دن میں ..... بچے پیدا کرتا ہے تاکہ تباہی کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچے رہیں۔

نوع: بعض حیوانات چلتے ہیں، رینگتے ہیں۔ مثلاً ہرن، گھوڑے۔ بعض سرکتے ہیں، مثلاً اصداف۔ بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں، مثلاً سانپ۔ بعض اڑتے ہیں، مثلاً چڑیا۔ بعض دو پروں سے اڑتے ہیں، بعض چار پروں سے، مثلاً ٹڈی۔ بعض کے دو پاؤں ہوتے ہیں، بعض کے چار، بعض کے چھ، بعض کے اس سے بھی زیادہ، یہاں تک کہ ہزار پاؤں والے جانور بھی موجود ہیں۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۴/۴۵) ہر قسم کے تنوع اور اختلاف پر قادر ہے۔

اللہ نے حیوانات کی لاکھوں انواع بنائیں اور ہر نوع کے افراد اتنا ہی تنوع میں پیدا کیے۔ ہر نوع کا رنگ، شکل، ہیئت وغیرہ دوسری نوع سے مختلف رکھی۔ پھر اور سبزیوں پر بعض چھوٹے کیڑوں اس قدر باریک ہوتی ہیں کہ اگر پڑ کر دیکھا جائے تو انڈے کی طرح بیضوی شکل میں ہیں۔ ان کے اوپر سے کہ ان میں باقاعدہ گردے، انتڑیاں، دماغ، آنکھیں، ہاتھ پاؤں وغیرہ سب کچھ موجود ہے۔ ان کے ہاتھ میں پٹھوں کی بہت باریک تہیں ہیں جو باقاعدہ اڑ رہا ہے۔ اللہ کا کمال دیکھنا ہو تو ہاتھ کی پشت دیکھیے۔ بلکہ یہ ننھے ننھے چھوٹے اڑتے ہوئے جسم (جن) دیکھو، ان کے رنگ پر غور کرو۔ منہ، پاؤں، آنکھیں اور سر کھانی نہیں دیتے، لیکن پھر بھی یہ مکمل جسم ہیں۔ ہر جسم میں

چونچ چھوٹی گہری ہیں جن میں یہ خون دوڑ رہا ہے، ایک چھوٹا سا پیٹ ہے جس میں غذا بھری ہے، اللہ اکبر! یہ جسم اللہ نے کس طرح تیار کیا ہوگا، شاعر فطرت کا کتنا باریک، نازک اور دقیق تخیل ہے کہ انسان عقل تھرا اٹھتی ہے۔ تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

خود اختیاری | آنکھیں بند کر کے اپنی حفاظت نہیں کرتے ہیں، اس لیے چست، چالاک، تیز تندرست و تنومند اور حیلہ باز ہوتے ہیں، لیکن گائے، بھینس، گدھے وغیرہ کی حفاظت کا ذمہ انسان نے لے رکھا ہے، اسی لیے یہ کاہل، کند ذہن اور سست ہوتے ہیں، جو قوم اپنے قوا کو استعمال نہیں کرتی اللہ اس سے قوائے عمل چھین لیتا ہے۔ مسلمانوں کو تقلید نے آج اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے، اس قوم نے قوائے فکریہ کا استعمال چھوڑ دیا چنانچہ اللہ نے اس سے یہ طاقتیں ہی چھین لیں۔ آج جس قوم کو دیکھو فلاطون و ارسطو، ابوحنیفہ و شافعی، بوعلی سینا و ابن رشد کے حوالے دے رہا ہے، اور خود سوچنا گناہ خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارے سیاسی رہنما ہر بات میں مغربی نظریوں کی دہائی دیتے ہیں۔ مغربی دیانت، مغربی جمہوریت اور مغربی قومیت پر نشاۃ ثانیہ عالم کی تعمیر ہو رہی ہے۔ سائنس، ٹیکنالوجی نوآبادکی، روشن خیالی کی تحریکات کو اخلاقی و روحانی بیماریوں کی آڑ کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے ایک غلام دماغ سے اس سے زیادہ کی امید نہیں ہو سکتی

مکتب انر تدبیر او پیرو نظام تا بکام خواجہ اندیشد غلام (اقبال)

جو کائنات حیوانات اجرام تیرتے ہوئے ذرات کے لیے ہر لمحہ خطرات کی آماجگاہ ہے، اگر یہ خطرات ان کی زندگی کے لیے ضروری نہ ہوتے تو دنیا میں کوئی جاندار ہرگز نہ ہوتا۔ اگر یہ خطرات درخت کی زندگی کے لیے ضروری نہ ہوتے تو درخت کی جڑیں زمین میں گہری نہ جاتیں، درخت مضبوط نہ ہوتا، درخت کی شاخیں آپس میں ٹکرا ٹکرا کر مضبوط ہوتی ہیں

چلے جاتے اور باغوں میں بھاگ کر پیڑوں پر چڑھ جاتے۔

چوں کہ حیوان کی خوراک دنیا میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اس لیے وہ چلتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو وہی خصوصیات عطا کیں جن کی اُسے ضرورت تھی، مثلاً ہر ایک ایسا جانور جو ایک مقام کو نہیں چھوڑتا اسے کھانا کی خذا میں موجود ہوتی ہے کہ (Sea-Squirt)

غذا کے آتے ہوئے پانی کے ساتھ آتی ہے۔ حالات کے مطابق مختلف جانوروں کی حرکات مختلف ہیں۔ بعض زمین کو کھودتے ہیں، دوسرے بعض جانور سخت گرمی یا سردی میں مکانوں کی چھتوں کے نیچے زمین کی گہرائی میں ہمیشہ زمانہ گزارتے ہیں۔ جب جاڑے اور برسات میں پانی کی آمد ہوتی ہے تو یہ جانور باہر نکل آتے ہیں۔ ان کی زندگی کا بہت بڑا حصہ بیکار ہے۔ جانوروں کی نقل و حرکت کا انحصار ان کی غذا پر ہے۔ جو جانور ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں وہ اپنی غذا کو ڈھونڈھنے میں کم وقت صرف کرتے ہیں اور اس کے لیے زیادہ وقت ہضم کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ جو جانور ایک جگہ پر رہتے ہیں وہ اپنی غذا کو ڈھونڈھنے میں زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور ہضم کرنے میں کم۔ اور جو جانور بیٹھے بیٹھے اپنی غذا پاتے ہیں وہ اپنی غذا کو ڈھونڈھنے میں بھی کم وقت صرف کرتے ہیں اور ہضم کرنے میں بھی کم۔ اور جو جانور بیٹھے بیٹھے اپنی غذا پاتے ہیں وہ اپنی غذا کو ڈھونڈھنے میں بھی کم وقت صرف کرتے ہیں اور ہضم کرنے میں بھی کم۔

سست جانور بیٹھے بیٹھے اپنی غذا پاتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا بنایا ہے کہ وہ بہت کم غذا پر گزارہ کر سکیں۔

مرجان کا گوشہ ۱۵ دن بیکٹیریا پر ہوتا ہے جو بحری پانی میں افراط موجود ہوتا ہے۔ مرجان صرف پانی پی لیتا ہے اور اس کی تسلی ہو جاتی ہے۔

پانی کا پتھر یا مادہ پتھر انڈے دے کر کم زور ہو جاتی ہے اور اسے تقویت کے لیے انسانی خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ نے اسے ایک نشتر اس کام کے لیے عنایت کیا ہے۔ نر مچھر جب مادہ کو کاٹتا ہے تو اس کے منہ میں جو انسانی خون کا پیاسا رہتا ہے، مادہ مچھر کو انسانی خون کی اس لیے بھی ضرورت ہوتی ہے کہ بقاء نسل کے لیے اس کا باقی رہنا ضروری ہے۔

حیوانات کی عمریں ایک اسپ سال بعض پہلیاں ۱۵۰ سال، شتر ۱۰۰ سال، کتا ۲۵ سال، گھوڑا ۴۰ سال، گائے ۲۵ سال، بلی ۱۰ سال، مرغی ۱۰ سال، بطخ ۷۵ سال اور کبوتر ۴۰ سال تک زندہ رہ سکتے ہیں۔

چند حیوانات (۱) ایک جانور ہیمسٹر (Hamster) چوہا سے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ سندھ میں ایک آدھا لمبا ہوتا ہے جو دیتے انسان کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر ساحل پر چھوڑ آتا ہے (۲) موتی ایک ایسا جانور ہے جو صدف کی کشتی میں سوار ہو کر پہلے سطح دریا پر تیرتا رہتا ہے اور اس کے بعد گہرائیوں میں اترتا ہے۔ اس کے منہ کے آگے ایک جالی ہوتی ہے جس سے صاف غذا چھن کر اندر چلی جاتی ہے۔ اس جالی کے پیچھے کئی منہ اور ہر منہ کے پیچھے ایک پیٹ ہوتا ہے۔ یہ حیوانات ایک لیسدار مادہ خارج کرتے ہیں جو ریت کو جمع کر کے پتھر بنا دیتا ہے اور اسی کا نام موتی ہے (۳) گرگٹ کا سر بڑا گردن موٹی اور دم سانپ کی طرح ہوتی ہے جب وہ درخت پر ہوتا ہے اس کا رنگ سبز ہوتا ہے اور کبھی زرد نظر آتی ہے۔ میدان کی صورت میں اس کی پشت پر خاص

ہیں جن کی تعریف ہوتی ہوتی ہے۔ ان طیور میں ہمارے لیے ہزاروں اسباق موجود ہیں۔ یہ آیتیں ہمیں بتاتی ہیں کہ آئین قدرت کو بنانے اور نظام مصلحت پر عمل پیرا ہونے کے بعد زندگی کے ہر شعبہ میں، اور انسان نظام فطرت سے ہٹ کر زیاں کار و خاسر رہتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (نور ۴۱)

کیا تم دیکھتے نہیں کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور پرندے بھی اپنے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں ان میں ہر ایک اپنی نماز اور اپنے طریقہ تسبیح سے واقف ہے

بہر حال یہ پرندے اور چوپائے جو انسان کے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ مثلاً بلی، بکری، گھوڑا، مرغا، کبوتر وغیرہ۔ انسان کا ذاتی تجربہ ہے کہ ان میں کتنی ذہانت پائی جاتی ہے۔ بلی پاخانہ کھودنے، پھر اس پر مٹی ڈالنے کا کام کرتی ہے اور ہر طرف کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگائے رہتی ہے۔ اس نے اپنی ان حرکتوں سے کس قدر صفائی

"صاحب بہادر! خوچہ ہم تم پر بہت خوش ہے، لیکن چہ صرف ایک بات کا کمی ہے کہ اگر تم مسلمان ہوتا تو خو کیا اچھا ہوتا۔"

رونس کیپل نے پوچھا کہ "مسلمان ہونے کا فائدہ؟" تو کہا کہ خوچہ تم دوزخ میں نہ جلتا، تم جیسا اچھا شخص (آدمی) بہشت میں اچھا لگتا ہے۔"

رونس کیپل نے کہا ایمان افروز جواب دیا: "کھان صاحب! ہم دوزخ میں جائے گا تو اپنا صفائی و گیرہ وغیرہ سے اس کو بہشت بنا ڈالے گا۔ اور تم گندا لوگ جو بہشت میں جائے گا تو ہر طرف لنڈوار کا تھوک ڈالے گا، کھانسی کرے گا، میرا شلوار پہنے گا، ادھر ادھر تمام کیچ کا پھونکا پھینکے گا، تو بہشت کو دوزخ کر دے گا۔"

کہ جنت میں اگر اپنے پہ کہے زرتشت — تو یہ سمجھوتے ہے دوزخ ہی میں جنت والے

غلام قوم یہ جہاں ذہنی طور پر مستعار کردہ خیالات ہیں وہاں اسے نفاست، صفائی اور پاکیزگی کے احساس سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس میں پرندوں کی اڑان، ہرن کی چستی، شیر کی بے نیازی، شہباز کی جھپٹ، عقاب و شاہین کا رعب نہیں رہتا، وہ بھینسے کی طرح بھدی، گدھ کی طرح غلیظ اور آدمی کی طرح بدھو سن بن جاتی ہیں۔

چونکہ اہل عرب کو آنحضرت صلعم کی بدولت دنیا کا حکمران بننا مقدر تھا، اس لیے صفائی کے متعلق نہایت تاکیدی احکام نازل ہوئے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (مدثر، ۴-۵)	غلاظت کے نتائج سے خبردار کر۔ اللہ کی عظمت بیان کر۔ اپنے کپڑے پاک رکھ اور ہر قسم کی میل کچیل سے دور رہ۔

قرآن کا ہر حکم فرض ہے، لیکن مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کے صرف پانچ احکام

آں حضرت صلعم کی بعثت مسلم کو ہر قسم کی جسمانی، مادی، روحانی و اخلاقی نجاست سے نجات دلانے کے لیے ہوئی تھی۔ آج ہمارا ملا جسمانی صفائی پر کچھ کہنا اپنے علم کی ہتک سمجھتا ہے، وہ ایسی تمام آیات میں نجاست سے مراد روحانی و اخلاقی غلاظت لیتا ہے۔ اچھا ایسا ہی سہی، لیکن انصافاً فرمایئے، کیا ایسے آدمی کے اخلاق میں ذرا سی بھی نفاست ہو سکتی ہے جس کے منہ، کپڑوں اور جسم سے سنڈاس کی سی بو آ رہی ہو، جس کی شلواریں میلی چیکٹ ہو رہی ہوں، جس کی چارپائی کے پیتے تھوکوں کی تہ در تہ جمے ہوئے ہوں، گنے چوسنے کے بعد کے فضلات صدیوں کے ٹوٹے ہوئے بادیئے اور میل سے آئی ہوئی کنگھیاں ہر طرف بکھری پڑی ہوں، دیواروں پر ناک جھاڑ جھاڑ کر پلستر کیا ہوا ہو، ہر طرف بول و براز کی غلاظت، تعفن، ویرانی، تاریکی اور ظلمت ہو، اگر خوش قسمتی سے دنیا میں بدکاری ظلمت ہے تو مادی دنیا میں یہ ظلمت اور کثافت کیوں ظلمت نہیں؟ پھر کون سی بات ہے جو آنحضرت محمد صلعم کو اپنی امت کو تمام جسمانی و روحانی غلاظتوں سے نجات دلانے کے لیے آئے تھے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ (ابراہیم-۱)	اے رسولؐ! ہم نے تمہیں یہ بلند کتاب اس لیے دی کہ تو دنیا کو ظلمت و کثافت کی تاریکیوں سے نکال کر نفاست، پاکیزگی اور لطافت کی روشنیوں کی طرف راہ نمائی کرے۔

اللہ کی زمین کس قدر حسین ہے۔ یہ پھول کتنے خوب صورت ہیں۔ یہ سبزہ کیا جنت بنا ہوا ہے۔ یہ سب کچھ کیا پیام دے رہا ہے؟ یہی کہ اللہ خود حسین و جمیل ہے اور صرف ایسے افراد کو پسند کرتا ہے جو صفائی، نفاست و لطافت کی دل دادہ ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ مجھے خوشبو سے عشق ہے۔ کیوں عشق نہ ہو جبکہ خدا کا جمیل پیغمبر بھی خوشبو کو کیوں پسند کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ	اللہ خود حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے۔

اللہ نے لباس کو ایک نعمتِ عظمیٰ قرار دیا:

اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ (اعراف ۲۶) ہم نے تمہیں لباس کی نعمت دی ہے جو تم جسم کے ڈھانپتا ہے۔

کیا اس لباس سے وہ لباس مراد ہے جسے ابتدا سے انتہا تک دھویا نہ گیا ہو اور جس سے تعفن کی لپٹیں اٹھ اٹھ کر دن و دماغ پر بجلیاں گرا رہی ہوں یا وہ لباس مراد ہے جو ادنیٰ شجر کی طرح نہایت اور برگِ گل کی طرح منزہ و پاکیزہ ہو۔

گرمی کے ایام میں مسجدوں میں چند ایسے نمازی جمع ہو جاتے ہیں جن سے کپڑوں سے سخت بدبو آیا کرتی ہے۔ لیکن مولوی صاحب انہیں کچھ نہیں کہتے اس لیے کہ حضرت مولانا کے ہاں وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ کا حکم بالکل غیر ضروری سا ہے۔ سردی میں کشمیری[1] ہاتواپی نفیس پوشاکوں کے ساتھ گل کدۂ کشمیر سے تشریف لاتے ہیں کس حسین سرزمین سے آتے ہیں اور باس کس قدر غلیظ ہوتی ہے؟ اس حسین خطے میں یہ بدذاق انسان ذاللہ قدرت کی بہت بڑی توہین کرتے ہیں۔ میں جب کبھی اس مقدس سرزمین کو دیکھتا ہوں تو اس کے غیر اسلامی ظاہر پر آہ آہ کرتا ہے کہ بعض کپڑوں تک کو صاف نہیں کر سکتا ہے نہ دل و دماغ کو کیا خاک صاف کرے گا؟

ہاں تو حضرات! ہمارے لیے ان طیور کی نفاست، چستی، پھرتی، محنت، صلاحیتِ حیات اور بہت سے دوسرے بے شمار اسباق موجود ہیں لیکن ہم ہیں کہ اندھوں کی طرح پاس سے گزر جاتے ہیں:

جلوتیانِ مدرسہ کور نگاہ و مردہ ذوق — خلوتیانِ مے کدہ کم طلب و تہی کدو (اقبال)

چند عجائباتِ طیور

(۱) بعض پرندے ۶۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتے ہیں۔

(۲) ایک پرندہ ٹِٹ (Tit) پورے ۲۳۶ پروں سے اپنا گھونسلہ تیار کرتا ہے۔ (۳) مشرقی افریقہ میں ایک پرندہ (See Swift) اپنے گھونسلے کو تیار کرتا ہے (۴) حضرت سلیمان کا بیان ہے کہ چار چیزیں میری سمجھ میں نہیں آئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان پر اڑنے والے

---

[1] مشہور ہے "کشمیر بہشت است، رہ از دوزخیان آباد است" (مدیر البیان)

(۱۱) کبوتر، چڑیا، فاختہ وغیرہ انواع میں نر اور مادہ دونوں کر بچوں کو پالتے ہیں۔ حالانکہ بچے صرف مادہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرغی کے بچے بہت سے ہوتے ہیں لیکن مرغا کسی قسم کی مدد نہیں کرتا۔ بہ خلاف کبوتر، چڑیا اور کبوتر کے بچے بہت کمزور ہوتے ہیں، جن کی تربیت کے لیے نر اور مادہ کا تعاون ضروری ہوتا ہے۔ اور مرغی کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں۔ اس لیے مرغی کی تربیت پہلے ہی کافی حد تک کر لی جاتی ہے، اس لیے مرغا تعاون نہیں کرتا۔

(۱۲) چمگادڑ کی ایک قسم ہوتی ہے، انسان کے پیر سے خون پیتی ہے، جب آدمی نیند میں مدہوش ہو جاتا ہے، تو اس کے جسم میں سوراخ کر کے خون پینا شروع کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ آدمی مر جاتا ہے۔

(۱۳) اُلو کی پرواز میں آواز نہیں ہوتی، اس لیے وہ پرندوں کو چپکے سے دبوچ لیتا ہے، اس کی غذا بلی سے چھ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ دہقان خوش ہوتا ہے لیکن اس میں ہلاکِ حشرات کی طاقت نہیں ہوتی، اللہ نے کچھ پرندے دن کو اور کچھ رات کو پیدا کر رکھے ہیں، جو فصلوں کے دشمن حشرات کی خبر لیتے ہیں ان میں اُلو اور چمگادڑ بھی شامل ہیں۔

(۱۴) کوّا ایسا پرندہ ہے جو غلاظت کو صاف کرتا ہے، اور اس طرح چیل اور گدھ وغیرہ کی طرح ہے۔

(۱۵) ایک آبی پرندہ سیاہی کا کیڑا ہوتا ہے جو کالا رنگ کا ایک مواد خارج کرتا ہے جس سے پانی سیاہ ہو جاتا ہے، اور خود اس میں غوطہ لگا کر چھپ جاتا ہے جب شکار پاس آ جاتا ہے تو باہر نکل کر اسے دبوچ لیتا ہے۔

(۱۶) ایک اور آبی پرندہ ساحل دریا پر انڈے دیتا ہے اور اوپر سے کنکر بجری وغیرہ

تاکہ ساحل کی زمین اور اس مقام پہ کچھ فرق نہ رہے اور انڈے محفوظ رہیں۔

(۱۷) سمندر کے ساحل پہ دو ایسے پرندے ملتے ہیں کہ ان میں ایک مچھلیاں کھاتا ہے، لیکن تیر نہیں سکتا، دوسرا ہر یا دل دلیر ہے گزارہ کرتا ہے، لیکن تیر سکتا ہے، یہ مچھلیاں پکڑتا ہے اور اوّل الذکر کے منہ میں ڈال دیتا ہے، اور وہ کچھ بار بار یہ ظلم کیا ہوا منہ میں جمع کر رکھتا ہے، جو مؤنث الذکر کو دے دیتا ہے۔

(۱۸) برازیل میں ایک پرندہ ۱۵۸۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتا ہے یعنی ۴۴ میل فی منٹ یا ۲۴۰۰ گز فی ثانیہ۔ بندوق کی گولی فی ثانیہ ۹۰۰ گز جاتی ہے۔ اس کی رفتار گولی سے تقریباً نصف ہوتی ہے، یہ ایک ثانیہ میں کئی ہزار دفعہ پر مارتا ہے حالانکہ ہوائی جہاز کے پنکھے کی رفتار فی منٹ ۲۰۰۰ ہوتی ہے۔ اگر ایک انسان اس پرندے کی رفتار سے اڑنا شروع کرے، تو وہ تمام زمین کا چکر صرف ۱۷ گھنٹوں میں کاٹ لے۔

آیہ ہیں پرندوں کے چند عجائبات۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

تماشائے عشرات

اور ملکہ بادشاہ سے زیادہ موٹی ہوتی ہے۔

اس خمسہ کے علاوہ ہر چیونٹی کے چار جبڑے، انتڑیاں، دُم میں ایک پوٹا، ڈنک، پاس ہی زہر کی ایک تھیلی، اور پھیپھڑوں میں سانس لینے کے لیے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ہوا ان سوراخوں سے داخل ہو کر پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے۔ ان نالیوں کا جال چیونٹی کے جسم میں اسی طرح بچھا ہوا ہے جس طرح ایک پتے میں رگیں۔

چیونٹی کا گھر زمین سے بیس فٹ تک گہرا ہوتا ہے۔ اندر فن تعمیر کا حیرت ناک کمال دکھائی دیتا ہے۔ سب سے نیچے گھر کے اوپر ہال خانے، گیلریاں اور طاقات و شوخ کے ہال، مٹی کے ستونوں پر بنے نظر آتے ہیں۔ چیونٹی کی اس صناعی سے متاثر ہو کر حضرت سلیمانؑ نے ایک شخص کو کہا تھا:

Go to the ant, consider her ways and be wise.

"چیونٹی کے پاس جاؤ، اس کی راہ دیکھو اور دانا بنو!"

الہٰی نیہ کا طاک اشوز گوئٹے کہتا ہے:

"محنت، صبر اور استقلال سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ دیکھو چیونٹی میں یہ جذبہ کتنا پایا جاتا ہے۔"

عملی تربیت: طلبا میں ایثار و قربانی کے جذبات ابھارنے کے لیے چیونٹی کی زندگی کا یہ پہلو کہ وہ جماعت کے ان انڈوں کو اکٹھا کر کے ایک محفوظ کونے میں رکھ دیتی ہے۔ ان کی تربیت پر دائیاں مقرر ہو جاتی ہیں اور جب بچے نکل آتے ہیں تو آغا نہیں انہیں نرسری میں لے جاتی ہیں۔ ان بچوں کو بڑے انتظار کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ تو یہ کھانا ڈھونڈ سکتے ہیں اور نہ لڑ سکتے ہیں۔ اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے تو انہیں اٹھا کر کسی محفوظ جگہ پر

جاتی ہیں اور اگر بارش میں بھیگ جائیں تو وہ مکھیاں نکال کر انھیں خشک کرتی ہیں۔

کاشت کاری: چیونٹیاں بل کے قریب تھوڑی تھوڑی جگہ صاف کر دیتی ہیں جب فصل پک جاتی ہے تو اُٹھا کر بلوں میں لے جاتی ہیں۔

بعض پودوں سے یہ رس نکالتی ہیں، کچھ دانے کھاتی ہیں اور باقی دانہ بلوں میں جمع کر دیتی ہیں۔

مفت خورے: مگر وہ بہت سے ایسے جانور ہیں جو چیونٹیوں کی محنت پر پلتے ہیں۔ اگر چیونٹیاں انھیں خوراک نہ دیں تو یہ خود اپنی خوراک کی تلاش نہ کریں اور بھوکے مر جائیں۔ سیاہی چیونٹیوں کا گزارہ زیادہ تر شکار پر ہے۔ یہ حیوانات میں افریقہ وحشیوں سے ملتی جلتی ہے کہ جنگ کے وقت ہر وقت تیار رہتی ہیں اور تھوڑی سی بات پر کسی کی دست نگر نہیں بنتیں۔

گائے: چیونٹیاں ایک کیڑے کی پرورش کرتی ہیں جس کی شیرینی کی وجہ سے اس کی تربیت کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے انڈوں سے بچے نکلتے ہیں تو چیونٹیاں ان کو بلوں میں لے جاتی ہیں۔

بعض چیونٹیاں شہد بھی جمع کرتی ہیں جس کی وجہ سے ان کو شہد کی مکھیوں سے ملتا جلتا سمجھا جاتا ہے۔

عادات: (۱) چیونٹیوں کی عادات حال ہی میں دریافت ہوئی ہیں۔ ایک چیونٹیاں کیڑوں کو اپنے ساتھ بلوں میں لے جاتی ہیں اور انھیں خوراک دیتی ہیں۔

گویا یہ مکڑی خیمے میں لٹکنے والا ایک سنتری ہے جو رات دن درخت پر پہرہ دیتا رہتا ہے۔

مکڑی کی ایک قسم "مائیگیل Mygale" زمین میں ۲ فٹ گہرا اور ایک انچ گول گھر بنا کر اوپر مٹی کا ایک دروازہ لگا دیتی ہے تاکہ گھر اور باقی زمین میں تمیز نہ ہو سکے۔ گھر کے اردگرد سبز پتوں کے بیچ لٹکا دیتی ہے تاکہ گھر پر سایہ رہے۔ اس دروازے میں سوراخ ہوتے ہیں جنہیں یہ بند کر دیتی ہے۔ کوئی کیڑا سوراخ میں پنجے ڈال کر پوری طاقت سے اندر کی طرف کھینچتا ہے تاکہ دروازہ کھل نہ سکے۔ ایک لمبی چونچ والا پرندہ اسی مکڑی کی تاک میں رہتا ہے۔ جونہی مکڑی گھر سے باہر نکلتی ہے، پرندہ فوراً وہاں پہنچتا ہے اور لمبی چونچ ان سوراخوں میں ڈال کر بچوں وغیرہ کی تلاش کرتا ہے۔ چونکہ مکڑی اس خطرے سے پہلے ہی آگاہ ہوتی ہے اس لئے وہ انڈوں اور بچوں کے لئے پہلے ہی ایک الگ کمرہ تیار کرتی ہے جہاں اس پرندے کی چونچ نہیں پہنچ سکتی۔

ان حشرات کی اس عقل و دانش سے متاثر ہو کر ایک مغربی حکیم کہتا ہے:

"In these things, so minute, what wisdom is displayed what power and what unfathomable perfection."

"ان بے مقدار اشیاء کی تکوین میں (اللہ نے) عقل و دانش، قوت تخلیق، اور کمال صناعی کا کیا حیرت آفریں مظاہرہ کیا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ ان امور پر غور کئے بغیر اللہ کی عظمت کا صحیح تصور قائم نہیں ہو سکتا۔ ایک یورپی مفکر کہتا ہے:

In contemplation of things, by steps we may ascend to God."

"مظاہرِ تکوین پر غور کرنے کے بعد ہم بہ معراجِ اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔"

قرآن حکیم میں عنکبوت کے ذکر کے بعد مکھی کا یہ آیت آتی ہے:

تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ۝ (عنکبوت ۴۳)

ہم یہ امثال لوگوں کی خاطر بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف اربابِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ظاہر کیا آپ نے کہ عنکبوت پر غور کرنے کا نام علم رکھا ہے، یہی وہ ایمان افروز علم ہے جس سے محروم رہ کر آج ہم پٹ رہے ہیں۔

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ (یونس ۱۰۱)

اے رسول! اہلِ ایمان کو زمین و آسمان کے معجزات پر غور کرنے کا حکم دے کیونکہ ایمان نہ لانے والی قوم کو کوئی ہدایت اور کوئی تنبیہ فائدہ نہیں دیتی۔

اس آیت میں کائنات پر غور نہ کرنے والی اقوام کو بے ایمان کہا گیا ہے۔ ایک مغربی مفکر کیا پتے کی بات کہتا ہے:

"He who casts himself on Nature's fair and full bosom draws food and drink from a fountain that is never dry."

"جو آدمی اپنے آپ کو فطرت کی حسین اور دودھ بھری چھاتیوں پر ڈال دیتا ہے وہ ایک ایسے چشمے سے غذا اور پانی حاصل کرتا ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔"

جو لوگ معجزاتِ تخلیق سے غافل رہتے ہیں۔ وہ اللہ کی صحیح عظمت و رفعت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ ایک چھوٹی سی تعجیب بھی انھیں راہِ راست سے منحرف کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ یہ لوگ آزاد ہوا کے ہاتھ میں کھلونا بن کر دولت پرستی و حکام پرستی پر اتر

یہ اور حکایت ذیل مقاصد کے لئے بہت موزوں ہیں، مثلاً

ان کا نام مکھیوں کا شکار ہے آیت ذیل میں:

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ
أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا
وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ ۖ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (عنکبوت ۴)

پیروی جس کی مخلوق کا پیام دیتے ہیں:

بزیر کنگرہ کبریا ش مرد انند فرشتہ بیہ تیمر شکار پرواز ہیں

تیسرے کی

اس کے بعد اگلی آیت ہے کہ مزید تشریح

جس سے چیستہ پیار ہے کہ

کہ ایک

آگر کسی ہماوشا کی وجہ سے

صلاحیتِ حیات باقی تھی، وہ آسٹریا، ممالک متحدہ جنوبی روس، نصف فرانس، سپین، شمالی افریقہ، سسلی، سائبیریس، عرب، شام، عراق، ایران، ارضِ روم، افغانستان، ہندوستان اور بحر الکاہل کے جزائر پر حکمران رہے، اور جب صلاحیتِ حیات کھو بیٹھے، خالی عقائد اور معنی اور ادو وظائف کو زندگی کا دستور العمل بنا لیا، محنت و مشقت سے کنارہ کشی کر لی، تلوار سے ہاتھ دھو لیا۔ اور جب اپنا بنا بنایا گھر دوسروں سے بچا نہ سکے تو خود اپنی جنتیں اپنی زمین سے اکھیڑ کر باہر پھینک دیا، اور تخت سے اٹھا کر فرش پر بٹھا دیا۔ لیکن ادھر ہم ہیں کہ خیر الامم ہونے کا پندار دماغوں میں بدستور باقی ہے۔ اللہ اس قوم کو آنکھیں عطا کرے کہ یہ اپنی بری حالت کا مشاہدہ کر سکے۔

فَمَالَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ (المدثر)

یہ لوگ اسباق و آیات سے یوں دور بھاگتے ہیں جس طرح بدکے ہوئے گدھے شیر کو دیکھ کر دوڑ پڑتے ہیں۔

رجوع بہ مطلب | بعض اوقات ایک ناکتخدا شہزادی کو اس لیے زندہ رکھا جاتا ہے کہ کسی نئے جھگڑے کی بنیاد ڈالی جائے، جہاں یہ شہزادی ملکہ کے فرائض سرانجام دے۔

شہد کی مختلف قسمیں | عام طور پر لوگ صرف زرد رنگ کے شہد سے واقف ہیں لیکن ماہر نحل کہتے ہیں کہ سبز، سرخ اور خاکستری رنگ کے شہد بھی گاہے گاہے دیکھنے میں آتے ہیں۔ مغرب کے ایک حکیم مسٹر کنٹی آرلوقل (Kater Lovell) نے جب قرآن کی یہ آیت دیکھی:

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو یہ پیغام بھیجا کہ پہاڑوں، درختوں اور بیلوں میں اپنا گھر بنا۔ تمام پھلوں کا رس چوس کر، اور اپنے رب کے دیئے ہوئے دستور العمل کو

فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (نحل ۶۸-۶۹)

باقاعدگی سے نباہ۔ زنبور کا ذکر ہے کہ اس کے پیٹ سے ایک شربت نکلتا ہے جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں اور جس میں لوگوں کی شفا بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں موجود ہیں جو فطرت میں غور سے کام لیتے ہیں۔

"Mohammad was a great king, a mighty conqueror and very clever and learned man. From the Quran we learn that he was a lover of nature and that he knew Something of bees and the value of honey. He speaks of bees building nests for themselves and producing honey of various colours. These things were not obtained without a certain amount of inquiry and observation."

(محمد رسول اللہ) ایک بہت بڑے فرمانروا، عظیم فاتح، بہت ہوشیار، باعلم انسان تھے۔ قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فطرت کے شیدائی تھے کیونکہ انہوں نے شہد کی مکھیوں اور شہد کی افادیت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ وہ مکھیوں کے گھر بنانے اور مختلف رنگوں کا شہد پیدا کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ علم تلاش و مشاہدہ کی کافی مقدار کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

آں حضرت صلعم کو جس نکتہ میں اس زنبور نے متاثر کیا ہے، وہ کسی حد تک قرآن میں بھی آ گیا ہے۔ اس کے نزدیک آں حضرتؐ کی انقلاب آفریں ہستی کا تعین کرنا ہے

"So work the honey bees, creatures, that by a rule in nature, teach the act of order to a kingdom of people."

"جس طرح شہد کی مکھیاں، یہ ننھی سی مخلوق (اللہ) کے قانون (نظام) کے مطابق انسانی زندگی کو نظم و ضبط کا سبق سکھاتی ہیں" (مغرب کا ایک حکیم)

آنکھیں | مکھی کی پانچ آنکھیں ہوتی ہیں۔ تین سر کی چوٹی پر اور دوسر کے دائیں بائیں۔ ان میں سے ہر آنکھ ۳۵۰۰ آنکھوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یعنی اس میں ہر چیز کی ۳۵۰۰ تصاویر اُترتی ہیں۔ یہ آنکھیں ہماری آنکھوں کی طرح اِدھر اُدھر حرکت نہیں کر سکتیں۔ یہ غالباً اس لیے کہ تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے گردش کیے بغیر ہر طرف دیکھ سکتی ہیں۔

ڈنک | جب مکھی کسی جسم میں ڈنک چبھو دیتی ہے تو ڈنک اندر ہی رہ جاتا ہے مکھی اڑ جاتی ہے۔ بعد میں ہر جانی ہے۔ یہ کیوں، اس لیے کہ آلۂ حفاظت محروم ہو جاتی ہے۔ اور قدرت کے (اس کے مقابلہ کہ جو اقوام اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتیں وہ مٹا دی جاتی ہیں) دبا کر سو جاتی ہے۔

ایک مغربی مفکر اعمال نحل پر مدتوں غور کرتا رہا۔ خدا کرے عالم فطرت کے تاثرات حاصل ہوں۔ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

How mighty and how majestic are Thy works and with what a pleasent dread. They swell the soul.

ایک خوش گوار خوف (خشیہ) پیدا کر کے اسے اور بلند بنا دیتے ہیں"

اس انگریز کے یہ تاثرات مندرجہ ذیل آیت کا ترجمہ معلوم ہوتے ہیں:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵/۲۸) اللہ کا خوف صرف آگہی رکھنے والے ہی کرتے ہیں۔

یاد خدا: قرآن حکیم میں اللہ کو یاد کرنے کا بار بار حکم دیا گیا ہے۔ مولوی کے ہاں اس حکم کی تفسیر یہ ہے کہ ایک لمبی تسبیح لے کر روزانہ ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ جپ چھوڑو اور خلاصی ہوئی۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ اس بے کیف بے لذت ذکر کا کوئی فائدہ؟ ہم نے آلِ اقبال کے

خندۂ شبنم، بہارِ گل، فروغِ مہر و ماہ
واہ کیا اشعار ہیں دیوانِ فطرت کے لیے (جوش ملیح آبادی)

جہاں ہر طرف رنگین، دلکش اور حسین منظر بکھرے پڑے ہیں۔ حیرت ہے کہ ان سے متاثر ہوئے بغیر ایک "دوئی پسند" کیا اس سے گزر جاتا ہے، اور پھر جگر کے تار کیسے گونجتے ہیں۔ کون سی نیرنگیاں موجود ہیں جو متاثر ہو کر یہ اللہ کے نغمے لگاتے ہیں۔ اللہ کے اشعار کیا ہیں جو دلوں کو چھو لیتے ہیں۔ لیکن حضرت مولوی صاحب ذکرِ خدا ایک ایسا ورد ہے جو آدھی رات کو شروع ہوتا ہے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوْبُ (۶ : ۱۰۳)

دل اندھے ہوتے ہیں۔

میرے نزدیک ذکرِ خدا اُس خشیت، اُس رُعب، اُس کیفیت اور اُس یاد کا نام ہے جو اللہ کے خیال پر کانپ اٹھنے کا نتیجہ ہے۔ انسان ہر لمحہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (اعراف ۲۰۵)

تم اپنے دل میں یاد کرو۔ یہ یاد اُس خشوع و خضوع کا نتیجہ ہوتی ہے جو اعمالِ الٰہی کے متعلق پیدا ہوتا ہے۔ صبح و شام اونچے اونچے نعرے لگانے کی ضرورت نہیں اور نہ کہیں اعمالِ الٰہی سے غافل ہونا

کہ کوئی علاج نہیں۔

سونڈ ڈنگیں گئیں انتڑیاں، پر اور بال تیار کرنا اس صانع کی حکمت سے دور الوراء۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا کمال صناعی دیکھئے کہ مچھر سے سینکڑوں گنا چھوٹے حشرات خلق کرکے انہیں ہر لحاظ سے مکمل بنا دیا۔ وہ چل سکتے ہیں، دوڑ سکتے ہیں اور اڑ سکتے ہیں۔ اس خالق کا کمال دیکھنا ہو تو ان حقیر چیزوں کو دیکھو۔ انصاف فرمائیے کہ اگر خلق و تکوین کے ان شاہکاروں کی نظیر قرآن حکیم میں آ جائے تو کون سی عیب کی بات ہے؟

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز سے حیا نہیں کہ وہ حقیقت بیان کرے چاہے مچھر کی ہو یا اس سے بھی کمتر چیز کی ہو۔ پس جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ قرآن میں کچھ ذکر دیکھ کر آگاہ ہو جاتے ہیں کہ یہ حق ہے اور اپنے رب کی طرف سے ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا اس مثال سے کیا مطلب ہے؟ اللہ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ گمراہ کرتا ہے صرف نافرمانوں کو۔

مکھی | مکھی بھی کئی لحاظ سے مفید ہے۔ یہ دنیا کی صفائی پر معین ہے۔ یہ انسان کے زخموں کو غذا بناتے ہیں اور یہ غلاظت کو جراثیم کو صاف کرتی ہے جہاں غلاظت زیادہ ہو وہاں قدرت کے یہ جاروب کش بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ ان کی خدمات کی ضرورت نہیں پڑتی جہاں کہیں بھی کسی کے ذریعہ غلاظت نہیں پھیلتی وہاں ان کی خدمات کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مکھی سر انجام دیتی ہے جس طرح خاکروب کی ذات میں ناپاکی نہیں بلکہ اس کے کام میں ہے اسی طرح مکھی کی ذات میں ناپاکی نہیں بلکہ اس کے کام میں ہے۔ یہ اڑتی ہوئی جس چیز پر بیٹھتی ہے اس کو آلودہ کر دیتی ہے اور پراگندہ ہو جاتی ہے۔ مردار کو کھانے والے سفید کیڑے مکھی ہی کے انڈوں سے نکلتے ہیں۔

بعض جانور انڈوں کو کچھ عرصہ تک سینتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کی گرمی سے بچے نکل آئیں۔ پرندوں کی نر نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ انڈے دے کر چلتی بنتی ہے۔ اور قدرت خود اس کے بچے نکالنے کا

انتظام کرتی ہے۔

مکھی ایک سکنڈ میں ۶۰۰ مرتبہ پر مارتی اور پانچ فٹ کی مسافت طے کرتی ہے۔ ایک گھنٹے میں ۱۸۰۰۰ فٹ اڑتی ہے۔ اگر مکھی ڈر جائے تو اس کی رفتار بیس فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے۔

تنفس کے لیے مکھی کے پیٹ میں دو سوراخ ہوتے ہیں جو بالوں سے ڈھکے رہتے ہیں تاکہ گرد و غبار اندر نہ جا سکے۔ مکھی میں سونگھنے کی طاقت بہت تیز ہوتی ہے۔ لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کہاں سے سونگھتی ہے۔

مکھی اُلٹی ہو کر چھت پر کیسے چلتی ہے؟ ابھی ایک معمہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کی لاتوں کے ساتھ باریک گدیاں سی لگی ہوتی ہیں جنہیں لکڑی وغیرہ کے مسامول میں جما لیتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی لاتوں سے ایک لیسدار رس نکلتا ہے جس کی بدولت یہ چھت وغیرہ سے چپکی رہتی ہے۔

مکھی کی پانچ آنکھیں ہوتی ہیں، اور ہر آنکھ چار ہزار چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مرکب ہوتی ہے۔ شکل تقریباً یہ ہے:

جب انڈے میں بچہ تیار ہو جاتا ہے، تو مکھی سر کی کرت انڈے کو پھاڑ دیتی ہے۔ بچہ باہر آ جاتا ہے۔ اس کے پر بھیگے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ اگلی لاتوں سے پروں کو خشک کرتا ہے اور پھر اڑ جاتا ہے۔ مکھی کی عمر صرف ایک مہینہ ہوتی ہے۔ اس عرصے میں بے شمار انڈے دیتی ہے۔ ایک فطرت نے اندازہ لگایا ہے کہ صرف ایک موسم میں ایک مکھی کی نسل ۲۰ لاکھ افراد تک پہنچ جاتی ہے۔

قدرت کی پاکیزہ اشیاء کو انسان کھاتا ہے، انسان کی خارج کردہ غلاظت مکھیوں کی غذا بنتی ہے۔ مکھیوں کو دوسرے حشرات وطیور کھا جاتے ہیں یہ دیگر الفاظ نباتات حیوانات

رہیں۔ نسبتہ کم گرم پانی آنکھ کے گرد بہتر پھیلتا ہے۔

کرائسس (Chrysis) یہ ایک خوبصورت مکھی ہے۔ اس کے پیٹ پر چمکیلے رنگ ہوتے ہیں۔ اس کا رنگ ہر موسم میں بدلتا رہتا ہے۔ یہ مکھی اپنے انڈے ایسی مکھی کے گھونسلے میں دیتی ہے جب گھر کی مالکہ باہر سے آکر اپنے انڈے دیتی ہے تو یہ مکھی بھی اپنے انڈے دیتی ہے۔ ان کی شکل بالکل اس مکھی کی طرح ہوتی ہے جس کے گھونسلے میں یہ انڈے دیتی ہے۔ جب بچے پیدا ہوتے ہیں تو یہ بچے بھی گھر والی مکھی کے بچے کو کھا جاتے ہیں۔ اس طرح گھر کے بچوں کا انتظام کرنے کے بعد یہ اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ یہ مکھی بہت کم دکھائی دیتی ہے۔

بلیک بیری (Black Berie) اس کی وجہ سے [illegible]

[illegible] ایک نشہ دیتی ہے جس سے [illegible]

[illegible] یہ بچے چند سال میں کامل بنتے ہیں اور اس عرصہ میں [illegible]

[illegible] ہوتا ہے۔ یہ چند ہفتے کے بعد چند دن تک [illegible]

[illegible] (Parasites) جو عمر [illegible]

[illegible] کی راستہ بند ہونے کی وجہ سے [illegible]

[illegible] کی راستہ بند ہونے کی وجہ سے [illegible]

غلاظتی کا ازالہ کرسکے۔

کرین فلائی (Cranefly) | یہ اپنے ہم زمین میں ڈال کر دو انڈے دیتی ہے
[illegible] دینے کے بعد مرجاتی ہے۔

[illegible] یہ کیڑا رنگ [illegible] والا جانور ہمارے [illegible] کپڑوں کا دشمن ہوتا ہے۔ تمام
[illegible] کان لگا کر سنیے تو ہلکی ہلکی آواز آتی ہے۔ یہ آواز نر کی ہے جو مادہ کو [illegible]
[illegible] کے پیچھے ہوتا ہے۔ [illegible] آواز بھی ہے۔ [illegible] کے [illegible]
کے ساتھ اور شاخ ہائے نقس پہلو میں ہوتے ہیں۔ حشرات عموماً بہرے ہوتے ہیں۔ لیکن
[illegible] سن سکتی ہے۔ دلیل یہ کہ جب گا رہی ہو اور پاس سے کوئی آدمی بول اٹھے تو راگنی بند
ہے۔ اگر کسی کیڑے وغیرہ سے، جس کی لڑائی ہو جائے، تو اپنے تیز دانتوں سے اس کا گلا کاٹ
ڈالتی ہے اور خون جاں کر کے پھر گانے لگ جاتی ہے

دیمک کی ایک قسم | یہ چیونٹیاں جنوبی افریقہ اور امریکہ کے بعض حصوں میں پائی جاتی
ہیں۔ [illegible] سے [illegible] فٹ تک اونچا گھر بناتی ہیں۔ ان کے اونچے اونچے نوکدار شکل
کے گھر دور سے یوں نظر آتے ہیں گویا دیہاتوں کے کئی جھونپڑے ہیں۔ ہر گھر چار [illegible] پر کھڑا
ہوتا ہے۔ چھتیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ کئی آدمیوں کا بوجھ سہار سکتی ہیں۔ ہر گھر کے مرکز میں
[illegible] ہوتے ہیں، اور گرد مزدوروں کے کمرے ہوتے ہیں۔ ان سے آگے دایہ کے [illegible]
[illegible] کے لیے [illegible] ہیں تاکہ پہرہ داروں کی شکار نہ ہو جائیں۔ اگر سفر کا ارادہ کریں، تو ملکہ کی ایک سو
بچے کچھے نکلتے ہیں۔ ان کے بعض افراد روشنی پر چلنے پھرنے کی وجہ سے جسم تلف ہو جاتے ہیں۔
مزدوروں کے دانت اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ لکڑی کو چند لمحوں میں [illegible]

کر دیتے ہیں۔ ان کی ملکہ ایک چھوٹے کمرے میں بند رہتی ہے۔ اس کمرے کا دروازہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ملکہ باہر نہیں نکل سکتی۔ اسے غذا اندر ہی پہنچا دی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ساری قوم اندھی ہوتی ہے اور انہیں خطرہ رہتا ہے کہ کہیں ملکہ آگے پیچھے نہ ہو جائے اس لیے اسے کمرے میں بند کر دیتے ہیں تاکہ وہ ان کی ہزار انڈے دیتی ہے اور آرام طلبی کی وجہ سے انسانی انگوٹھے جتنی موٹی ہو جاتی ہے۔

جاپان میں ۲۸۱۳ فٹ اونچا ریشم کا کیڑا پایا جاتا ہے جو ۱۰ فٹ لمبا ہوتا ہے۔

جگنو مادہ کی دم سے زیادہ روشنی نکلتی ہے اور نر سے بہت کم۔ مادہ نر سے بڑی اور بے پر ہوتی ہے اور اس کی آنکھیں بڑی ہوتی ہیں تاکہ کافی فاصلے سے مادہ کو دیکھ سکے۔ مادہ اپنی روشنی سے نر کو اپنی طرف بلاتی ہے۔ اور نر کے پاس یہ خاصیت کا پتہ نہیں ہوتا، اس لیے اسے پر عطا ہوئے ہیں۔

مادہ دم کی روشنی سے تین فائدے اٹھاتی ہے: (۱) دشمنوں سے حفاظت (۲) روشنی میں نر کی تلاش (۳) اور کہ دوسرے نر کو اپنی طرف بلاتی ہے۔

روشنی حرارت سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جگنو کی روشنی اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔ اگر اس کی روشنی میں حرارت ہوتی تو یہ ہر خشک و تر کو آگ لگا دیتا اور ہر روز آتش زدگی کے لاکھوں افسوس ناک واقعات رونما ہوتے۔ اگر اللہ آج جگنو کی چمک میں حرارت بھر دے تو ہر طرف آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور یہ حسین کائنات جل کر خاکستر ہو جائے۔

تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ (فاطر آ)	تو سطح زمین پر کوئی جان دار باقی نہ رہے۔

بعض اہل شام کفر و شرک سے فاقہ کیا کرتے تھے کہ یہ تمام دن پتوں کی چھدائی کرتا رہتا ہے یہ قناعت کی بات نہیں، بلکہ مقام حیرت ہے کہ اتنا چھوٹا سا پتنگا آخر اپنی زندگی کیسے گزارتا ہے؟

یہ اپنے جسم کی لمبائی سے دو سو گنا زیادہ کود سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی اتنا کود سکتا تو گیارہ سو فٹ تک پہنچ جاتا۔

جنوبی امریکہ میں ایک کیڑا جسم میں سوراخ کر کے جلد کے نیچے گھس جاتا ہے۔ اور (Warm wood) کو کسی جگہ رکھا جائے تو یہ بھاگ جاتے ہیں۔

کپاس کی بھڑ اگر بہ خیر و عافیت اپنے کان کی کھڑکی سے نکل جائے تو یہ بڑی جگہ پر جا کر انڈے دیتی ہے۔ اگر راہ میں کوئی چڑیا کھا جائے تو یہ گول گول ٹکڑے کر کے اگل دیتی ہے اور آخر کار مادہ بچ جاتی ہے اس گول میں ایک انڈا ہوتا ہے اور یہ گول پر پیدا ہونے والے بچے کی خوراک ہوتا ہے۔

قدیم مصریوں نے اس بھڑ کی محنت سے متاثر ہو کر اس کی پوجا شروع کر دی تھی۔ قبطی بھڑ کے سر پر پانچ کلغیاں تھیں جو سورج کی کرنوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ اس کی گولی بنانے کو یوں سمجھا جاتا تھا کہ گویا سورج بنا رہا ہے۔ اس کی پیدائش کا ایک دن ایک سال (۳۶۵ = ۳۰) کے برابر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی پیدائش پر یا پانچ دن کے بعد سے ۳۰ سال زمانہ اور آفتاب زمین کا پیکر خیال کرتے تھے۔

اس بھڑ کے سر پر پانچ کلغیاں تھیں جو سورج کی کرنوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ اس کی گولی بنانے کو یوں سمجھا جاتا تھا کہ گویا سورج بنا رہا ہے۔ اس کی پیدائش ایک دن ایک سال (۳۶۵ = ۳۰) کے برابر خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی پیدائش پر یا پانچ دن کے بعد سے ۳۰ سال زمانہ اور آفتاب زمین کا پیکر خیال کرتے تھے۔

اس غریب مخلوق کو اتنی سخت سزا دی گئی ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اس کی غریب زندگی کا ایک ایک لمحہ اذیت میں گزرتا ہے۔ یہ بڑا سا گیند گھسیٹ کر زمین پر یوں بے حس لیٹ جاتی ہے کہ گویا غریب کا دم نکل چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد مردہ ہو کر

ہے۔ اور چونکہ دو کھیتے وقت یہ زمین پر چپٹ لیٹ جاتی ہے۔ اس لیئے اس کی ٹانگوں کی بدبو سے بچ جاتا ہے اور زور سے اُچھل جاتا ہے اور کچھ دور جا کر اپنی راہ لیتی ہے۔

کوچنیل (Cochineal) مشرقی ہندستان میں اس کیڑے سے رنگ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کیڑے کی ایک قسم درختوں کی ٹہنیوں اور پتوں کو منہ سے کاٹتی ہے اور دوسری ایک سفید رنگ کی بیل کو کاٹتی ہے۔ ان کیڑوں کی مادہ نر سے ملتی ہے ان کی ملاپ کے بعد نر مر جاتا ہے۔ بچے مردہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں اور جوان ہو کر باہر آجاتے ہیں۔

پنکھوں کی مکھی یہ مکھی ہیں جو کہ اکثر درختوں کے پتوں پر انڈے دیتی ہے جب بچے نکل آتے ہیں تو یہ اپنی دم سوراخ سے باہر رکھتے ہیں تاکہ خشک نہ ہو جائے اور یہ اندر ہی پیدا کرتے ہیں۔ جب نر جوان ہوتے ہیں تو ان کے سر پر بڑے بڑے پنکھ نکل آتے ہیں اور پھر مکمل ہو کر باہر آجاتے ہیں۔

ان کیڑوں کی ایک قسم بیر کی ناکسیں انڈے دیتی ہے بچے غذا کے لیئے دماغ میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے بیر بہت زیادہ پیداوار دیتی اور زکام ٹھیک ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ زمین پر گر پڑتے ہیں اور کامل بن کر اڑ جاتے ہیں۔

درختوں کی مکھی یہ مکھی درخت کی شاخوں کو بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ مادہ انڈے دیتی ہے۔ ان سے نہایت ننھے کیڑے نکلتے ہیں اور بعد میں یہ سوجا ہوا حصہ کیڑے کی غذا بنتا ہے۔

یہ تھیں دنیائے حشرات کے چند اسباق جن سے ہم آنکھیں بند کیئے گزر جاتے ہیں ذرا ان عجیبہ پر غور فرمایئے!۔

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ (سبا)	کیا یہ لوگ اپنے آگے پیچھے زمین و آسمان کی حیران و معجزات پر غور نہیں کرتے اگر ہم چاہیں تو انہیں اسی زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑوں پر گرا دیں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیئے اس قدرت میں صرف خدا پرست فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۱۹)

باب

دنیا کے آب

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

(فاطر-۱۲)

زمین کے یہ دو سمندر برابر نہیں۔ ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا آسان ہے اور دوسرا کھاری اور کڑوا ہے۔ ان ہر دو سمندروں سے تم تازہ گوشت حاصل کرتے ہو اور سامان زینت (موتی وغیرہ) نکالتے ہو۔ تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کی سطح کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہیں کہ تم تجارت کرکے اللہ کی مہربانی تلاش کرو اور پھر اس دولت کو پاکر اللہ کا شکر ادا کرو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کے اوپر ایک کھاری سمندر ہے اور زمین کے اندر میٹھا۔ اللہ کی رحمت دیکھئے کہ یہ میٹھا سمندر کھاری سمندر سے متاثر نہیں ہوتا۔ سمندر کا پانی کھاری ہے لیکن اگر ہم ساحل پر کنواں کھودیں تو عموماً پانی میٹھا نکلے گا۔ ان ہر دو سمندروں کے درمیان ایک دیوار حائل ہے کہ ایک دوسرے تک نہیں پہنچ سکتا۔

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ (نمل ۶۱)

اللہ نے ان دو سمندروں کے درمیان ایک حائل کردی ہے۔ کیا یہ کام کوئی اور خدا کرسکتا ہے؟

بادل سمندر سے بنتے ہیں۔ سمندر کھارا ہے اور بادل کا پانی میٹھا۔ اب مغرب تن
یا ان کی دنیا بادل بن کر فضا میں تیرتا ہے۔ زمین پر کہیں [illegible] ہے اور ہوا میں [illegible]
میں ایک پردہ حائل ہے [illegible]

دنیا کے مشرق میں بحر الکاہل ہے اور مغرب میں [illegible] ہے۔ جنوب میں
ایک دیوار سی ملی ہوئی ہے [illegible] خشکی کا ٹکڑا ہے۔ اس
سمندر زمین کو برابر کر دیا جائے تو تمام روئے زمین پر دس سزار فٹ اونچا پانی چڑھ جائے۔ دنیا
کے بڑے بڑے شہر سمندر کے [illegible] آباد ہیں۔ [illegible] غرق ہونے سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ
ہر چیز اسی حکم کی پابند ہے جس کے [illegible] حکم دیا ہے۔ [illegible]

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا [illegible] اللہ نے دو سمندروں کو [illegible] ملا دیا اور ان کے درمیان
بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ (الرحمٰن) [illegible] ایک برزخ (خشکی کا ٹکڑا) ہے جو ان کو ایک دوسرے سے

اگر ہم پیالے میں پانی ڈال کر اسے کھلا رکھ دیں۔ تو کچھ [illegible] وجہ سے [illegible]
وقوعات غائب ہو جائیں گے اور وہ ناقابل استعمال بن جائے گا۔ لیکن کنوؤں اور نالوں
کا پانی اسی طرح قابل استعمال ہوتا ہے۔ اللہ نے پینے کا پانی زمین کی تہوں میں چھپا کر بڑا
بڑا احسان فرمایا۔ اگر ہم جوہڑوں وغیرہ سے پانی لے کر اسے بالقصد استعمال کرنے کے لیے
استعمال کرتے تو ایک مسلسل مصیبت میں گرفتار رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے مقدس زمین کی پاکیزہ تہوں
میں شیریں و شفاف پانی کے دریا رواں کر دیئے کہ [illegible] پانی ہمیشہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ (زمر ۲۲)
وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور
اسے زمین کی تہوں میں چشمے بنا کر دور دور تک پھیلا دیا۔
ہم نے ایک معین مقدار میں پانی برسایا اسے زمین کی تہوں

پھر نر و مادہ حصوں میں بٹ گیا۔ اور اسی سے اس کی مادہ نکلی۔ (نیز ملاحظہ ہو منوشاستر باب ۱، شلوک ۳۲)

غالباً یہ جدید تحقیق یہ ہے کہ آغاز میں سمندر کے اندر یا ساحل پر ایک جرثومۂ حیات نے جنم لیا تھا جو متعدد و متنوع ہو کر نر و مادہ کی تمیز پر منتج ہوا۔

تَخَلَّقَ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا | نے آغاز میں تمہیں ایک ذی حیات جرثومے سے پیدا کیا اسی کی

جس طرح زرخیز شوہر کے مادۂ منویہ کے امتزاج سے کبھی مادہ اور کبھی نر پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس جرثومے کے نقائص سے ادنیٰ کیڑوں مکوڑوں کی تمیز ہوئی۔ رفتہ رفتہ سمندروں، دریاؤں اور جنگلوں کا ایک طوفان آگیا۔ پھر زندگی نے خشکی پر قدم رکھا۔ مختلف ماحول میں مختلف اشکال اختیار کیں۔ جس طرح کہ اختلاف آب و ہوا اور ماحول کی وجہ سے ایک انگریز اور ایک حبشی کی شکل و ہیئت میں فرق آگیا ہے اسی طرح مختلف منطقوں میں زندگی نے مختلف روپ بدلے۔ کہیں رینگنے اور کہیں اڑنے لگ گئی۔

یہ انسانوں میں صرف شکل و رنگ ہی کا امتیاز نہیں دیکھتے بلکہ مختلف خطوں کی آب و ہوا میں بھی بڑا فرق پاتے ہیں۔ ایک عرب، چ، گ، ڈ، ڑ اور پ کے تلفظ سے قاصر ہے۔ اور انگریز ث اور ذ نہیں بول سکتا۔ حقیقتاً ماحول ایک زبردست طاقت ہے جس سے رنگ، زبان، آواز، قد و قامت تک بدل جاتے ہیں۔ اس لیے قطعاً تعجب کی بات نہیں کہ یہ [illegible]

یہ انسانوں کی ہزاروں سال تک زیر آب بسنے والے جانوروں میں بھی ہوا ہے جن کی لمبائی ۳۰ تا ۴۰ فٹ تھی، نہ نہنگ کی طرح جسم مچھلی کے مانند۔ تیرنے کے لیے دو بازو اور دو پاؤں تھے۔ نیز بعض ایسے جانوروں کے پنجر دستیاب ہوئے ہیں جو بیالیس فٹ اونچے

تھے اور بڑی بڑی مچھلیوں کو دو حصوں میں کاٹ کر پھینک دیتے تھے خشکی و تری ہر دو کی فضا ان جانوروں کو سازگار نہ آئی اس لیے یہ مٹ گئے جس طرح قوم کی کمائی پر پلنے والے کیڑے ہر آج مٹ رہے ہیں

وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (یونس ۱۰۱)	صحیفۂ فطرت کی یہ آیتیں اور تنبیہیں اُس قوم کے لیے مفید نہیں جس کا نورِ ایمان سے خالی ہو۔
وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۝ (لقمان ۳۲)	اور جب موجیں بادلوں کی طرح ان کو گھیر لیتی ہیں تو نہایت خلوص سے اللہ کو پکارتے ہیں۔

دوسری جگہ امواج بحر کے شدت و عظمت کو یوں بیان فرمایا ہے:

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ (ہود ۴۲) کشتی نوحؑ لوگوں کو پہاڑوں سی اونچی موجوں میں لے جا رہی تھی۔

قرآن حکیم کے اسلوب بیان کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ کہیں کوئی بات غیر موثق ہے انحراف نہیں برتی حقیقت کو جس لفظ سے یوں بیان کیا ہے کہ اس ضبط و متانت بیان پر داد دیئے بغیر نہیں بنتی۔

قرآن حکیم اُس وقت نازل ہوا جب انسانی دنیا اللہ سے کٹ کر ذلت و ہلاکت کی وادیوں میں سرگرداں تھی اور ہوا و ہوس کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی۔ بگڑی ہوئی انسانی فطرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایک ایسی کتاب الہامی نازل کی جاتی جس میں شاعرانہ مبالغہ و تخیل ہوتا۔ سطوتِ الفاظ و شدت ترکیب و جمالِ اسلوب ہوتا لیکن جو کتاب بھی ایسی ہوتی وہ اللہ کی کتاب نہ ہوتی۔ صرف ایک چیز نہیں یعنی شاعرانہ مبالغہ و تخیل۔ آیتِ مذکورہ میں امواج بحری کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھے گا کہ اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ ہے بلکہ ایک حقیقت کا بیان ہے۔ سمندر کی سطح کبھی پرسکون نہیں رہتی، بلکہ اُس پر ہوا سے موجیں اٹھتی ہیں جو پہاڑ

لہریں ہوا سے زیادہ تیز چلتی ہیں۔ اس لیے بسا اوقات آندھی سے پہلے ساحل پر نمودار ہوتی ہیں گو بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آندھی سے پہلے ساحل پر نمودار ہوتی ہیں مگر

سمندر کی تباہ کاریاں سمندروں نے ہماری خشکی پر کس کس طرح دست درازیاں کیں؟ تفاصیل ملاحظہ فرمائیے:

(۱) انگلستان کا ریونسپر (Ravenspur) شہر جس سے دو ممبر پارلیمنٹ کے منتخب ہوا کرتے تھے، اب غائب ہو چکا ہے۔

(۲) کیل نوائے کا علاقہ [illegible] اب [illegible] ہو چکا ہے۔ اور تقریباً ۷۰۰۰ ایکڑ رقبہ آب برد ہو چکا ہے۔

(۳) جزیرہ سینٹ اور سرزمین آئل کا زمانی حصہ لیونس (Lyonesse) کہلاتا تھا اس میں ۱۴۰ گرجے اور تقریباً اتنی ہی بستیاں موجود تھیں آج یہ خطہ زیر آب ہے۔

(۴) مونٹس بے (Mount's Bay) بنتی تھی۔ دلیل یہ کہ اس کی تہ سے درخت جنگل اور صحرائی جانوروں کے ڈھانچے ملتے ہیں۔ اس [illegible] پائے جاتے ہیں [illegible]

(۵) شمالی ویلز کے چند سو میل پر پھیلا ہوا وہ علاقہ جو کاؤنٹی غرقاب ہو گئے۔ ان تباہی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک درویش نے بہت بڑا بند تعمیر کیا جس پر سیتھم (Seithenyn) نامی ایک شخص مقرر تھا۔ ایک دن اس نے شدید نشے کی حالت میں بند کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ علاقہ زیر آب آ گیا۔

(۶) کسی زمانے میں ڈنویچ (Dunwich) مشرقی انگلیا (Anglia) کا دارالحکومت تھا۔ [illegible] سلطنت میں شامل تھا۔ بعد میں بحری قزاقوں کے چھاپے جہاز یہاں رہتے تھے۔ ۱۲۸۷ء کے طوفان کے عہد میں اس شہر پر پانی نے حملہ کیا اور ۴۰۰ گھر بہہ گئے۔ پھر ۱۳۰۱ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیان چار گرجے ڈوب گئے۔ ۱۷۰۲ء میں سینٹ پیٹر کا بڑا گرجا منہدم ہو گیا۔ ۱۸۲۶ء میں سارا شہر

ڈوب گیا۔ اب یہ شہر شمالی سمندر کے ساتھ کہیں دور نظر آتا ہے۔

(۶) اکیس (Eccles) ونپرل (Wimperwil) شپڈن (Shipden) اور نارفولک (Norfolk) بڑے بڑے قصبے تھے، جو مدت سے ڈوب چکے ہیں۔

(۸) آبرن (Auburn) ہارٹ برن (Harthurn) ہائیڈ (Hyde) کی جگہ آج صرف ریت کے ٹیلے دکھائی دیتے ہیں اور بس۔

(۹) فریس لینڈ (Friesland) کا دوتہائی حصہ شمالی سمندر میں غائب ہو چکا ہے۔

(۱۰) جزیرہ ہیلیگولینڈ (Heligoland) جس کا گزشتہ جنگ عظیم میں بڑا چرچا تھا اور جو اصل ایڈمرل ڈی برمی (Adam de Bremse) سنہ ۱۶۷۳ء میں ۳۰ میل لمبا تھا اب صرف ایک میل لمبا رہ گیا ہے۔

(۱۱) ہالینڈ میں آبی تباہ کاریاں اور زیادہ افسوسناک ہیں۔ یہاں سنہ ۱۲۷۰ء میں زائڈر زی (Zaider) ایک خوفناک جھیل تھی جس کی وجہ سے ساحلہ پانی کے نیچے آ گیا۔ سنہ ۱۴۲۰ء میں یہ جھیل دریائے مغیان آئی اور اسی ہزار انسان ہلاک ہوئے۔ سنہ ۱۴۲۱ء میں بتا اور گاؤں ڈوب گئے۔ ہالینڈ کے شمال کی دو تہائی بڑے بڑے جزیرے پچھلی صدی میں موجود تھے اب یہ تھوڑے چھوٹے رہ گئے ہیں۔ تخمیناً ہر سال ۱۰۰ گز زمین سمندر برد ہو رہی ہے۔

(۱۲) جزیرہ وان جرج (Wangeroog) جو کبھی ایک نہایت آباد جزیرہ تھا اور ڈیون (Devon) کے غرقے سے بڑا تھا، اب ریت کا ایک ٹیلا رہ گیا ہے۔

انگلینڈ والوں کی قیمت کا اندازہ ہر ملک میں تخمینہ کیا گیا ہے۔ گزشتہ ہزار سال میں ہالینڈ جتنی زمین اور ایک کروڑ پاؤنڈ سے زیادہ نقصان اٹھا چکا ہے۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں انگلستان و ہالینڈ میں سمندر کے ہولناک حملے کو روکنے کے لئے ایک کمیٹی اس غرض کے لئے مقرر کی گئی کہ وہ جائزہ

برٹانیہ کے گھمنڈ کے متعلق اپنے پیشین گوئی آج پوری ہوتی نظر آتی ہے:

نام	رقبہ دریائے میل	رقبہ دریائے میل
(۱) انگلستان و ویلز	۵۰۹۱۲ ایکڑ	۳۵۳۳۳۳ ایکڑ
(۲) سکاٹ لینڈ	۶۱۵ ایکڑ	۴۵۰۰ ایکڑ
(۳) آئرلینڈ	۱۳۲۱۱ ایکڑ	۸۹۵۳ ایکڑ

ان اعداد کا ماخذ یہ ہے کہ برٹانیکا [illegible] انگلستان کے مشہور فلاسفر ہربرٹ اسپنسر (Herbert Spencer) نے ایک دفعہ کہا تھا:

Even God cannot annihilate space and time.

اگر برق آج زندہ ہوتا اور [illegible] اس قطرئے پر نظر ثانی کرنا پڑتی۔

سمندر کی گہرائی انگلینڈ و امریکہ کے درمیان بعض مقامات پر چھ میل تک گہرے ہیں۔ یہ حصہ [illegible] جن میں سے ایک لارا (Laura) نامی [illegible] آج یہ حالت ہے کہ جہاز اس کی چوٹی پر سے گزرتے ہیں [illegible] اونچا ماؤنٹ سنر (Cinuser) آج چھ ہزار فٹ پانی کے نیچے ڈوبا ہوا ہے۔

[illegible] جاوا، ماترا وغیرہ کے مشرق میں دو مقامات پر [illegible]

[illegible]

جاپان اور امریکہ کے درمیان سمندر تقریباً پانچ میل گہرا ہے۔ ویک جاپان کا چھوٹا سا جزیرہ ایک مہاک کے عین کنارے پر واقع ہے۔ اور ممکن ہے کہ کبھی کوئی زلزلہ اس پہاڑ کو ٹوٹ کر پانی کی تہہ میں گرا دے۔

دنیا کے بڑے بڑے سمندروں کی گہرائی کا اندازہ لگانا بھی بہت مشکل ہے۔ مقام تعجب ہے کہ یہ لوگ موت کے جس قدر نزدیک ہیں اللہ سے اتنے ہی دور ہیں۔ فرمایا:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ (اعراف ۳۴) ہر قوم کی تباہی کا ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجائے گا تو پھر ایک لمحہ بھی نہیں ٹل سکے گا۔

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (عنکبوت ۶۵) جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو نہایت خلوص سے اللہ کو پکارتے ہیں پھر جب وہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

سمندروں میں مینارۂ روشنی

بحری گزرگاہوں پر جہاز رانی کی سہولتیں پیدا کرنے

کے لیے جہاز ران شوق سے گزرتے ہیں۔

وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ [illegible]

اس وقت دنیا میں تقریباً [illegible]

ہو کہ سمندر [illegible]

[illegible]

ایک صدی بعد [illegible] پچیس میٹر [illegible] ہو گیا۔ اٹھارہویں صدی کے آخر تک یہ مینار لکڑی سے [illegible] پہلا انجینیر جس نے پتھر استعمال کیا جان سیمیٹن (John Smeaton) تھا۔ اس نے ۱۷۵۹ء میں ایڈی سٹون راک (Eddystone Rock) پر [illegible] کا مینار بنایا۔ اس کی روشنی [illegible] (Inchcape) کا مینار ایک خطرناک چٹان پر بنایا گیا جس پر سال [illegible] انیسویں صدی کے آخر تک [illegible] (Lundy) کے مینار [illegible] ستاون بنائے جا چکے تھے۔ ان کے بعد [illegible] کیا گیا۔ بہت سے میناروں میں ریڈیو سٹیشن [illegible] تیس سے زیادہ نہیں ہوتی، کہ دل ہو لیے۔

[illegible] کا مینار۔ اس کی روشنی [illegible] ہیلو کیپ ڈی ہیو (Cape le Hève) [illegible] اور اس کی روشنی میں دور [illegible]

پر چڑھ کر اُسے بہ طور کشتی استعمال کرتے ہیں۔ اس میں بیک وقت بیس آدمی سوار ہو سکتے ہیں۔

قدیم جہاز راں قدیم تاریخ کی سب سے بڑی کشتی حضرت نوحؑ نے تیار کی تھی جو ۴۵۰ فٹ لمبی، ۷۵ فٹ چوڑی، ۴۵ فٹ اونچی اور پندرہ ہزار ٹن بھاری تھی۔

ششم قبل مسیح میں فنیقیوں نے ایسی کشتیاں تیار کیں جن کے ذریعے وہ نہ صرف بحیرۂ روم کے اطراف بلکہ بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک تجارت کرتے تھے۔ فنیقیوں سے پہلے جزیرہ کریٹ (Crete) بحری مرکز تھا۔ اور ان سے بھی پہلے اٹلانٹس جہاز رانی میں ماہر تھے۔ فنیقیوں کے بعد کارتھیجی مشہور ملاح ہوئے ہیں۔ ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ یہ لوگ پہلے جہاز ساز تھے جن کے جہازوں کے ساتھ آٹھ آٹھ چپو تھے۔

ہمیں مصر کے بعض قدیم مقبروں پر جہازوں کی تصاویر ملی ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں پروفیسر فلنڈرز پیٹری (Flenders Petrie) نے ایک مقبرے کی تصویر کا عکس لیا، جو سلاطین مصر کے بارہویں سلسلے کی تھی۔ اس میں بھی کشتی کی بعض کشتیاں سامی طرز کی ہیں، اور دریائے نیل کے بعض مقامات پر اب بھی ہوتی ہیں۔ یہ کشتیاں تقریباً ۹۰ میل فی گھنٹہ رفتار سے سفر کرتی تھیں۔ ۱۹۶۱ء میں مصر کی ایک کشتی نپولین سوم نے بنائی، جو ۱۲۰ فٹ لمبی اور ۱۷ فٹ چوڑی تھی۔ اس کی نقل پیرس کے عجائب خانہ لوورے (Lovere) میں موجود ہے۔

سنہ ۱۹۶۰ء میں کے ایک محقق نے ثابت کیا ہے کہ آج سے بہت پہلے افریقہ و امریکہ باہم ملے ہوئے تھے۔ زمین کے خطہ مملکت اٹلانٹس کہلاتا تھا جو کسی زلزلے وغیرہ کی وجہ سے ڈوب گیا۔ یہ محقق کہتا ہے کہ مصر کی طرح میکسیکو میں بھی اہرام پائے جاتے ہیں۔ نیز افریقہ کے مغربی اور امریکہ کے مشرقی ساحل کی زبانوں میں مشابہت ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ دونوں براعظم آپس میں ملے ہوئے تھے اور ان پر ایک ہی قسم کی کسی ایک قوم کی حکومت تھی جن کے آثار اب بھی افریقہ اور امریکہ میں پائے جاتے ہیں۔ (مرتب)

(Sandef Iaid) کے پاس اس قسم کا ایک جہاز برآمد ہوا ہے جو ۱۰۰ فٹ لمبا ۲۰ فٹ چوڑا اور ۵۶۰ ٹن وزنی تھا۔

ایک مرتبہ اہلِ ڈنمارک نے اپنے جہازوں کی بدولت انگلستان کو فتح کر لیا تھا۔ الفریڈ نے کچھ عرصے کے بعد ایک جنگی بیڑا تیار کر کے اہلِ ڈنمارک کو شکست دی۔ ان کے چند جہاز پکڑے اور اڑا دیئے۔ الفریڈ پہلا نوی جہازوں کا بانی آدمی کہا جاتا ہے۔

سنہ ۱۱۷۰ء میں اہلِ انگلستان نے ایک اور جہاز تیار کیا جس میں ۱۰۰ آدمی سما سکتے تھے۔ چوتھے ہنری فرمانروائے انگلستان نے جہازوں کے متعلق ایک نئے قانون کی بنیاد ڈالی۔ اس کے ۲۰۳ جہاز تھے۔ کنگ جان نے ملاحوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ اور جب ہنری دوم نے کیلے کا محاصرہ کیا۔ تو اس کے بیڑے میں ۷۰۰ جہاز اور ۱۲ ہزار ملاح تھے۔ جہازوں کا وزن ۵۰۰ اور ۶۰۰ ٹن کے درمیان تھا۔

جہازوں میں پہلے منجنیق ہوا کرتے تھے۔ پندرھویں صدی میں توپیں نکلیں۔ ہنری ہشتم نے ۱۵ ایسے جہاز تیار کرائے جن میں سے ہر ایک اندر ۲۲ توپیں رکھتا تھا۔ ہنری کے مشہور جہاز سینٹ مارتیار ہوا جس میں سفر کے کوئی سو توپیں لگائی گئی تھیں۔ ملکہ الزبتھ کے عہد میں آرک رائل (Ark Royal) تیار ہوا۔ اس میں تین سو توپیں تھیں۔ ۱۶۰۰ء تک انگلستان کے پاس ۵۰ اکڑ ورتن وزن کے جہاز موجود تھے۔ سنہ ۱۶۵۰ء تک انگلستان کے پاس پانچ سو جہاز تھے جن میں سے ہر ایک اوسطاً ۳۰۰ ٹن کا تھا۔

یہ ریگر الفاظ آج سے دو سو سال پہلے انگلستان ایک زبردست بحری طاقت جہاز جو دنیا کی انگریزوں نے اب مہیب ترین سلطنت بنا ڈالی۔ دوسری طرف ہم

فتا کر دی۔ لیکن باہمت انگریزوں نے صرف نو سال میں ۱۸۴۱ء سے ۱۸۴۳ء تک جہاز بنا لیے۔ دوسری طرف دیکھئے کہ مسلمان ایران نے ۱۳۱۲ سال سے قائم ہیں اور اس تمام زمانے میں ان سے حسین ایک کشتی بھی تیار نہ کر سکے۔ جنہوں نے ہندوستان میں آ کر ہندوؤں کو

تھا گناہ معاف ہوتا ہے، اس لیے کہ ہم سب گناہ کرتے ہیں، لیکن بار بار کرنے سے ہم

ساقی ہوش کہ خیال حیاتِ نو بخش و نقد ما بستان کہ آخر جائے دیگر

چو رہ نخواہد بہ یک دانہ گندم بہ نروخت

زاہد باش اگر من بخورے فروشد

جہاز بنانے کی کیا ضرورت تھی، دنیا میں کسی قوم نے بغیر جہاز کے ترقی کی ہے؟ اس کے جواب

دخانی جہاز پہلی دخانی کشتی ۱۸۰۷ء میں جنیفن نے بنائی تھی، لیکن پورے طور پر

نہ چلی۔ کچھ نقائص باقی رہ گئے۔ ۱۸۰۹ء میں ایک امریکی موجد رابرٹ فلٹن نے ایک

بڑی کشتی بنائی جو کلرمونٹ اور نیویارک میں فی گھنٹہ پانچ میل چلتی تھی۔ اس نے

۱۸۱۲ء میں پانچ سو ٹن کا ایک دخانی جہاز بنایا جس پر ۲۴ ہزار پونڈ خرچ ہوئے تھے۔ یہ

دخانی جہاز [illegible] پر خرچ نہایت پہنچتے تھے۔ اس کے تیرہ برس بعد دخانی کشتی الگین نے بنائی۔ یہ

کہ ایک جہاز بھی شامل نہ تھا۔ یہ کہ مسلمان یا تو ذکر خدا یا پیٹ کی فکر میں مصروف رہے۔

غریبوں کو جہاز سازی کی فرصت کہاں تھی۔ اور شوکت کی ہوا تھی کہ خدا کے پیاروں پر حملہ کرنے کی ہمت آئے۔ جس اللہ کے ولی بننے کے لیے

سے ابرہہ کے پرخچے اڑا دیئے تھے وہ ایران و عرب کے مسلمانوں پر حملہ کرنے والوں کا تو خدا جانے کیا حال بنائے گا؟۔

فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ (القرآن) انہیں اپنی گمراہی میں ہچکنے دو۔

کاش کہ اس قدر مار کھانے کے بعد بھی مسلمان یہ سمجھ جاتا کہ اللہ بدعمل اقوام کو مٹانے کے لیے نہایت بے نیاز واقع ہوا ہے۔

وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (آل عمران ۹۷) اگر کوئی نااہل، کام چور، ورق نون ثکلن بن جائے تو یاد رکھو کہ یا اللہ کسی قوم سے کوئی خاص رشتہ نہیں ہے (خلق) اور ہم نااہلوں کو مٹانے میں بہت دیر روا رکھتے ہیں۔

تو تعمیر مستقبل کی کوئی صورت نکل سکتی تھی لیکن اس کج فہم قوم کا کج دماغ ملا ہر روز مخفرت و شفاعت اور تسبیح و تہلیل کے وہ مہ آتشہ جام قوم کو پلاتا ہے کہ امید بیش عدم!

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کر گسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہ بازی (اقبال)

رجوع بہ مطلب: اہل انگلستان نے ۱۸۶۸ء میں چار ہزار ٹن کا ایک ایسا تیز رفتار جہاز تیار کیا جس نے بحر اوقیانوس کو چار دن اور سترہ گھنٹوں میں عبور کر لیا۔ ۱۹۳۳ء میں فرانس نے ۶۰ ہزار ٹن کا ایک جہاز بنایا۔ اسی سال انگریزوں نے ۴۳ ہزار ٹن کا ایک جہاز تیار کیا جس کے انجن میں ۱۰۰ ہزار گھوڑوں کی طاقت تھی۔ ایک اور جہاز اولمپک کی لمبائی ۸۵۲ فٹ چوڑائی ۹۲ فٹ اونچائی ۱۰۰ فٹ تھی۔ اس میں ۱۰۰ ہزار گھوڑوں کی طاقت کا انجن لگا ہوا تھا۔ اور اس میں ۴۵ ہزار ٹن کا سامان لاد سکتے تھے۔

یہ ہے وہ طاقت جس کی بدولت اقوام زندہ رہ سکتی ہیں، اور یہی وہ آیات ہیں جن سے زندہ اقوام کا ایمان زندہ رہتا ہے۔

وہ گوشت کو گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتے۔ قدیم مصری اقوام اپنے فرمان رواؤں کی لاشوں کو نمک سود کر دیتے تھے تاکہ قبروں میں گل سڑ نہ جائیں۔ ہم اپنے گھروں میں کئی دن رات گوشت کو صحیح تک محفوظ رکھنے کے لیے نمک لگا دیا کرتے ہیں۔ جو کہ سمندر میں ہر روز کروڑوں مچھلیاں اور دیگر ان جانوروں کی موت واقع ہوتی رہتی ہے اور ایام جنگ میں ہزاروں انسان سمندر کی بدولت [illegible] کے تعفن سے محفوظ رہتے۔ اگر خشکی کے کسی جانور کو پانی میں پھینک دیا جائے تو وہ گل سڑ جاتا ہے۔ مگر سمندر میں کروڑہا آبی جانور ہیں اور وہ گلتے سڑتے نہیں بلکہ ہر وقت تازہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

وَهِيَ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا (۱۶:۱۴) اور تم سمندروں سے تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔

واہ کیا [illegible] ابتدائے انسان سمندر سے کنارے پر آباد تھے۔ اور مچھلیوں سے گزارا کیا کرتے تھے۔ [illegible] آج جدہ آباد ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی پرانے شہروں کی طرح کسی وقت سمندر میں غرق ہو جائے۔ اللہ نے کعبہ بنایا ہے۔ روایت ہے کہ جدہ میں حضرت حوا کی قبر ہے۔ اور جدہ کا نام بھی حقیقت پر شاہد ہے۔ جدہ عربی زبان میں دادی کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہاں نوع انسان کی دادی کی قبر تھی۔ اس لیے یہ مقام جدہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ممکن ہے انسان کی ہمارے سیارہ پر آبادی کے بعد یہاں [illegible] ہو کہ حضرت آدم کی اولاد مختلف ٹکڑیوں پر گزر اوقات کرنے لگی۔

[illegible] نگ تیر کمان سے لیس کاروبار کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد یہاں [illegible] ہوا

ایجاد ہوا۔ اہل روما و یونان کی جنگلیوں کو بہ سبب محفوظ راستہ کے طریقہ ہائے تجارت اور دور دراز ممالک کے ساتھ تجارت کیا کرتی تھیں رفتہ رفتہ انگلستان نے ماہی گیروں میں شہرت حاصل کی ۱۵۷۵ء میں انگلستان کے ۵۰۰ جہاز ماہی گیری میں مصروف تھے جو تنگ کے لئے ساحل سے چھ سو میل دور نکل جاتے تھے اور جس طرح انگلستان ماہی گیری میں آگے تھے کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک دوسرے کے ہاں بڑا پڑنے پر برابر جنگ ہی۔ ۱۸۱۸ء میں معاہدہ واشنگٹن ہوا جس کی رو سے ان ممالک کو ایک دوسرے کے ہاں ماہی گیری کی اجازت ملی۔

چونکہ کینیڈا کی ماہی گیری زیادہ اچھی ہوتی ہے اسلئے پھر لڑائی چھڑ گئی۔ ۱۸۷۷ء میں برطانیہ نے امریکہ سے چھبیس کروڑ بچاس لاکھ پونڈ ہرجانہ کے کینیڈا کے پانی میں ماہی گیری کی اجازت دی۔ لیکن ۱۸۸۸ء میں پھر کسی امر پر اختلاف ہو گیا اور امریکہ اس رعایت سے محروم کر دیا گیا۔

ماہی گیری میں بڑے بڑے جہاز استعمال کئے جاتے ہیں جو کشتیوں کے ساتھ سمندر کی مہیب موجوں میں ٹکر کھیتے ہیں۔ یہ اوقیانوس کے پیچیدہ راستوں سے واقف ہیں۔ انہیں پتہ ہے کہ چٹانیں کہاں ہیں۔ اور دیگر خطرناک مقامات کس طرف ہیں اور آج بھی لوگ برطانوی بیڑے میں آج تک کے فن سیکھنے آتے ہیں۔

مختلف ممالک میں ماہی گیروں کا تناسب:

۱۔ انگلستان — ہر ۱۱۲ آدمیوں میں سے ایک ماہی گیر ہے۔

۲۔ آئرلینڈ — ہر ۲۰۰ آدمیوں " " "

۳۔ سکاٹلینڈ — ہر ۶۰ آدمیوں " " "

۴۔ ناروے — ہر ۱۶ آدمیوں " " "

جاپان ماہی گیری میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ یہاں ہر سال ایک کروڑ ماہی گیر

لاگت آتی ہے۔ چند دیگر ممالک کے اخراجات یہ ہیں:

۱۔ امریکہ — ایک کروڑ ستر لاکھ پونڈ۔ ۲۔ فرانس — ایک کروڑ چھتیس لاکھ پونڈ۔

۳۔ انگلستان — ایک کروڑ پچاس لاکھ پونڈ۔

دنیا میں ہر سال تین کروڑ پونڈ کی مچھلی پکڑی جاتی ہے۔ اگر ایک پونڈ کی قیمت پندرہ روپے

سمندر کی تہ میں جو کشتیاں مستعمل ہوتی ہیں اُن کو ٹرالر کہا جاتا ہے اور اُن کے ساتھ

۱۳۰ فٹ لمبے ۱۰۰ فٹ چوڑے اور ۱۰ فٹ گہرے جال ہوتے ہیں۔ یہ ٹرالر معمولی بادبانی

جہازوں سے اتنی گنا زیادہ مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ ایسے ٹرالر برطانیہ کے پاس تقریباً ۱۰۰۰،

جرمنی کے ۵۰۰، فرانس کے پاس ۳۰۰، ناروے اور بیلجیم کے پاس کل ۴۰۰ ہیں۔ ۱۹۱۴ء

سمندر کی تہ پر یہ خرچ کرنے سے جو فائدہ ہوگا کہ دنیا میں اسلامی سلطنتوں کا بھی وجود

ہوتا ہے کہ ان کے ساحل سمندروں کے راستوں پر واقع ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے کبھی کوئی مچھلی نہیں

پکڑی۔ بچے کھچے کنارے کی مچھلی کو بھی نہیں دیتے، بھاگ جاتے ہیں۔

ٹرالر کا طریقہ یہ ہے کہ جال پانی میں منگوا کر تیرتی ہے۔ جب اس سرنگ میں کئی جانور داخل

ہو جاتے ہیں تو منہ کو بند کر لیتے ہیں۔ ایک دن کی پکڑ سے اتنا تیل نکلتا ہے کہ اٹھارہ

اٹھارہ پیپے تو صرف کچھ تیل ہی سے بھر جاتے ہیں۔

دنیا کی پکڑ کی کشتیوں کی تعداد کا اندازہ ہے جن کی تعداد کچھ عرصہ پہلے مختلف

ممالک کے پاس یہ تھی:

سال	ملک	تعداد	سال	ملک	تعداد
۱۹۱۳ء	انگلینڈ	۱۹۳۶	۱۹۱۸ء	امریکہ	۶۷۸

تشریحات: (۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

(۱۱) [illegible]

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا ۔ (شوریٰ-۱۱)

ہم نے تمہیں وہی قوت اور ثبات دین عطا کیا ہے جو نوحؑ کو دیا تھا۔

نہیں کسی نے فائدہ نہ اٹھایا، قوم نوحؑ کو مٹا دیا گیا، اور قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مٹا رہی ہے۔

وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ۝ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ ۝ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

(مومنون ۲۶ تا ۳۱)

ہم نے نوحؑ کو فرمایا کہ ظالموں کی سفارش ہم سے ہاں مت کر، کہ وہ غرق ہونے والے ہیں جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہو کہ شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔ اور کہو اے میرے رب! مجھے برکت والی منزل پر اتار، تو ہی بہتر اتارنے والا ہے۔ اس واقعہ میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم لوگوں کو آزماتے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے دوسری قوم پیدا کی۔ اگر ان کو بھی ہم نے بھیجا تو انہوں نے بھی جھٹلایا۔ پھر ہم نے ان کو ایک کے بعد دوسرا بھیجا، ہر ایک کو ہلاک کر دیا گیا۔

(۴)

باب

صنعتِ فطرت کے بے انداز اور انوکھے

آیاتِ بینات! اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے:

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا (سورۃ العنکبوت) اے رسول! مسلمانوں کو حکم دے کہ وہ زمین کی مخلوقات کا مشاہدہ کرنے کے بعد آخرت کی تیاری کا کھوج لگائیں۔

خلائے فطرت کا خیال ہے کہ خلائے فطرت میں ہر قسم کی ہوا کی دھواں کی گیس۔ ہر دھواں نما گیس کی تشکیل کے بعد ایک بہت بڑا ستارہ سورج کے قریب سے گزرا۔ زور کشش سے ایک گرز کھڑا ہو گیا جو تقریباً ساٹھ کروڑ میل زمین کی طرف گرنے لگا۔ اس گرنے کا نام زمین ہے۔ یہ زمین آخر ایک گیند کی طرح تھی ہزارہا تبدیلیوں کے بعد قشر زمین ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن اندر سے پگھلا ہوا ہے۔ آتش فشاں پہاڑ اس کی گرمی ہے۔

اگر یہ زمین کے اندر آتش فشاں کی گرمی ہر تیس میٹر (۳۳ گز) کی گہرائی پر ایک ڈگری بڑھتی جائے تو ۳۰۰ کلومیٹر (۱۸۶ میل) پر پتھر پگھل جائیں گے۔ جب زمین سورج سے ایک ہوائی تھی اس وقت اس کا درجہ حرارت دس ہزار سے اوپر تھا۔ یہ زمین کروڑوں سال کے بعد زمین ٹھنڈی ہو گئی۔ اور زمین مخلوقات کو پیدا کرنے کی جگہ بن گئی۔

میں معادن کی تکوین ہوئی۔ یہ معادن پہلے دُخانی حالت میں ہر سو پریشان تھے دریجۂ ثانیہ میں طوفان آئے اور زلازل کی بدولت پہاڑ تعمیر ہوئے۔ حرارت سوم میں نباتات کا آغاز ہوا اور حالت چہارم میں زندگی نے جنم لیا۔

سونے، چاندی، تانبے کو مختلف درجہ ہائے حرارت کی ضرورت ہے مثلاً!

۱- سونے کو گیس میں تبدیل کرنے کے لیے ۲۲۶ درجہ حرارت درکار ہے۔

۲- المونیم " " " ۲۶۵ " " " "

۳- چاندی " " " ۹۰۳ " " " "

۴- تانبے " " " ۱۰۵۴ " " " "

۵- سونے " " " ۱۰۷۵ " " " "

جب زمین سورج سے علیحدہ ہوئی تھی تو بہت گرم تھی۔ نتیجۃً یہ معادن بار بار گیس بن کر فلک کی طرف اُٹھتیں۔ خنک فضاؤں میں پہنچتے ہی دوبارہ مائع بن کر گیس میں تبدیل ہو کر اوپر چڑھ جاتیں۔ لاکھوں برسوں تک بادل زمین پر موسلا دھار بارشیں برساتے رہے۔ بعد میں جب تشر زمین سرد پڑنے لگا تو یہ دھاتیں بھی منجمد ہونے لگیں۔ سب سے پہلے سونا اور آخر میں لوہا جمع ہوا۔ اگر یہ عناصر نہ ہوتے تو زمین پر زندگی ناممکن ہوتی۔

الرجر سنہ! تفاصیل بالا کا ماحصل یہ ہے کہ کائنات کی ابتدا کچھ درجوں سے گزر کر ہوئی۔

۱- عناصر ترکیبی دُخان کی صورت میں نمودار ہوئے۔

۲- ان عناصر سے اجرام سماوی پیدا کیے گئے۔

۳- آفتاب سے زمین نکلی۔

۴- زمین ٹھنڈی ہوئی، بخارات پانی بن کر برسے اور زلزلوں سے ہر طرف پہاڑ بن گئے۔

۵- پھر نباتات کا ظہور ہوا

۶- اور آخر میں حیوانات کی تخلیق ہوئی جن کی ارتقائی صورت انسان ہے۔

ماحصل یہ کہ اللہ نے آسمان کو دو حصوں اور کائنات ارضی کو چار حصوں میں پیدا کیا۔ آج سائنس کے جدید علوم نے عرب کے ان بدوؤں کی تعلیم و تلقین سے بہت پہلے اُمّی رسولؐ نے آج سے ۱۳۶۱ برس پہلے فرمایا تھا:

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ۝ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا

(حٰمٓ سجدہ ۸ تا ۱۲)

(کیا تم سچ مچ کفر کرتے ہو اس پر جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو؟ وہی سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس نے زمین پر پہاڑوں کا سلسلہ قائم کیا اور اس میں برکتیں رکھیں اور اس میں رہنے والوں کی غذاؤں کا انتظام کیا چار دنوں میں، ٹھیک ہے ان کے لیے جو پوچھتے ہیں۔ پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف جو اس وقت دھواں تھا، اس نے حکم دیا آسمان اور زمین کو کہ آؤ دونوں خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا کہ ہم فرمانبردار ہو کر حاضر ہوئے۔ پس اس نے بنا دیا ان کو سات آسمان دو دنوں میں اور وحی بھیجی ہر آسمان میں اس کے کام کی۔)

تو گویا زمین، پہاڑ اور نباتات وغیرہ چار یوم میں بنائے۔ اور آسمان دو یوم میں۔ یہ قرآن کی حقیقت پر شاہد ہے کہ آسمانوں کی رفعت، تسویہ اور برکات زمین کی تخلیق بعد میں ہوئی۔

ف عبارات کا ایک تضاد میں عرض کیا جا چکا ہے کہ اٹھارہ کروڑ ننانوے ہزار پچاس برس کا عرصہ کتنا ہے، تفصیل وہیں دیکھئے۔ (برق)

أَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ۝ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۝ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۝ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (نازعات، ۲۷ تا ۳۳)

(اے لوگو!) کیا تمہاری تخلیق (کا کام) زیادہ مشکل ہے یا آسمان کی؟ اللہ نے آسمان کو بلند کرکے اُس کی ساخت برابر کی۔ اُس کی رات کو تاریک بنایا اور دن کی روشنی نکالی۔ اس کے بعد زمین کو بچھایا۔ اُس میں سے پانی اور چارہ نکالا۔ پہاڑوں کو جمایا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کے لیے کیا۔

اعداد کی اقسام

اعداد کی تین قسمیں ہیں: (۱) زائد (۲) ناقص (۳) اور کامل۔ عدد زائد وہ عدد ہے جو مجموعہ اجزاء سے زائد ہوتا ہے، مثلاً ۱۲۔ اس کے اعداد ضرب (جن سے بقسیم ہو سکتا ہے) ان کا مجموعہ (۱+۲+۳+۴+۶) ۱۶ ہوتا ہے جو کہ ۱۲ سے زائد ہے۔ عدد ناقص وہ عدد ہے جو مجموعہ اجزاء سے کم ہوتا ہے، مثلاً ۱۰۔ اس کے اعداد ضرب (۱+۲+۵) ۸ ہوتے ہیں جو کہ ۱۰ سے کم ہے۔ عدد کامل وہ عدد ہے جو مجموعہ اجزاء کے برابر ہوتا ہے، مثلاً ۶۔ اس کے اعداد ضرب (۱+۲+۳) ۶ ہوتے ہیں جو کہ ۶ کے برابر ہے۔

اعداد کا علم کب سے ہے؟ اس کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن ہندوستان میں اعداد کا علم بہت پرانا ہے۔ ہندوستان کے قدیم ترین مذہبی صحیفوں میں اعداد کا ذکر ہے۔ ان صحیفوں کی آیات چھ ہزار سال سے بھی پہلے کی بتاتے ہیں

(۷) ۳۲۵۵۰۱۳۳۵۴

(۸) ۵۳۶۸۵۱۶۵۲۰

(۹) ۸۵۸۹۸۹۹۰۵۱

(۱۰) ۱۳۷۴۳۸۹۹۱۳۲۸

(۱۱) ۲۱۹۹۰۲۳۲۲۰۱۹۷۹

(۱۲) ۵۱۲۹۴۹۹۳۶۶۴۰۹۶

(۱۳) ۳۵۱۷۴۳۹۷۸۹۴۵۲۸

(۱۴) ۹۰۰۷۱۹۹۱۰۵۷۶۳۲۲۸

(۱۵) ۱۴۴۱۱۵۱۸۷۸۰۷۳۲۰۳۸۶

(۱۶) ۳۶۸۹۳۴۵۸۱۴۳۷۲۴۱۰۵۹۳۶

زمینوں کی تعداد | موجودہ سائنسدانوں کا خیال یہ ہے کہ کائنات میں کم و بیش تیس کروڑ زمینیں چکر کاٹ رہی ہیں۔ اس نظریے کی بنیاد اس مشاہدے پر رکھی گئی ہے کہ نظامِ شمسی کی تعداد دس کروڑ ہے۔ اور ہر ستارے کے اردگرد کم و بیش تین زمینیں گھوم رہی ہیں۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر-۳۱) اللہ کے لشکروں کو خود اللہ ہی کو علم ہو سکتا ہے۔

جنت | بعض کتب احادیث میں مذکور ہے کہ جہنم زمین کے نیچے ہے۔ اور دوسری طرف سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ زمین میں ۴۰۰۰ میل نیچے آگ موجود ہے۔ آتش فشاں پہاڑوں کے منہ سے جو مادہ باہر نکلتا ہے وہ اندرونی آگ کی وجہ سے پگھلی ہوئی ہوتی ہے۔ جہنم کا تصور یوں کیا جا سکتا ہے کہ ایک شدید زلزلے کی وجہ سے لاوا زمین کے اندر سے باہر آجاتا ہے اور

ہر طرف آگ کے مواج سمندر لہریں لینے لگتے ہیں۔ بس یہی جہنم ہے۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ (حج ۱)	اے انسانو! اللہ سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک خوفناک چیز ہوگی۔

زمین سے کہا گیا کہ اگر زمین کے بطن میں جو آج ہے تو فوراً تمام سمندر کھولنے لگ جائیں، نباتات و جمادات میں آگ بھڑک اٹھے اور تمام فضا سرخ چنگاری کی طرح دہکنے لگے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ قیامت کے دن کوئی تازہ زمین کسی آفتاب سے نکال لائے جو بے انتہا گرم ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُس روز سورج زمین کو اس قدر قریب کھینچ لے کہ لوہا کی بھٹی کا سماں بندھ جائے۔

بہرحال کسی کو یقینی علم حاصل نہیں کہ اُس وقت کیا کیفیت ہوگی، اس لیے کہ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان ۳۴) قیامت کا علم تمام تر اللہ ہی کو حاصل ہے۔

ہماری زمین کی عمر

امریکہ میں چند مقامات سے چار ہزار پہلے کے گھر برآمد ہوئے ہیں۔ ایک گھر کی دیوار پر اُس عہد کی زبان میں یہ الفاظ کندہ ہیں:

"جولیا میری پیاری جولیا، ایک حسین اور چھوٹا سا سور ہے"

ایک اور قبر پر یہ الفاظ منقوش ہیں:-

"اس میں بغیر اس کے کوئی اور عیب نہ تھا کہ یہ مجھے چھوڑ کر یہاں آ گئی"

ان فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کا انسان دماغی ساخت اور انداز تخیل میں ہم سے مختلف نہ تھا، بلکہ وہ ہماری ہی طرح متمدن و مہذب تھا۔ پھر کہ نسل انسانی کو ابتدائی دورِ وحشت سے گزر کر منازل تمدن تک پہنچنے کے لیے ہزارہا قرن درکار ہیں، اس لیے بائبل کی بتلائی ہوئی انسانی عمر (۶۰۰۰ سال) درست نہیں۔[1]

---

[1] میرا مقصد یہ ہے کہ بائبل کے سال کو ۳۶۵ دن کے برابر سمجھنا درست نہیں۔ اللہ کے دن اور سال بہت لمبے ہوتے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا الٰہی کی تکذیب منظور نہیں۔ (برق)

لارڈ کلوِن کے ہاں زمین کی عمر دو کروڑ سال ہے اور اس نے اس نظریئے کی بنیاد زمین کی مختلف بیرونی حالتوں اور اندرونی درجۂ حرارت پر رکھی ہے۔ اس کے خیال میں زمین کا بیرونی قشر بیس لاکھ سال میں ٹھنڈا ہوا تھا۔

بعض علمائے طبقات الارض کی رائے یہ ہے کہ زمین کی اندرونی تہوں میں ریڈیم کی مقدار بہت زیادہ ہے چون کہ ریڈیم حرارت پیدا کرتا ہے، اس لیئے زمین کا پیٹ گرم ہے لیکن لارڈ کلوِن اس نظریئے کے ساتھ متفق نہیں۔ چنانچہ ایک خط جو ۱۹۰۱ء میں لکھا گیا اور برٹش ویکلی میں شائع ہوا، میں کہتے ہیں:

"یہ بات قطعاً ناقابلِ یقین ہے کہ سورج اور زمین ریڈیم کی وجہ سے گرمی و روشنی دے رہے ہیں۔"

پروفیسر جولی کا اندازہ آغازِ آفرینش میں جب ہی پہلی دفعہ سمندر بنے، تو ان کا پانی میٹھا تھا پھر برساتی نالوں اور دریاؤں (جو اِدھر اُدھر سے موڑا لاتے ہیں) کی وجہ سے رفتہ رفتہ نمکین ہو گیا۔ پروفیسر جولی نے سالہا سال کی تحقیق و جستجو کے بعد اعلان کیا کہ ہر سال دنیا کے تمام دریا اور نالے سمندروں میں سولہ کروڑ ٹن نمک کا اضافہ کرتے ہیں اور اس وقت سمندروں کے نمک کا مجموعی وزن ۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ٹن ہے جس کے جمع ہونے پر نو کروڑ برس صرف ہوئے۔ اور یہی زمین کی عمر ہے۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں (اقبالؒ)

آغازِ حیات حیوانات و نباتات کا خوردبینی معائنہ کرنے کے بعد حقیقت بے حجاب ہوئی ہے کہ تمام حیوانات و نباتات خلیوں سے بنے ہیں۔ ان میں سے بعض واحد الخلیہ ہیں اور بعض کثیر الخلایا۔ یہ خلیے سمندر کے ایک لیس دار مادے نخزایہ سے تیار ہوئے تھے جو سمندر کے ساحل پر ملتا ہے۔ سب سے پہلے اس نخزایہ سے ایمیبا (Amoeba) بنا۔ ایمیبا ایک واحد الخلیہ جانور ہے جو صرف

کیچڑ میں ملتا ہے۔ اس کے بعد دو، تین، چار، بلکہ ہزاروں اور کروڑوں خلیوں والے جانور وجود میں آئے۔ جن میں تمام حیوانات نیز انسان بھی شامل ہے۔

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ۔ (صافات ۱۱) ہم نے انہیں لیسدار کیچڑ (ساحلی دلدل) سے پیدا کیا۔

حیوانات کا موجودہ تنوع اس واحد الخلیہ مخلوق کے ارتقاء و استمرار کا نتیجہ ہے۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ (نساء ۱) | اللہ نے تمہیں واحد الخلیہ جاندار سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی مادہ نکالی۔

ایمیبا کے تکوینی اجزا یہ ہیں: کاربن، نائٹروجن، آکسیجن، ہائیڈروجن۔ اور یہی اجزائے تعمیر ہیں۔ پانی اور ہوا کے عناصر تکوینی بھی یہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حیوانی زندگی کی ابتدا سمندر سے ہوئی تھی۔

توریت باب پیدائش میں درج ہے:-

"پھر ہم نے پانیوں (سمندر) کو حکم دیا کہ جان دار و متحرک مخلوق پیدا کرو۔"

قرآن حکیم میں مذکور ہے:

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ | آسمان اور زمین کی بیوتی ایک تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کر کے دنیا میں بنائیں اور جان دار اشیاء کو پانی (سمندر) سے پیدا کیا۔

یہ واحد الخلیہ مخلوق (ایمیبا) مندرجہ ذیل مدارج سے گزر کر موجودہ آدم پر منتج ہوئی:

۱۔ ان خلیوں سے پہلے نباتات بنے۔

۲۔ پھر حیوانی نباتات نمودار ہوئے یعنی ایسے نباتات جن میں حرکت، حسد اور بعض حیوانی اعضا تو موجود تھے لیکن دیکھنے، سننے اور سونگھنے سے محروم تھے۔ مثلاً اسفنج اور نرم و نازک

۳۔ پھر رینگنے والے کیڑے پیدا ہوئے جو نوافیتہ سے زیادہ مکمل تھے۔

۴۔ اس کے بعد اصناف اور جنکیں وجود میں آئیں

۵۔ پھر سرخ ابھر نے جنم لیا اور سانپ پہ پہلے نظر آنے لگے۔

۶۔ اس کے بعد مچھلیوں، مگرمچھوں اور دیگر حیوانات آبی کا دور آیا۔

۷۔ پھر زندگی نے خشکی پر قدم رکھا۔ کیڑوں، مکوڑوں، پرندوں اور چوپایوں کے بعد

انسان کی باری آئی اور ختم ہوا۔

خبر ہے رفت زگردوں بہ شبستانِ ازل
حندۂ بردگیاں پردہ درے پیدا شد (اقبالؒ)

الغرض زندگی پانی کی پیداوار ہے۔ پہلے ایک خلیہ نکلی، پھر اسفنجیہ پھر شعاعیہ اور پھر لامیہ بنی۔ اس کے بعد حشرات، دیدان، عنکب، طیور اور حیوانات ثدیہ وغیرہ کے منازل سے گزر کر انسان عظمتوں تک پہنچی۔ انسانوں میں بعض جنہیں انبیاء اور بعض اولیاء اور بعض اصفیاء کہتے ہیں، نہ نہیں چاہتا کہ راہ در حیات کی آخری منزل کون سی ہے۔ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی (النجم ۴۲) اور بے شک تیرے رب ہی کی آخری منزل خیمہ قدس تک ہے۔

وجہِ آدم خاکی سے انجم سہتے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے (اقبالؒ)

رحمِ مادر میں بالکل وہی عناصر موجود ہیں جو ممبر میں ملتے ہیں۔ اور وہی حرارت جو آج جس طرح آغاز میں زندگی مختلف مدارج سے ہوتی ہوئی منزل انسانیت تک پہنچی، اسی نطفہ کا ایک تیرتا انگیز حصہ ماں کے پیٹ میں کئی کارخانے نطفہ، علقہ، مضغہ سے ہوتا ہوا انسان بنتا ہے۔ اس کے بعد چند مراحل سے گزر کر جو ناک بنتا ہے، پھر منہ کی شکل اختیار

[illegible] چہرہ پر [illegible] ایک چونچ سی نظر آنے لگتی ہے۔ اس کے بعد چھاؤں کی صورت
بنتا ہے، تو نقطہ نمبر ۳ پر مرد باز کے ہمراہ ایک چھوٹی سی دُم نکلتی ہے جو پانچویں مہینے میں صاف
ہو جاتی ہے۔ چھٹے مہینے میں نر و مادہ کی تمیز ہوتی ہے۔ آٹھویں مہینے آنکھیں کھلتی ہیں اور سر پر بال
اُگ آتے ہیں۔

غرض انسان کا بچہ تمام اُن منازل سے گزرتا ہے جن سے زندگی کو آغازِ آفرینش سے
گزرنا پڑا تھا۔ اب ان مراحل میں انسانی بچہ دیگر حیوانات کے بچوں سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔
ان مدارج کا ذکر قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝
ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ
لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (مومنون ۱۲ تا ۱۴)

اس آیت میں چار لفظ قابلِ غور ہیں:

۱۔ سُلَالَة۔ اس لفظ کے معنی الفرائد الدریہ میں یوں دیئے ہوئے ہیں:

سلالۃ Offspring یعنی بچہ

یعنی نچوڑ (Essence)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ ایسا کیڑا جس میں جنم لیتا ہے، یعنی وہ کیڑا کہ اور نچوڑ ہوتے۔

۲۔ عَلَقَة۔ اس لفظ کے معنی جونک بھی ہیں۔ عَلَقَ (اُس سے جونک لگائی گئی) عَلَّقَ
(اُس نے جونک لگائی)۔

۳۔ مُضْغَة۔ اس کے مشتقات میں سے ایک لفظ "مضبغہ" ہے۔ جس کے معنی بازو
اسپ ہیں۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ مادہ میں ایک منزل پر بچہ چوپائے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

۴۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ رحمِ مادر میں بچہ پہلے جونک، پرندے، اور حیوان کی شکل میں ہوتا ہے۔ آخر میں جب اُسے انسانی صورت عطا ہوتی ہے، تو یہ حقیقتہً ایک نئی تخلیق ہوتی ہے۔

آیت کا ترجمہ "ہم نے آخر میں انسان کو کیڑے کے بچے یعنی یرمیاہ پیدا کیا، اور اب اس کی تولید کا سلسلہ رحمِ مادر سے جاری کر دیا ہے پہلے ہم نطفہ کو جونک (علقہ) کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ پھر جونک کو گوشت کا لوتھڑا (گھوڑے سے مشابہ) بناتے ہیں پھر ہڈیاں پیدا کرکے، اور پھر گوشت چڑھاتے ہیں۔ اور اُس کے بعد ہم اُسے انسانی صورت دے کر باہر نکالتے ہیں۔ وہ بہترین خالق کس قدر قابلِ تعریف ہے"

علماء کا خیال یہ ہے کہ شروع میں انسان کی پیدائش خطِ استوا کے قریب سمندر کے ساحل پر ہوئی تھی۔ انسانی رحم نے نہ صرف اس حرارت کو محفوظ رکھا، بلکہ وہ تمام عناصر بھی یہاں موجود ہیں، جو ہڈیوں میں ملتے ہیں۔

اللہ اکبر! تخلیقِ کونین کے جس منظر کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھو، ایک مکمل و اتم نظامِ عجیب نظر آتا ہے۔ جس کی تفسیر کا نام معرفت ہے۔ وقت آگیا ہے کہ انسان اُس شاہدِ حجلہ نشیں کو ڈھونڈ کر بے نقاب کرے۔

فارغ نہیں ہے گا خاطر میں جنوں میرا
بیتاب اپنا گریباں چاک یہ دامن یزداں چاک (اقبال۔ قدرتِ عشق کے)

انسان کی غایت کی ایک ہی راہ ہے۔ معرفت کے ذرّے کے ناپنے تک ذرّاتِ برقیے تعمیر ہوتا ہے۔ اگر ہم خوردبین سے پانی کا معائنہ کریں تو ہمیں چھوٹے چھوٹے ذرّات نظر آئیں گے۔ جن میں سے ہر ایک کا قطر $\frac{1}{1,000,000,000}$ انچ ہوگا۔ مائیکروب پر نگاہ ڈالیے، گویہ خاکی ذرّے سے بہت چھوٹا ہوتا ہے لیکن دراصل کئی ہزار جواہر سے مرکّب ہوتا ہے۔ پھر ہر جوہر

منفیے دنیا تیے کا مجموعہ ہوتا ہے۔ یہ ایٹم بیشمار لاکھوں چھوٹے ذرات و واحدیتوں پر مشتمل ہے جن سے ایوان فطرت تیار ہوا۔ اس عجیب کائنات کے ہر منظر انوکھی بے مقدار ذرات سے بنا۔ سائنس کا یہ انکشاف توحید پرستی کی بڑی دلیل ہے۔ ذرہ ذرہ ایک انسان ذرہ ذرہ کائنات چیر کر میلوں اندر گھس جاتا ہے اور وہاں سے نرالی دنیا کا ایک منظر نکال لاتا ہے۔ پھر بعد آسمان کی نیلی فضاؤں میں کرب ہا میل دور جا کر کسی ستارے سے ایک کنکر اڑاتا ہے۔ اور خوردبین کے نیچے رکھ کر ہر سہ کا معائنہ کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی حد نہیں کہ ان تینوں کے اجزائے ترکیبی وہی ذرات برقیہ ہیں جو ذرہ خاک، ورق گل، نظر چشم دزبر دشتری میں یکساں پائے جاتے ہیں۔

حقیقت ایک ہے ہستی کی لیکن بیکراں نوری ہے
ہزاروں شیشہ کی ٹٹیاں، گرفتہ کا دل جیریں (اقبال)

فوق العرش سے تحت الثریٰ تک عناصر ترکیبی کی یہ وحدت، وحدت خالق کا ایک ناقابل تردید اعلان ہے۔

کبھی وہ زمانہ تھا کہ خدا کو ثابت کرنے کے متعلق بے شمار ثبوبات ہوا کرتے تھے۔ علم اس قدر ناقص تھا کہ ہر ثابت شدہ حقیقت کی سرحدیں با ہم ملی ہوئی تھیں۔ آج ہمیں ہر شے کی تشریح و تحقیق کے لئے کائنات کے گوشہ گوشہ میں جانا پڑتا ہے۔ ہمیں نہ کوئی زمین انسان کا لمس خاکدامن قدس تک پہنچا سکتا ہے:

عشق کبھی ہو حجاب میں حسن کبھی ہو بے حجاب
یا تو خود آشکار ہو، یا مجھے آشکار کر (اقبال)

ان خشت ہائے ہستی (Atoms) کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً جواہر آبی، آکسیجنی، آہنی وکاربنی وغیرہ۔ پانی کا فردِ ترین ذرہ آکسیجن کے ایک جوہر اور ہائیڈروجن کے دو جواہر سے مل کر بنتا ہے (Molecule) آبی کہلاتا ہے۔ بعض اشیا کے مالیات زیادہ جواہر سے مرکب ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد سو سے ہزار تک ہو سکتی ہے۔ پانی میں آکسیجن کا ایک جوہر اور ہائیڈروجن کے دو جواہر ہوتے ہیں۔ ہر ذرہ آب گولہ میں معدنیہ کا ایک جوہر کاربن کے تین جواہر کو تھامے رکھتا ہے۔

اتصال جواہر یہ جواہر مختلف مقداروں میں مل کر مختلف اشیا پیدا کرتے۔ یہ ملاپ کسی قدرتی و کیمیاوی ترکیب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جس کا یقینی علم ہمیں حاصل نہیں۔ عام نظریہ یہ ہے کہ بعض میں مثبت اور بعض میں منفی بجلی موجود ہے۔ چونکہ مثبت بجلی منفی بجلی کو کھینچتی ہے، جو ہر ایک دوسرے سے ملنے کی حالت میں آتے ہیں یا منفی ہو تو ایک دوسرے سے دور بھاگتے ہیں۔ ہائیڈروجن کے جوہر میں اللہ نے مثبت اور آکسیجن کے جوہر میں منفی بجلی رکھ دی جس سے وہ ایک دوسرے کی طرف کھنچ رہتے ہیں۔ اور پانی تمام جانداروں کے لیے درحیات بن رہا ہے۔

ان جواہروں کی باہمی گرفت اس قدر سخت ہوتی ہے کہ اگر ہم لوہے کی صرف ایک چھڑی لے کر اس کے دو ٹکڑے کرنا چاہیں تو زور آزمائی میں ہمیں بہت زور لگانا پڑے گا۔ اس لیے کہ پورا اتصال پیدا کرنے کے لیے جواہر کو بہت بڑی قوت کی ضرورت ہوتی ہے جو آلات، ورنہ توڑ سکے بغیر ممکن نہیں۔ ارتعاش آلات جواہر ایک مقام اعتدال کی حالت میں رہتے ہیں جس سے کچھ حرارت بھی پیدا ہوتی ہے جب لوہے کی چھڑی پر سے زور گزر جاتا ہے تو ارتعاش ذرات کی

وجہ سے تمام ٹہری گرم ہو جاتی ہے۔ بعض اشیاء مثلاً لکڑی کے جواہر میں ارتعاش کم ہوتا ہے اس لیے وہ سرد اجسام کہلاتے ہیں۔ یہ ارتعاش حرکت کا نتیجہ ہے۔ اور حرکت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ جواہر باوجود اتصال کے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں۔ علمائے فطرت نے مشاہدات کے بعد اعلان کیا ہے کہ تمام جواہر میں باوجود اتصال کے انفصال بھی ہے اور حرکت بھی۔ اگر ہم لوہے کو تیز آگ میں رکھ کر گرماتے جائیں تو جوں جوں ارتعاش و اضطراب کی وجہ سے جواہر اپنی اتصالی گرفت کو ڈھیلا کر دیں گے۔ لوہا پگھل جائے گا اور مزید حرارت کے بعد یہ جواہر ایک دوسرے سے جدا ہو کر آہنِ سیال کی صورت اختیار کر لیں گے۔ اگر چند ہزار درجے کی حرارت پہنچائی جائے، تو آہنِ سیال گیسی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔ یہیں سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ہر جسم میں مسام موجود ہیں۔ ورنہ جواہر متحرک نہ ہو سکتے۔ ذرا دیر کو جواہر کی حرکت کو نظر انداز کر کے چند لمحوں کے لیے ان کی حرکت دوری اور ان میں اختلاط و امتزاج کی ہوتی ہے۔ جاڑے میں دودھ ڈالنے کے بعد پانی کے جواہر دودھ کے جواہر میں خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہوئے گل کے جواہر ہوائی جواہر میں شامل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں۔

ایک منفیہ کی رفتار پانچ ہزار میل فی سیکنڈ شمار کی گئی ہے۔ اگر ہوا کا دباؤ کم کر کے منفیہ کی رفتار کو بڑھا دیا جائے تو ساڑھے سات ہزار میل فی سیکنڈ تک پہنچ جاتی ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ یہ منفیہ ایک سیکنڈ میں بحر اوقیانوس کے بیس مرتبہ عبور کر سکے گا۔ وہ تک صرف چار سیکنڈ میں جا پہنچے گا۔ ایک منفیہ جثہ میں جو ہر آنے سے ایک ہوگا ہر ہے۔ اور ہر سالمہ میں ایک لاکھ منفیے ہوتے ہیں۔

ہر شئے میں زندگی اہم عرض کر چکے ہیں کہ جواہر کی ترکیب منفیوں سے ہوتی ہے۔ ہر

منفیوں کے درمیان خالی جگہ ہوتی ہے۔ جہاں منفیہ حرکت کرتا ہے۔ تیز حرکت کی وجہ سے یہ خالی جگہ یوں پُر معلوم ہوتی ہے، جس طرح ایک لاٹھی کو آگ لگا کر ہوا میں گھمائیں تو فضا میں آتشیں حلقہ بن جاتا ہے۔ کائنات کی ہر چیز انھی زنده و تیز رو ذرات کا مجموعہ ہے، اسی لئے قرآن حکیم میں پہاڑوں کو متحرک کہا گیا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ	تم پہاڑوں کو ساکن خیال کرتے ہو۔ حالاں کہ وہ
تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ۔ (نمل ۸۸)	بادل کی رفتار سے چل رہے ہیں۔

پہاڑوں کی یہ حرکت ایک تو حرکتِ زمین کی وجہ سے ہے اور دوسرے ان منفیوں کی وجہ سے جن سے ان پہاڑوں کی ترکیب ہوئی۔

کائنات میں تمام (ایٹم ہائے) اگر سونے اور مٹی کے اجزائے ترکیبی وہی ہیں تو پھر سونا، سونا کیسے بن گیا، اور مٹی، مٹی کیوں رہ گئی؟

جواب: جواہر میں منفیوں کی کمی بیشی اور اختلافِ نظام سے کائنات میں تنوع پیدا ہو گیا۔ کسی جوہر میں منفیے دو سطحیں بناتے ہیں، تو کسی میں کناروں کے پاس ہوتے ہیں۔ پھر تعداد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہی اختلافِ نظام، تعداد و نوعِ منافیہ کا سبب ہے۔ مثلاً:

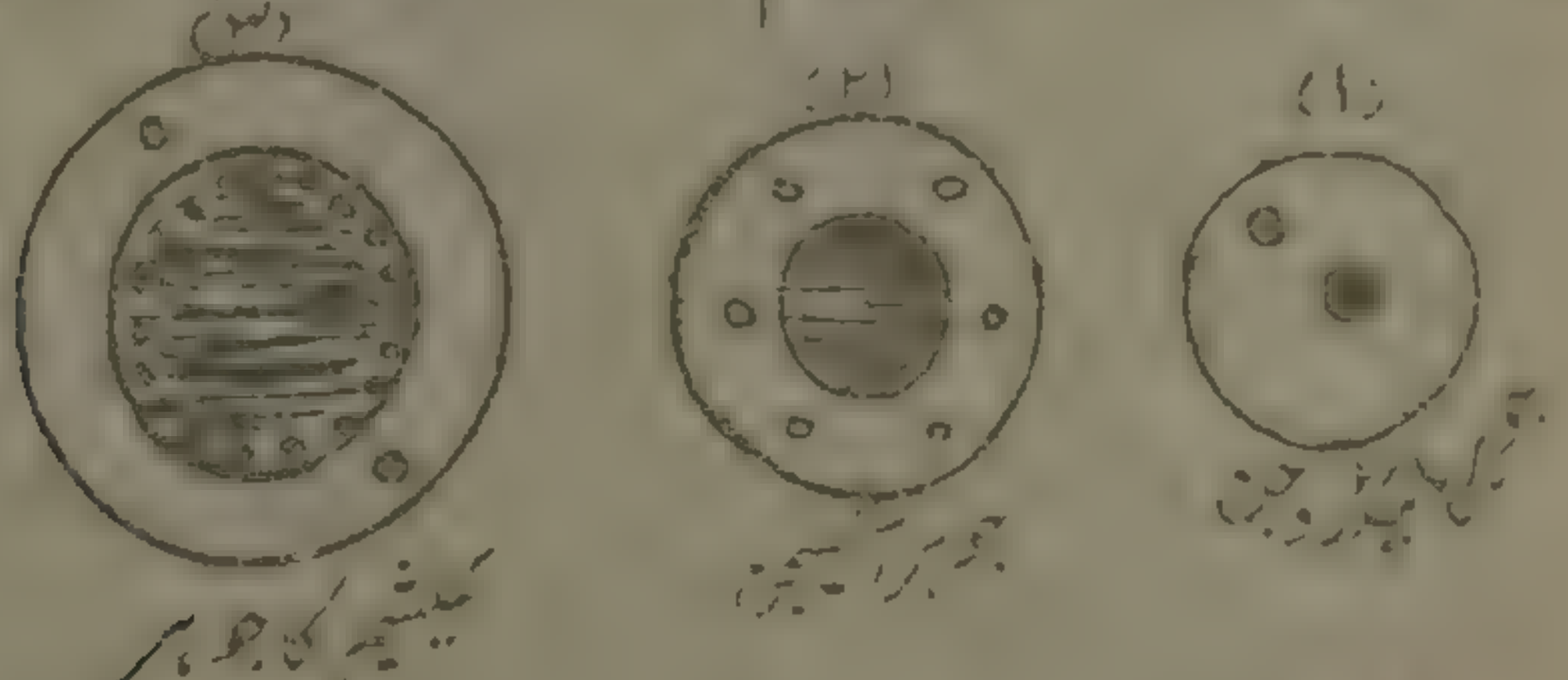

تشریح ۱۔ ہائیڈروجن کے جوہر میں صرف ایک منفیہ ہوتا ہے۔

۲۔ آکسیجن کے جوہر میں آٹھ منفیے ہیں۔

۳۔ کیلشیم " " بیس " (نوٹ) خط کشیدہ حصہ برقِ مثبت کا مرکز ہے۔

تو یہ ہیں کائنات کی ایجنسیں۔ ایک مغربی عالم نے جب ان ہزاروں کی ایجاد انوکھی مشینری کو دیکھا۔ تو پکار اٹھا:

It is wonder that man's bmin reals before the infinitely great things of the universe on the one hand and the infinitaly small things of Nature on the other."

"حیرت ہے کہ ایک طرف تو انسانی عقل قدرت کی بڑی بڑی چیزوں کو دیکھ کر لرز اٹھتی، اور دوسری طرف باریک ترین قدرت کا اندازہ کر کے حیرت میں کھو جاتی ہے"

قرآن حکیم نے ہمیں ان خوردبینی اجزائے تکوین کی طرف یوں متوجہ کیا:

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (یونس ۶۱)

(یا یہ ذرہ سامانہ) اللہ کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں نہ آسمان میں، بلکہ اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔

اس آیت میں اگر اصغر اور اکبر سے مراد عقبہ و سامنہ نہ لیے جائیں تو مضمون آیت چیستاں بن کر رہ جاتا ہے۔ چونکہ اللہ کو یہ بتانا تھا کہ یہ چیزیں تمہارے فطرت فہم کے تسلیم کرانے کے لیے اللہ نے اشیاء میں ذرات کا بھی ذکر فرما دیا۔ قرآن حکیم کے اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے ایک ایسی چیز کا ذکر فرمایا ہے، جس کو ایک طاقت ور خوردبین کے بغیر دیکھا ہی نہیں جا سکتا۔

مجھ پر ایک سادہ دل انسان (عبدالرحمٰن) نے اعتراض کیا کہ آپ نے جب قرآن حکیم کے

کتاب مذہب کا ڈھنڈورا قرار دیتا، اور ہنسی مذاق اڑاتا ہے، اور اسے
میری آنکھیں کھل گئی ہیں جب کائنات کا ہر ذرہ ایک آیت اور ہر پتہ کتاب الٰہی کا ایک ورق نظر آتا ہے

خوزانہ بہ ستبدہ عرفاں نہ شناسی
کافر شدی، نزدت ایماں نہ شناسی

نیچرلزم خدا کی ہستی کے ثبوت میں کہتا ہے:

"It is impossible to conceive either the beginning of the continuance of life without an over ruling creative power. Over powering strong proofs of benevolent and intelligent design are to be found around us, teaching that all living things depend on one ever lasting Creator and Ruler."

"یہ خیال کرنا بالکل ناممکن ہے کہ زندگی کا آغاز یا تسلسل بغیر کسی
بہت بڑی تخلیقی طاقت کے ہو سکتا ہے۔ ہر طرف ہمیں ایسے زبردست
ثبوت ملتے ہیں جو خیر خواہ اور ذی عقل منصوبہ کی دلیل ہیں
جو ہمیں بتاتے ہیں کہ زندہ مخلوقات کا انحصار ایک ہی ابدی خالق اور حاکم پر ہے۔"

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم [illegible]
سنۃ ولا نوم [illegible]

[illegible] کہ [illegible]
کہ [illegible] ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	اللہ ارض وسما کے سرکش گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے ہے کہ
اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا	کہیں یہ اپنے مداروں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جائیں۔ اور اگر ایسا
مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ (فاطر ۴۱)	اتفاق ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے۔
وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ	اللہ نے آسمانوں کو تھام رکھا ہے کہ زمین پر گر
اِلَّا بِاِذْنِهٖ (حج ۶۵)	نہ پڑیں۔

خیز و واکن دیدۂ مخمور را — وزیں خماراں ایں عالم مجبور را

غایتش تو سیع ذاتِ مسلم است — امتحانِ ممکناتِ مسلّم است (اقبال)

بجلی | ان آیات میں بجلی کہاں سے آگئی؟ ہم نہیں جانتے۔ ہمیں اب تک صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ بجلی دو قسم کی ہوتی ہے۔ مثبت و منفی۔ اگر شیشے کی ایک سلاخ کو ریشم پر رگڑا جائے تو سلاخ کی کافی منفی بجلی اس کپڑے میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اور اگر لاکھ کی کسی سلاخ کو اسی کپڑے میں رگڑیں تو کپڑے کی منفی سلاخ میں چلے جاتے ہیں، اور سلاخ میں منفی بجلی بڑھ جاتی ہے۔ جب کسی جسم میں منفی بڑھ جاتے ہیں تو فالتو منفیوں کو دور پھینک دیتا ہے۔ اس پھینکنے کو اصطلاح میں "ڈسچارج" کہتے ہیں۔ یہ ڈسچارج ہمیشہ منفی مبرق جسم سے مقابلۃً مثبت جسم کی طرف ہوتا ہے۔ منفیوں کی دوڑ بجلی کی رو کہلاتی ہے۔ ہوں کہ تانبے یا پیتل کا تار بہت گھوس ہوتا ہے اور اس کے جواہر ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ جواہر بہت جلد ایک دوسرے کی طرف منفیے دے سکتے ہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک قطار میں پچاس آدمی کھڑے ہوئے ہیں جن میں سے پہلا دوسرے کو اور دوسرا تیسرے کو کوئی چیز پکڑا رہا ہو۔ بس یہی کیفیت تانبے کے تار کی ہوتی ہے جو ہر نہایت تیزی سے دوسرے جوہر کو منفیے دے رہا ہے، اور اسی کا نام برقی رو ہے۔

درس یا کہ اس میں تند و کف خیزیاں سکونِ مرگ میں تبدیل آ گئیں اور اس کی موجِ زندگی
میں بدل گئی ؎

جس دریا کی لہر نہ اونچی وہ کیسا دریا
جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفاں (اقبالؔ)

اگر اسلام بدل دیا جائے تو پھر مسلمانوں کی بدبختی اور تباہی کا کوئی امکان نہیں رہتا
پھر ہی ہیں۔ ان کی پوزیشن گزشتہ سے ارفع و شمارفع ہے۔ یہ وہ ان کی تقدیر خداوندی
ہے قرآن کی رشتہ برانداز ہیں، روز دوسری طرف صدیوں زوال مسلمہ کو خدا نہ کرے
اور بیگانہ ذل و انکسار کا پیکر بنا ہوا ہے:

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا (اقبالؔ)

پیروانِ اسلام! یاد رکھو تمہاری نجات اللہ کی طرف لوٹنے میں ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
يُحْيٖ وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ۝ (توبہ ۱۱۶)

یاد رکھو کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

تمہیں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جس طرح اللہ کی بادشاہت
زمین و آسمان پر ہے اسی طرح اللہ کی بادشاہت ہر جگہ ہے۔ اس کے سوا
نہ کوئی حمایتی ہے نہ مددگار۔

وَتَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ
مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(توبہ ۱۱۷)

اللہ نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تنگی کے وقت نبی کا ساتھ دیا
جب ان لوگوں کے دل یہ تنگی دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے پھر اللہ نے ان پر
رحم کیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ ان پر بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔

توشہ آخرت میں زیر آیہ فرمایا کہ اللہ ہی کی بادشاہت
میں دوبارہ آجائیں۔ حقیقۃ الملک بہت بڑی

مسئلہ اثیر یا ایتھر اثیر ازل سے کائنات میں موجود ہے، لیکن علمائے فطرت کو حال ہی میں اس کا پتہ چلا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن (بعد النظر) معجزات اثیر ہیں۔

تالاب کے پُرسکون پانی میں ایک کنکر پھینکا دو۔ فوراً پانی میں لہریں پیدا ہو جائیں گی پانی وہیں رہے گا، لیکن لہریں تالاب کے کناروں تک جا پہنچیں گی۔ بہ دیگر الفاظ پانی امواج کا وسیلہ بنتا ہے۔ اسی طرح اثیر بھی ہماری متعدد خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ یہ ہمارا قاصد ہے کہ ہمارے پیغامات آناً فاناً ہزارہا میل کی مسافت پر پہنچا رہا ہے۔ نیز عملِ بصارت اثیر ہی کی بدولت وقوع پذیر ہو رہا ہے۔

یہ قانونِ فطرت ہے کہ ایک جسم دوسرے جسم پر کسی درمیانی واسطے کے بغیر عمل نہیں کر سکتا اندھیری رات میں ایک جہازراں دور سے مینار روشنی کو دیکھتا ہے اس مینار اور جہازراں کے درمیان ایک واسطہ موجود ہے، جو روشنی کی لہروں کو اس ملاح تک پہنچا رہا ہے۔ اسی درمیانی واسطے کا نام اثیر ہے۔ مینار کی روشنی اثیر میں لہریں پیدا کرتی ہے۔ یہ لہریں ملاح کی پتلی پر ٹکراتی ہیں اور دماغ روشنی دیکھ لیتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ دیکھنے کا عمل دماغ سے سرزد ہوتا ہے، اور آنکھیں محض آلاتِ بصارت ہیں۔

اسی طرح آفتاب اثیر میں ہیجان پیدا کرتا ہے۔ اور یہ ہیجان ہمارے دماغ تک پہنچ کر روشنی و حرارت کا احساس دلاتا ہے۔ مقناطیس کی قاشے سے لوہے کو کھینچ لیتا ہے۔ اس درمیان کوئی واسطہ تسلیم کرنا پڑے گا جس کا نام ہم نے اثیر رکھا ہوا ہے۔

اگر ہم ایک صراحی سے ہوا نکال کر اور ایک بجلی کی گھنٹی لگا دیں جو لگاتار بج رہی ہو، تو ہمیں آواز نہیں سنائی دیں گی۔ اس لیے کہ آواز کا درمیانی واسطہ یعنی ہوا موجود نہیں اور اگر اسی صراحی میں بجلی کا لیمپ روشن کر دیا جائے تو روشنی نظر آئے گی۔ اس لیے کہ نظر کا واسطہ

اثیر صراحی میں بھی موجود نہیں

صحیفۂ فطرت کے ایک روسی فاضل مسٹر منڈلیف کا خیال یہ ہے کہ اثیر گیس سے بھی زیادہ لطیف کوئی چیز ہے جس کے ذرّات ہر جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی اس نظریئے کی تائید نہیں ہوئی۔

امواج اثیری ۱۱۱،۱۰،۰۰۰ میل فی منٹ اور ۱۸۶،۰۰۰ فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہیں۔ سورج کی روشنی بھی اسی رفتار سے زمین پر آتی ہے جس سے ہمارے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ روشنی نہیں چلتی بلکہ امواج اثیری حرکت کرتی ہیں۔

اثیر کس نے دریافت کیا! ہالینڈ کے ایک پروفیسر مسٹر ہوئی جنس نے آج سے دو سو برس پہلے وجود اثیر کا اعلان کیا تھا۔ کچھ مدت بعد جب لندن کے ایک فاضل ڈاکٹر تھامس ینگ نے اس نظریئے پر مزید روشنی ڈالی۔ لوگوں نے توجہ نہ کی بلکہ اینڈن برگ ریویو جلد ۱۸ سنہ ۱۸۰۷ء صفحہ ۷۰ میں اس نظریئے کو بُری طرح تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ جب پروفیسر تھامس نے اس کے نکتہ چینی کے جواب میں ایک رسالہ لکھا تو اس کا ایک نسخہ فروخت ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے اس نظریئے کی طرف متوجہ ہونے اور آج اس کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

امواج اثیری ساکن پانی میں ایک اینٹ کے ٹکڑے کو ایک سیکنڈ کے بعد چھوٹے چھوٹے کنکر پھینکیں گے اور دیکھیں گے کہ لہروں کا درمیانی فاصلہ بیس گنا چھوٹا ہوتا ہے۔ بس اسی قسم کی لہریں اثیر میں اٹھتی رہتی ہیں۔ اگر ہر دو لہروں کا وقفہ کافی ہو تو یہ لہریں بڑی اور لمبی ہوں گی، ورنہ چھوٹی

اثیر کی ہر لہر ایک سیکنڈ میں ۱۸۶،۰۰۰ میل کی مسافت طے کرتی ہے۔ اگر ایک سیکنڈ

ایثر کے اندر سو مرتبہ جنبش پیدا کی جائے تو ہر لہر کا درمیانی فاصلہ ۸۶۰ میل ہوگا۔

علمائے ایثر نے بعض ایسی امواج بھی دیکھی ہیں جن کا درمیانی فاصلہ $\frac{1}{1000}$ انچ تھا۔ یہ ایثری لہریں منفیوں کی گردش سے پیدا ہوتی ہیں، اور حالات ذیل میں یہ مختلف رنگوں کا احساس پیدا کرتی ہیں۔

ایک انچ میں لہریں	منفیوں کی گردش فی سکنڈ	کس رنگ کا احساس پیدا ہوتا ہے
(۱) ۳۶,۰۰۰	۴۴۰ بلین	نارنجی رنگ
(۲) ۴۳,۰۰۰	۵۰۰ ″	زرد
(۳) ۴۸,۰۰۰	۵۶۰ ″	سبز
(۴) ۵۱,۰۰۰	۶۰۰ ″	نیلا
(۵) ۶۱,۰۰۰	۷۰۰ ″	بنفشی
(۶) ۶۴,۰۰۰	۷۵۰ ″	بنفشی

حقیقت ایثر مثبت بجلی کشش زمین، روح اور ایثر وہ راز ہیں جن کا علم انسان کو ابھی تک حاصل نہیں ہوا۔ اب تک صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ ایثر ہر جگہ موجود ہے۔ یہ ایک لطیف سا بادل ہے، جو عرش سے تحت الثریٰ تک پھیلا ہوا ہے اس میں کوئی خلا یا روزن موجود نہیں اور نہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ غالباً آیۂ ذیل میں اسی ایثر کی طرف اشارہ ہے۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَھُمْ کَیْفَ	کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ ہم نے ان کے سروں پر ایک آسمان
مشرق و بعد	روشنی ان لہروں کے احساس کا نام ہے جو منفیوں کے ۴۰۰ بلین چکر فی سکنڈ سے پیدا ہوں۔ سورج سے پیدا کردہ لہروں میں تیس فی صدی امواج نورانی تر

فی صدی امواج حرارت ہوتی ہیں، جگنو کی دُم صرف امواج نور اٹھاتی ہے جن میں امواج حرارت شامل نہیں ہوتیں، اگر جگنو ہمیں یہ راز بتادے تو ہم ایک بہت بڑے مسئلہ کو ایک جگنو کی دُم سے روشن کر سکیں۔

جب امواج ایثری کسی جسم پہ پڑتی ہیں تو اس کے منفیوں میں ہیجان پیدا کر دیتی ہیں۔ ٹکرا کر خود ساکن ہو جاتے ہیں اور اس جسم کے منفیوں میں ہیجان اٹھا دیتے ہیں بعض اجسام ایسے بھی ہیں جن میں سے یہ امواج یوں ہی گزر جاتی ہیں کہ ان کے منفیوں میں کوئی ہیجان نہیں اُٹھتا، یا بہت کم اُٹھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس جسم کے منفیے طاقت ور ہوں تو وہ مقابلہ کرتے ہیں اور ایثر مرتعش ہو جاتا ہے۔ اور اگر کم زور ہوں تو نکل جاتی ہیں۔ اور امواج ایثری بار گزر جاتی ہیں۔ ایسے اجسام شفاف کہلاتے ہیں جن کے منفیے کچھ نہ کچھ مقابلہ کرتے ہیں۔ اس لیے کوئی چیز کُل طور پر شفاف نہیں کہلا سکتی حتیٰ کہ بعض علما ہوا کو بھی غیر شفاف سمجھتے ہیں۔

احساسِ رنگ چوں کہ رنگ سات ہیں اس لیے ایثر میں منفیاتِ نور سات قسم کی لہریں پیدا کر رہے ہیں، اگر یہ تمام لہریں کسی چیز میں جذب ہو جائیں تو وہ سیاہ نظر آئے گی۔ اگر تمام منعکس ہو کر ہماری نگاہ تک پہنچیں تو وہ سفید دکھائی دے گی۔ .....

..... اگر چھ قسم کی لہریں جذب ہو جائیں اور نیلے رنگ کا احساس پیدا کرنے والی لہریں جذب نہ ہو سکیں تو نیلی نظر آئے گی۔ یہ یاد رہے کہ ہر لہر صرف اپنے رنگ کے منفیوں کو مرتعش کرتی ہے یعنی زرد رنگ والی لہر جس کے صرف اُن منفیوں کو متحرک کرے گی جو زرد رنگ کا احساس پیدا کرتے ہیں اور باقی لہریں جیسے

جذب ہو جائیں گی۔ اگر آج سورج کی روشنی میں سے سُرخ رنگ نکال دیا جائے تو دنیا میں کوئی چیز سُرخ نظر نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم ایک سُرخ پھول کو مہتاب کی تیز روشنی یا بجلی کی روشنی میں دیکھیں تو سیاہ نظر آئے گا۔ اس لیے کہ اس لیمپ کی روشنی میں سُرخ رنگ کی شعاعیں پیدا کرنے والی امواج موجود نہیں ہوتیں۔

آنکھ کے پردے ریٹینا (Retina) کے وسط میں ایک نشیب سا ہے جس پر چھوٹے چھوٹے اُبھار ہیں ان اُبھاروں میں مختلف رنگوں کے احساس کی استعداد ہوتی ہے اور لطف یہ کہ ہر رنگ کے احساس کے لیے ایک علیحدہ اُبھار ہے۔

طبقۂ اوزون | زمین سے لگ بھگ ۱۵ میل اوپر طبقۂ اوزون ہے جو سورج کی بعض مہلک شعاعوں کو وہیں روک لیتا ہے۔ پھر لگ بھگ ۱۵ میل اوپر ایک اور طبقہ ہے جو بجلی کی لہروں کو زمین کی طرف منعکس کر دیتا ہے۔ اگر یہ طبقہ نہ ہوتا تو ہم ریڈیو کی نشریات نہ سُن سکتے۔

آیاتِ اللہ و عرفان | اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (۳۰/۲۲)

زمین و آسمان کی مختلف نیرنگیوں اور زبانوں کا تنوع الٰہی آیات میں سے ہے بشرطیکہ نظر ہو۔ کہیے ان مناظر میں کیا اسباق موجود ہیں۔

غور فرمایا آپ نے کہ اللہ کے ہاں نشانیاں ہیں جن کا علم ارض و سما و السنہ و الوان کے تنوع میں ہے۔ یہ نشانیاں ہیں متفکر انسان کے لیے۔ ان نشانیوں کو سمجھ کر انسان کو کیا کرنا چاہیے۔ اس کا جواب قرآن کریم نے دیا ہے۔

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب مُلّا و جمادات و نباتات

گفتگو کیا ہے ہوائی تھپیڑے ہی ہوا میں گرہ لگنا، اس قسم کے بزرگانہ اقوام و فنون

[illegible] پیدا ہوئے۔ اسی تموّج کا نام موسیقی ہے۔ اور اسی تموّج سے دنیا میں [illegible] سیاسی، اخلاقی انقلاب آئے۔ اگر یہ استمرارِ تموّج خارج کر دیا جائے تو چڑیوں کے چہچہے، کوئل کے نغمے اور عنادل کے نغمے ختم ہو جائیں جس طرح ہوائی تموّج سے دنیا کی ہزارہا آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح ابتدائی عناصر سے کائنات کے مختلف مناظر وجود میں آئے۔

عربی زبان کے حروف ابجد انہیں آیات بینات سے ہیں۔ مقطعات قرآنی (الٓمٓ، طٰہٰ، یٰسٓ وغیرہ) میں استعمال ہوئے یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ کائنات کی آواز کے روابط ان حروف تہجی کے ہر حرف سے ہیں اور آوازی عناصر ہیں۔

جس طرح حروف سے مختلف قسم کے اشعار مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اسی طرح ابتدائی عناصر سے مختلف قسم کے مناظر وجود میں آئے۔ [illegible] زمین، سورج، آب، نبات، حیوان، انسان وغیرہ۔

[illegible] جن کی تعداد [illegible] ہے۔ اس طرح [illegible] حروف سے [illegible] گویا ابتدائی عناصر کی تعداد [illegible] ہے۔ [illegible] ان عناصر کی [illegible] ہے۔

[illegible]

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (کہف ۱۰۹)

اگر [illegible] کلمات لکھنے کے لیے تمام سمندر سیاہی بن جائیں [illegible] سات سمندر اور سیاہی بن جائیں تب بھی کلمات [illegible] مکمل فہرست تیار نہ ہو سکے۔

آیہ زیر بحث میں اِختلافُ اَلسنتکُم سے مراد علوم و فنون اور اختلافِ اقوام و عناصر کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اختلافِ اَلسنہ سے زبانیں بے شمار ترقی ہوئی۔ زبان کی تمام شاخوں میں اس قدر [illegible] انگریزی، یونانی، لاطینی، نرویجی، ایسلاندی، سویڈی، ڈنمارکی، جرمن، ولندیزی، آئینی، بلغاری، بوہیمی، ہنگاری، روسی، ہندی فارسی، سنسکرت وغیرہ۔

فارسی زبان کی شاخیں یہ ہیں:

لغۃ الماویلین۔ ساسانی (پہلوی) دفارسی جدید۔

فارسی جدید کی شاخیں:

افیانی، زبان بحیرۂ خزر (یعنی ساحل خزر)، باوچی، کُردی، واکسی، میانی، پامیری، زبقوئی، تاجیکی، سنگلیسی، منجانی، منگی، یاغنابی، ممنانی، ماژندرانی، لاہجانی گلکی، تالیشی، تاتی، ظفرانی، سیوندی، شیرازی اور گابری۔

ہندوستانی زبان کی شاخیں:

مہاراشٹری جینا مہاراشٹری، ماگدھی، اردھا گدھی، سورسینی، اپابرہمسا، پیاسی، [illegible] بنگالی، مارواڑی، آسامی، نیپالی، برہمی، تامل، تلنگو، پنجابی، سندھی، پشتو، کشمیری [illegible]

لاطینی کی شاخیں :

فرانسیسی، ہسپانوی، پرتگالی، رومانوی۔

سامی زبان کی شاخیں :

عربی، بابلی، آشوری، عبری، آرامی، فنیقی وغیرہ۔

اس وقت تمام دنیا میں تقریباً چار ہزار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یورپ میں (اشیا میں ۷۹۳، افریقہ میں ۲۷۶، امریکہ میں ۲۰۰، اور ہندوستان میں تقریباً ۲۰۰ زبانیں

مختلف زبانوں سے نہ صرف علم میں ترقی ہوتی ہے، بلکہ ایک انسان کی وقعت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ مختلف زبانوں کا عالم ہے۔ ایک شخص زبانوں کے ماہر علوم اور اختلاف الوان پر غور کرنے سے عالم کائنات بن جاتا ہے۔ آیۂ زیر بحث میں الوان کا ذکر السنہ کے بعد آیا۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مطالعۂ کائنات علم کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔

الوان | رنگ از منہ تاریخ سے پہلے کی ایجاد ہے۔ ہمیں آثار قدیمہ میں کئی ایسی رنگ دار تصاویر ملی ہیں، جو ہزارہا برس پہلے بنائی گئی تھیں۔

سُرخ رنگ ایک پودے مَیڈر (Madder) کی جڑوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ یہ کام ترک کیا کرتے تھے۔ اٹھارویں صدی کے آغاز میں اہل یورپ نے بھی یہ ہنر سیکھ لیا۔ پیرک ایسڈ (Picric Acid) کو زرد رنگ کے لیے سب سے اول مسٹر وُلف نے انڈیگو نائٹر کے ایسڈ سے ملا کر تیار کیا تھا۔ یہ بھی کوئلے کے تارکول سے حاصل کیا جاتا تھا۔ بعد میں کیمیا دانوں نے مسٹر گوتھ نے سُرخ رنگ کا مواد پا لیا۔ اور اس کا نام میگنیٹا (Magenta) رکھا۔ کچھ عرصہ پہلے رنگ پتوں اور جڑوں سے حاصل کیا جاتا تھا۔ بعد میں کیمیا دانوں نے

سنہ ۱۸۵۶ء میں مسٹر پیٹرکس نے معلوم کیا کہ امونیا کے مرکبات میں نائٹروجن کا ایک ہائیڈروجن کے تین ہائیڈروں کا بدل ہو سکتا ہے اور کہ اس مرکب میں کاربولک ایسڈ اور انیلین (Aniline) ملا کر مختلف رنگ تیار ہو سکتے ہیں جن سے ریشم، سوت، اون اور چمڑے وغیرہ کو رنگ دیا جا سکتا ہے۔ سنہ ۱۸۸۴ء سے پہلے ان مواد کو استعمال کرنے کی جو نیلم و دیگر نباتات سے لی جاتی تھی لیکن سنہ ۱۸۸۴ء میں مسٹر باشیگر نے ایک ایسا مادہ دریافت کیا جس سے کسی دوسرے مرکب کی مدد کے بغیر امونیا کو رنگ دیا جا سکتا تھا۔ نارنجی رنگ نڈگو اور بیرونی رنگ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں رنگ، عطاف وغیرہ سے حاصل کیے جاتے تھے اور اب دو ہزار سے زائد مواد رنگ دینے کے ایجاد ہو چکے ہیں۔

کپڑا کیوں رنگ قبول کرتا ہے؟ اس کے متعلق مختلف نظریے ہیں۔ زیادہ معقول نظریہ یہ ہے کہ مواد رنگ دار اور کپڑے کے اجزا میں مختلف بجلیاں (مثبت و منفی) موجود ہوتی ہیں۔ اس لیے کپڑا رنگ کو کھینچ لیتا ہے۔ اون کپڑے میں خاصیت برقیہ کی باہمی کشش سوتی کپڑے سے پندرہ گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اونی کپڑے کا رنگ پائیدار ہوتا ہے اور سوتی کپڑا جلدی پھیکا پڑ جاتا ہے۔

حیوانوں کے رنگ میں حکمت! گیدڑ، لومڑی، ہرن، خرگوش، بکری، بیل اور بندر جس زمین یعنی خاکستری ہوتے ہیں، اور ان کا یہ رنگ انھیں اردگرد کے ماحول کا ایک خرگوش سبز، زرد یا سرخ ہوتا تو شکاری جانوروں کی نظر دور سے نہ آتا۔ اور بہت جلد ہی رنگ اس کا لقمہ بن جاتا۔ جو خرگوش ہمارے گھروں میں پلتے ہیں، اور ان کی نگرانی انسان کے سپرد ہوتی ہے، وہ سفید ہوتے ہیں۔ بعض شکاری جانور مثلاً باز، بھیڑیا وغیرہ بھی خاکی رنگ کے ہیں تاکہ شکار انھیں دور ہی سے نہ دیکھ لے۔ بلکہ اور بھی کئی جانور

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود) تمام جانداروں کے رزق کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔

افریقہ کے جنگلوں میں شیر بہت زیادہ ہیں۔ اور ابھی گدھے بھی کافی ہوتے ہیں۔ ان غیر مرئیہ گدھوں کو شیر کافی دنوں سے دیکھ پاتے ہیں۔ اور فوراً یہ شروع کر دیتے ہیں۔ گدھوں کی یہ رنگت بہت سے غیر جانوروں کو شیر کے حملے سے محفوظ رکھتی ہے۔

گائے، بیل، گھوڑے، کتے اور بلی کے رنگ بھی اس لیے تو رکھے گئے ہیں کہ یہ جانور انسانی پناہ میں رہتے ہیں۔ اور انھیں ہم رنگ زمین بننے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ انسان ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یہ اپنے مختلف رنگوں کے باعث انسان کے حسن پسند ذوق کے لیے سامان فرحت بہم پہنچاتے ہیں۔

ماحصل یہ کہ جو حیوانات انسانی پناہ میں رہتے ہیں۔ اللہ نے انھیں قدرتی اسباب حفاظت سے محروم کر دیا ہے۔ دوسری مثالیں مرن کی خاکی رنگ۔ دنبا کہ دوسرے جانوروں سے نقاہ آسکتے تیز ٹانگیں ہیں کہ آندھی کو بھی پیچھے چھوڑ جائے۔ دنبہ کہ ٹانگیں اپنے جسم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے ہوتا ہے۔ جن کا دفاع نہیں ہوتا۔ اور جو اپنی رنگت کی خوبی کھو آتے ہیں۔ انسانی پناہ (غذائی) تیز رہنے والی قوم اونٹ کی طرح بوجھ، بیٹھنے کی طرح بھاری بوجھ کی طرح گدھے کی طرح ذلیل، دنبا کی طرح بیوقوف بن جاتی ہے۔ دوسری طرف ایک آزاد قوم شیر کی طرح مہیب، ہرن کی طرح چست، چیتے کی طرح حسین اور عقاب کی طرح بلند ہوتی ہے۔

تمام دعاؤں کی قبولیت کی بشارت ہے جو رمضان میں تو بہت بڑھ جاتی ہے

کالو نگسا! آم کی ایک قسم ہے جو پکنے پر سرخ ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہر چیز کو سرخ دیکھ کر وہ سمجھتی ہے کہ یہ پک گئی ہے۔

اس لیئے کہ یہ سورج کی گرم اور تیز شعاعوں کو جلدی جذب کر کے جلد ہی باہر نکال دیتی ہے اور اس طرح جسم کو نقصان نہیں پہونچتا۔ قدرت دنیا میں کام کرنے والے کسانوں کا رنگ حسب ضرورت سیاہ کر دیتی ہے تاکہ انہیں نقصان نہ پہنچے۔ یوں سمجھئے کہ کالا رنگ ایک زرہ ہے جو جسم کو آفتاب کے آتشیں تیروں سے بچاتا ہے۔

حیات طبعیات کا خیال ہے کہ تمام کالے انسان کوئی ایک خاص خطہ استوا کے ارد گرد پیدا ہوئے تھے۔ اور ان کی یہ نسل تیز دھوپ سے بچنے کی خاطر تھی۔ یہ لوگ ان کی نسلیں دیگر خطوں میں پھیلیں اور وہاں بھی ان کا رنگ کالا ہی رہا۔ اس لیئے کہ جسم کی اندرونی ساخت میں بھی سیاہی ہی رہتی ہے۔

بالوں کا رنگ | بالوں کی جڑوں میں ایک رنگ دینے والا مادہ ہوتا ہے جو بڑھاپے میں ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ ہوا لے لیتی ہے۔ اس لیئے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے جس شخص نے اپنے سر کے بال کھو دیئے ہیں۔ اس کے لیئے یہ بات تسلی کا باعث ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنے سر کے بال خوبصورت بنانے کے لیئے نہیں کھوئے۔ بلکہ اس لیئے کھوئے ہیں کہ قدرت ان کے بالوں کو سیاہ رنگ کی حفاظت سے محروم کرنا چاہتی ہے۔

رنگ کے بنیادی انسانوں کی تعداد تین ہے۔ سفید، سیاہ اور زرد۔ سفید رنگ دینے والا مادہ جلدیں ثرثرہ (Chromogen) کہلاتا ہے۔ زرد رنگ دینے والا مادہ ثرثرین (Chromin) کہلاتا ہے۔ یہ کچھ جسم کی اندرونی ساخت میں ہوتا ہے اور کچھ ہی ثرثرہ جو اس لیئے وجود میں آتا ہے۔ ثرثرین کی ہائیڈروجن پیرائڈ کے ساتھ آکسیجن کی زیادتی کی وجہ سے بن جاتا ہے۔ یہ کیمیاوی کمی زیادتی ہوتی ہے

سدا جاری رہتا ہے۔ اس لیئے بعض حیوانات کے رنگ میں حسب عمر تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

رنگ نہ صرف روشنی میں پیدا ہوتا ہے بلکہ پودے (ایک فٹ بھر لمبا) اندھیرے غاروں میں رہتا ہے جہاں روشنی آفتاب کا گزر نہیں ہو سکتا، اس لیئے اس کا رنگ سفید رہتا ہے۔ ہمیں سمندر کی گہرائیوں میں بعض رنگین جانور ملتے ہیں، حالانکہ وہاں روشنی آفتاب کا گزر نہیں ہوتا، مگر یہ تماشہ روشنی کے بغیر ممکن نہیں۔ سمندر کے نیچے بعض ایسی چٹانیں ہیں جن کے سرے پر بلب کے مشابہ ہوتے ہیں۔ نیز لولو و مرجان کی روشنی بھی سمندر کی تہوں میں موجود ہوتی ہے اور یہ روشنی رنگ تیار کرنے کے لیئے کافی ہے۔

گرگٹ کا رنگ! گرگٹ کے علاوہ بعض ایسے حشرات اور پرندے پائے جاتے ہیں جن کا رنگ بدلتا رہتا ہے، جس کی وجہ کوئی خاص واقعہ یا حادثہ ہوتا ہے۔ مگر بعض حشرات، سمندری کیڑے اور پرندے رنگ بدلنے والے ہوتے ہیں۔ ایک امریکن سیاح آبنائے فلوریڈا کا ایک میل جزیرہ پر اترا۔ اس نے دیکھا کہ ہر قدم پر رنگ کا بدل جانا ہے۔

الغرض فطرت کے جس پہلو پر نگاہ ڈالو:

گر نظر دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

یہ کائنات جزوات تخلیق کا ایک عظیم الشان عجائب خانہ ہے۔ جس کا ہر منظر عقل انسانی کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ ایک اور جگہ ہے جہاں آیات الٰہی کا تفصیل وار ذکر ہے۔ یہ کون سی آیات ہیں؟ یہ ہیں وہ آیات جو فطرت کے ذرہ ذرہ میں پائی جاتی ہیں۔ جن پر غور کرنے سے انسان کے اعتراف کا سر جھک جاتا ہے۔ قرآن کریم آج کس قدر دنیا میں ہے؟ ان سے آیات آفاق و انفس ہیں۔ جو ہر شخص کے سامنے ہیں۔ ہر شخص کو ان پر غور کرنا چاہیئے:

اِنَّ فِیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ زمین و آسمان میں

وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ
بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى
عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ
لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ
اَلِيْمٍ ۝ (آیت ۳ تا ۸)

اس میں بے شمار آیات موجود ہیں، تمہاری تخلیق، جانداروں کی فراوانی، لیل و نہار کے اختلاف، زمین کو زندہ کر دینے والے قسرات باراں اور ہواؤں کے رخ بدل کر چلنے میں عقل والوں کے لئے آیات ہیں۔ یہ اللہ کی وہ آیات ہیں جو ہم تجھ صحیح سنا رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان آیات کی پروا نہیں کرتے تو پھر اور کون سی دلیل ہے جس کی بنا پر وہ ایمان لائیں گے۔ ہلاکت ہے ہر بڑے جھوٹے گناہ گار کے لئے جو اللہ کی آیات کو سنتے ہوئے بھی اپنی جہالت پر اڑا رہتا ہے گویا کہ اس نے آیات کو سنا ہی نہیں (آج کل کے مسلمان صحیح مسلمان ہیں) اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دو جب وہ ہماری آیات میں سے کسی آیت کا علم حاصل کرتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

آج ہم گرفتار ہیں۔

غور فرمایا آپ نے کہ خزائنِ الٰہی کو ٹھکرانے والوں کو ارباب حق نے ایمان کیا کہا گیا ہے اور ان آیات قرآنیہ سے عزائم رکھنے والوں کو عذاب الیم کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ آیات ہمارے لئے کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ آج ہم آیاتِ الٰہی کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ اور تمام عالم اس کی واضح پیشانی ہے۔ دوسری طرف ہم نے کائنات کو پیروں تلے روند ڈالا ہے۔ ہماری ذلت، جہالت، غفلت اور نادانی پر آنسو بہا رہی ہے۔

اس سوز کے کہ ہاتھ میں، وہ نے ہے نہ جام ہے
دریا ہے اشک، لیکن سامنے سراب کا

(اقبال)

باب [illegible]

تجزاتِ جبال

أَفَلَا يَنظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ — کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیونکر پیدا کئے گئے ہیں۔

وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَإِلَى الْجِبَالِ — اور آسمان کی طرف کہ کیونکر اونچا کیا گیا ہے اور پہاڑوں

كَيْفَ نُصِبَتْ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ — کی طرف کہ کیونکر کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کیونکر بچھائی گئی ہے۔

فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ — (غاشیہ ۱۷ تا ۲۲) پس نصیحت کر تو نصیحت کرنے والا ہی ہے۔ تو ان پر داروغہ نہیں ہے۔

پہاڑ بھی کیا قدرتی چیز ہیں۔ ان سے مختلف معدنی چشمے نکل کر کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ ان کی بلندیوں پر بڑے اور دیودار جیسے مفید درخت اُگتے ہیں۔ یہی پہاڑ آگ اُگل کر بطن زمین کے خزانے ہمارے استعمال کے لیئے باہر پھینکتے ہیں۔ کوئلہ، چاک، چونا، پتھر، سونا، لوہا اور دیگر معادن پہاڑوں کے آغوش سے دستیاب ہوتے ہیں۔ پہاڑوں کی قدر و قیمت انہی معادن کی وجہ سے جس طرح انسان علم کے بغیر مردہ خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ معادن کے بغیر بے جان سمجھے جاتے ہیں۔ یہ پہاڑ کروڑوں سال تک سمندر کے تہہ میں رہنے سے معادن کی ایک نئی پیوند لیئے باہر آگئے حقیقتاً پہاڑ پانی کے بابا ہیں۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیاء ۳۰) ہم نے ہر چیز کو پانی کی بدولت زندگی بخشی۔

تلفظاتِ جبال اونٹ کا فالودہ کے ذریعے بدھ ذات اور چار بطن جن سے بنا ہے۔

ان کے معائنہ سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کی تہ میں مختلف قسم کے پتھر موجود ہیں مثلاً!

۱۔ گرانیٹ۔ اس بلورین پتھر میں سفید، سبز، سیاہ یا بھورے رنگ کا ابرک ہوتا ہے۔

۲۔ فلسیٹ۔ یہ پتھر صاف، چمکیلا، اور ہلکے خاکستری یا سبز رنگ کا ہوتا ہے، لیکن اکثر جگہ اس کی بیرونی سطح سفید ہوجاتی ہے جس سے دیکھنے والا دھوکا کھا جاتا ہے کہ یہ ایک خمیر مل بلورین پتھر ہے۔

۳۔ ٹراکیٹ۔ یہ ایک کھردرا سا بلورین پتھر ہے، جس کا رنگ عموماً ہلکا خاکستری ہوتا ہے، اور بعض اوقات گہرا خاکستری، سیاہ یا سفید ہوتا ہے۔

۴۔ انڈق سیٹ۔ اس کا رنگ بھورا، سبزی مائل یا خاکستری ہوتا ہے اور سیپ کی طرح معمولی ضرب سے ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۔ ڈیابیج۔ یہ مختلف رنگوں کا داغ دار پتھر چٹانوں کی گہرائی میں دھنسا ہوا ملتا ہے۔

۶۔ ڈالریٹ۔ اس کی ساخت ستونی و شش پہلو سی ہوتی ہے۔ اس میں لوہا زیادہ ہوتا ہے اور اسی لیئے سیاہ نظر آتا ہے۔

۷۔ گرافیٹ۔ خالص جری کاربن جس سے پنسل بنائی جاتی ہے۔

۸۔ کاربونیٹ آف لائم۔ چاک، ولایتی چونا، اور سنگِ مرمر اسی کاربونیٹ سے تیار ہوتے ہیں۔ اگر پانی میں کاربونک ایسڈ موجود ہو اور وہ کسی قدر تیز رفتار سے بہہ رہا ہو تو یہ پتھر تحلیل ہو کر بہہ نکلے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں چونا بکثرت ہو، وہاں غار بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

آبی علاقوں میں بعض غاروں کی چھت سے پانی ٹپکتا ہے۔ کچھ حصہ بخار بن کر اڑ جاتا ہے اور حل شدہ کاربونیٹ فرش پر ستون کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ منظر کشمیر کے ایک مقام امرناتھ میں نظر آتا ہے۔

۹۔ چقماق۔ اگر چونے کے پتھر سے جلورین وغیرہ علیحدہ ہو جائے تو پیچھے چقماق رہ جاتا ہے یہ تیشہ میں ملتا ہے جہاں آبی احجار کی کثرت ہو۔

۱۰۔ کوئلہ۔ کوئلہ نباتات سے تیار ہوتا ہے۔ اگر ہم آئرلینڈ کی دلدلوں یا شمالی انگلستان کی کانوں کا معائنہ کریں تو زندہ نباتات کوئلہ میں تبدیل ہوتی نظر آئیں گی۔ ان کانوں کی کوئلہ کی زمین دو زمینوں کے ساتھ لپٹی ہوئی ہے۔ دو تہیں نیچے نیچے بھی ہیں۔ کوئلہ کا ایک ٹکڑا موٹر آتا ہے جو گلی سڑی گھاس کے ریشوں اور جڑوں سے تیار ہو رہا ہے۔ اوپر اور نیچے کی مواد سیاہ بن رہا ہے۔ قلمے اور پتے دیکھیے تو یہ مادہ کالے رنگ کا گوند بنا ہوا ہوگا جسے پیر کر ہم جما سکتے ہیں۔ اگر اس گوند کو کسی عمل سے خشک کیا جا سکے تو کوئلہ تیار ہو جائے گا۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ جو درخت ٹیلوں کے نیچے دب جاتے ہیں، وہ چند صدیوں کے بعد کوئلہ یا کوئلہ بن جاتے ہیں۔ کوئلہ کی کانوں میں ان درختوں کے شاخوں اور ساقوں کا ایک جال سا نظر آتا ہے۔ اگر کوئلہ کا خوردبینی معائنہ کیا جائے تو نباتی بافتیں صاف صاف دکھائی دیں گی۔

ہیرا بھی کوئلہ کی قسم کی بھائی ہے۔ ہیرا دو کاربن سے تیار ہوتا ہے۔ ان کے رنگ میں تفاوت اس لیے ہے کہ کوئلہ درختوں سے اور ہیرا درختوں کے گوند سے تیار ہوتا ہے۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ..... اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ (فاطر ۲۷ تا ۲۸) طبقات پر غور کرو ..... اور یاد رکھو کہ اللہ سے بندوں میں صرف علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

سمندر کے پتے ہمیں پانی میں مندرجہ ذیل چیزیں ملتی ہیں۔

۱۔ ایسی پیداوار جو سمندروں میں ہوتی ہے۔

۲- ہمالیہ کا سلسلہ آب کے لیے نئے پہاڑ بنا رہا ہے۔

۳- وادیوں پر بچھنے والے کنکروں کے نشانات۔ آج سے لاکھوں برس پہلے جہاں دریا بہتا تھا، بچھنے والا جانور گزرا جس کی مٹی پر ایک لکیر سی بن گئی۔ اور آج جب پہاڑوں کو کھودا تو ایسے نشانات برآمد ہوئے۔

ان تمام شواہد سے ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ یہ پہاڑ لاکھوں سال تک سمندر کے نیچے رہے اور یہ زمین سمندر ہی کے بیٹے ہیں۔

طریقِ تعمیر: سمندر میں پہاڑ دو طرح سے تیار ہوتے ہیں۔

اوّل۔ زلزلوں کی وجہ سے نیچے زمین کا حصہ باہر آجاتا ہے، اور سمندر کی گہرائی میں پہاڑ کی طرح جمع ہو جاتا ہے۔

دوم۔ دریا جو نمک اور دیگر پتھروں کی بہت بڑی مقدار بہا کر سمندر میں لے آتے ہیں۔ اور خود سمندر کی سطح پر تیرتے جانوروں کے لطیف جسم امواج سے ٹوٹتا رہتا ہے۔ پانی میں چونے کے ذرات محلول موجود ہوتے ہیں، مثلاً چونا، لوہا، سلیکا وغیرہ جو گوند بن کر ان پتھروں کو جکڑ دیتے ہیں اور اس طرح سمندر میں کئی سو میل لمبی اور کئی ہزار فٹ اونچی چٹانیں تیار ہو جاتی ہیں۔ ان پتھروں کو جمانے کے لیے پانی کا دباؤ بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اور دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی کی تہہ کے نیچے کی تہہ کو ہر وقت دباتی رہتی ہے۔ سر جان گنتھر صاحب کا خیال ہے کہ اکثر پہاڑ اخراجِ معادن کی وجہ سے بھی وجود میں آئے ہیں، اور پانی کے اندر زور دار اخراج سے لبریز پہاڑوں کی ایک زنجیر تیار ہو جاتی ہے۔ ان کی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ زمین کے نیچے جو گرم مادہ ہے وہ زمین کو پھاڑ کر سمندر میں پھیل جاتا ہے، اور پانی اِدھر اُدھر بہہ نکلتا ہے، اور نیچے سے نوجوان پہاڑ وجود میں

کو دنیا ہمزاد بنے باہر آجاتے ہیں۔ بچے کی حیثیت یوں نظر آتی ہے کہ ایک مرغی ہے
انڈوں پر بیٹھی ہوئی ہے، جب بچے تیار ہو جاتے ہیں تو مرغی اوپر سے اٹھ جاتی ہے اور بچے
اپنے آپ باہر آجاتے ہیں۔ یہ چیز مشکل کون کام بلا ضرورت نہیں کیا کرتا جب تک کہ مجبور
نہ ہو۔ اس زمین کے ذخائر موجود تھے، انسان مدتوں نہیں آتا تھا۔ اور جب وہ
پہاڑوں کی دولت ہے تو تب انسان کی خاطر سے پہاڑ باہر آجائیں گے۔ سچ ہے:
مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (بقرہ ۱۰۵) جب ہم کائنات کے بعض مناظر مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسے ہی اور مناظر پیدا کر دیتے ہیں۔

جس زمین پر آج ہم چل رہے ہیں یہ کسی وقت سمندر کے نیچے تھی اور یہی کیا مستقبل کی تاریخیں ہیں وہ زمانہ بھی دیکھ رہی ہے جب یہ زمین پھر سمندر کے نیچے چلی جائے گی۔

خالقِ فطرت کا ہر عمل ایک عظیم الشان حکمت کا حامل ہے۔ یہ دنیا کیا ہے ایک
عظیم کیمیا خانہ پھیلا ہوا اور بکھرا پڑا ہے۔ ہوائیں چل رہی ہیں، بخارات اٹھ رہے ہیں اور
کائنات کا وہ کیمیا گر ان سب میں بیٹھا اپنے نئے نئے تجربے کر رہا ہے۔ رنگا رنگ، پھول، میوے
اور پودے بنا رہا ہے۔ اس کارگہ جلیل کے ہیبت انگیز نظم پر غور کیجئے اور انسان کی
کم مائگی کا اندازہ کیجئے کہ اس صناعِ بے چون کی حیرت انگیز تخلیق و تکوین کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

اے رسا نظری! تو اگر ہمارے اس حیرت و عبرت کدے کی کسی خوبصورت چیز پر
پہلی بار نگاہ ڈالنے کے بعد ہمارے قلوب پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس حیرت کو بڑھانا
ہو تو اس کی دوسری، تیسری اور ان گنت تجلیات کو دیکھیں۔ کم نہیں کر سکتیں یہ ایک کیف انگیز
حیرت ہے جو بڑھتی ہی جاتی ہے۔ ہاں ہاں نیم عریاں دیکھئے کہ ایک نازنین تخیل بیٹھی
شبنمی مچھے جھٹکا رہی ہے ستاروں میں نظر آئی۔ تیری ایک نیم عریاں ہی جھلک سے

[illegible]

خرامؤں ہنوز۔ (اقبال)

عالم آب و خاک میں تیرے تجلی سے شباب

[illegible] اقبال

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خدائی تعزیرات میں سب سے بڑا جرم جہالت ہے اور آج امت کا جو کچھ زوال میں مبتلا ہے، دنیا کی تمام برائیوں اور زیادتیوں کی وجہ جہالت ہے، اور جہالت کی وجہ سے ہی شکایت کرتے ہیں آتی ہے کہ جی کیا کریں بے گانوں کی حکومت ہے۔ اگر اپنی حکومت ہوتی تو سب کچھ ہو جاتا۔ یہ عذر ہائے لنگ قطعاً قابل سماعت نہیں۔ اوّل اس لئے کہ جن ممالک میں مسلمان آزاد ہیں، کیا آپ نے کسی جگہ پر انڈونیشیا، ایران، ترکی، مصر، شام، عراق، سعودی عرب، افغانستان، پاکستان وغیرہ میں آپ کی حکومت قائم ہے وہاں آپ کو کون سا کمال دکھا رہے ہیں۔ جہالت کی تاریکی وہاں بھی اسی طرح محیط ہے، احتیاج سیاسی و اقتصادی کا وہاں بھی یہی عالم ہے۔ قلم، نسلیں اور فن وہاں بھی یورپ سے منگوائے جاتے ہیں۔ کیا آپ نے کسی جگہ پر انڈونیشیا، ایران، ترکی، مصر، شام، عراق، سعودی عرب، افغانستان، پاکستان وغیرہ میں آپ کی حکومت قائم ہے

مہیب نتائج میں اٹھا ہوا ہے۔ کبھی سٹالین کی پناہ ڈھونڈتا ہے، کبھی صدر امریکہ کی آخوش میں گھستا ہے اور کبھی فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ کی لمبی لمبی دعائیں مانگتا ہے جب تم گزشتہ دو سو برس سے دیکھ رہے ہو کہ اللہ کا ہوں کی دعائیں نہیں سنتا تو پھر اس فریب کاری اور غرور خود رائی سے کیوں اپنے آپ کو نہیں بچاتے۔ اور کیوں کتابوں کے عبرت انگیز انجام اور باعمل اقوام کی کامرانیوں پر دسترس طلب نگاہ نہیں ڈالتے؟

ہاں! انگلینڈ یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہی اقوام طاقت ور کہلاتی ہیں، جو اپنی محنت کے زرخیز دل و دماغ کی تخلیقی طاقتوں کو بروئے کار لے آتی ہیں۔ اور پھر دفائن ارضی (جو زلزلوں سے باہر آتے ہیں) سے مستفید ہو کر اللہ سے انعام سلطنت پاتی ہیں۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا | جب زمین میں زلزلہ آئے گا۔ اور اس کے خزائن و دفائن

ل ہرچند کہ یہ آیت یوم الحشر سے متعلق ہے۔ لیکن الفاظ کی لچک بیری تفسیر کی بھی متحمل ہو سکتی ہے (برہان)

البیان | خواجہ حمید الدین مرحوم نے اسی لچک سے فائدہ اٹھا کر حسب ذیل ترجمہ کیا ہے:

جب زمین ہلائی جاتی ہے اپنے (اندر) ہلایا جانا اور زمین نکال دیتی ہے اپنے (مدفون) بوجھوں کو (زمین اس وقت تہ و بالا ہو جاتی ہے) اور انسان (حیران و پریشان ہو کر) کہتا ہے، کہ اس (زمین) کو کیا ہو گیا؟ اس دن یہ زمین تہ و بالا ہو کر اپنے اندرونی طبقات کو (نکال کر) اپنی خبریں دیتی ہے (یہ خبریں بچ رہنے والے یا پیچھے آکر بسنے والے لوگ حاصل کرتے ہیں۔ طبقات الارض سے زمین کی بہت سی تاریخ کا پتہ لگایا جا سکتا ہے) (یہ خبریں) زمین دیتی ہے، اس لیے کہ تیرے رب نے اس (زمین) کے فائدہ اور آئندہ (کام دینے) کے لیے (اس میں) وحی کی ہوتی ہے۔ اس دن لوگ (مرنے والے) لوگ الگ الگ ہو کر (آخرت میں نکل جاتے ہیں تاکہ) انہیں ان کے عمل دکھائے جائیں۔ انسان کا احساس بڑھ جانے سے سب اعمال سامنے آجاتے ہیں۔ جو شخص ذرہ برابر نیکی کرتا ہے اسے دیکھ لیتا ہے۔ اور جو شخص ذرہ بھر شرارت کرتا ہے اسے دیکھ لیتا ہے۔

(انسان خیر و شر کو پہچانتا ہے۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۲/۲۵۶ لوگوں نے فرضی اور خیالی خیر و شر پیدا کر لی ہیں۔ بعض لوگ پیر پرستی اور تعزیہ پرستی و قبر پرستی کو بھی خیر جانتے ہیں۔ معاذ اللہ پناہ بخدا)

(تفسیر بیان للناس منزل ہشتم صفحہ ۲۶۵)

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (زلزال)

باہر آجائیں گے تو انسان حیرت سے پوچھے گا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اُس وقت زمین گذشتہ ہزارہا صدیوں کی حکایت سُنا رہی ہوگی اور یہ سب کچھ اِلٰہی حکم سے ہو رہا ہوگا۔ تب انسان مختلف گروہوں میں بٹ جائے گا تاکہ اپنے اعمال دیکھ لیں اور یہ تمام گروہ اپنے اعمال کے مطابق اجر پائیں گے۔ اور ہر شخص کو ہر نیکی و بدی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گِل کوشند ۔۔۔ ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند

بہ جلوت اند و کمندے بہ مہر و ماہ پیچند ۔۔۔ بہ خلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند

وجہ زلزلہ: صفحاتِ گذشتہ میں عرض کیا جا چکا ہے کہ زمین کی تہہ ایک جلتی ہوئی بھٹی کی طرح ہے۔ ہر بھٹی کے لیے ایک چمنی کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کوہ ہائے آتش فشاں اس بھٹی کی چمنیاں ہیں جن کے ذریعے اندرون زمین کے بخارات باہر نکلتے ہیں۔ اگر ان کی کثرت یا کسی اور وجہ سے برکان (کوہ آتش فشاں) کا منہ بند ہو جائے تو یہ بخارات کوئی اور راستہ تلاش کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں زمین کی کوئی نرم تہہ مل جاتی ہے تو اس چیر کر اس زور سے نکلتے ہیں کہ زمین ہل جاتی ہے۔

جب کسی برکان کے دہانے بند ہو جاتے ہیں تو بعض اوقات یہ بخارات کلکیریا کے چھوٹے برکان کا دہانہ بند ہو گیا تھا اور ۱۷۹۹ء میں جزائر انڈیز کے لیسٹرو سے دہانہ نکلنا موقوف ہو گیا تھا۔ نتیجۃً ایک ایسا زلزلہ آیا کہ شہر ریوبمبا کے چالیس ہزار نفوس ہلاک ہو گئے۔

مسٹر مالٹ نے زلزلوں کی ایک فہرست مرتب کی ہے جس میں ۶۰۶ ق م سے سنہ ۱۸۴۷ء تک کے زلزلے درج ہیں۔ اس کے بعد ایک فرانسیسی محقق موسیو ڈیزان نے سنہ ۱۸۵۰ء تک کے زلزلوں کو گن ڈالا ہے۔ اس ۳۴۴۸ برس کے عرصے میں ۶۸۳۱ ایسے زلزلے آئے جن کا حال قلم بند ہو چکا ہے۔ لیکن ایک بہت بڑی تعداد انسانی ذہنوں سے اُتر گئی ہے۔ یہ زلزلے اوّل وقت تاریخ میں درج ہونے شروع ہوئے اور بڑے زلزلوں کو ذرا احتیاط سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد ۳۵۰۰ کے قریب ہے۔ اگر صرف پچاس سال کے عرصہ میں ساڑھے تین ہزار زلزلے آسکتے ہیں تو ۳۴۴۸ سال میں یہ تعداد ڈیڑھ لاکھ تیرہ ہزار ہونی چاہیئے تھی، لیکن افسوس کہ ان کا حال اوراقِ تاریخ میں نہیں ملتا۔

زلزلوں کی تقسیم: مسٹر مالٹ نے زلزلوں کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے۔

۱۔ بڑے زلزلے۔ یعنی جن کا اثر ۱۰۰۰ میل سے ۲۰۰۰ میل تک محسوس کیا گیا۔

۲۔ متوسط درجہ کے زلزلے " ۴۰۰ میل سے ۱۰۰۰ میل تک محسوس کیا گیا۔

۳۔ معمولی زلزلے " ۱۰۰ میل سے ۱۵۰ میل " "

مذکورہ بالا طویل عرصہ یعنی ۳۴۴۸ برس میں صرف ۲۱۶ بڑے زلزلوں کا حال ہمیں معلوم ہے۔ اور دوسری طرف سنہ ۱۸۰۰ء سے سنہ ۱۸۵۰ء کے درمیان ان زلزلوں کی تعداد ۳۰۰ ہے۔ ان اعداد سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں ہر سال ایک بڑا زلزلہ آیا ہوگا۔ اگر چھوٹے زلزلوں کو بھی ان میں شامل کر لیں تو یہ تعداد آٹھ فی ماہ تک پہنچ جاتی ہے۔

زلزلوں کی شدت: زلزلوں کا مرکز زمین کے اندر ۳۵ میل کی گہرائی میں ہے۔ اس مرکز میں زلزلے کی شدت بہت زیادہ ہوتی ہے جب یہ زمین کی تہوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے تو مقاومت کی وجہ سے راہ میں سُست پڑ جاتی ہے اور اس طاقت کی صرف

ایک کسر باقی رہ جاتی ہے۔ تاہم یہ امر اس قدر واقعہ ہوتا ہے کہ دیہات کے زمانے نے بعض آدمیوں کو اپنا کر غلط کی بنا پر پھینک دیا تھا اور پیمائش زلزلے کے زمانے نے آٹھ آٹھ سو من کی چٹانیں ہزار ہزار گز اوپر ہوا میں اچھال دی تھیں۔ ان کے لیکن ہیں ہیں فٹ اونچی پہاڑی کے اس سے کوئی مساوات نہیں معلوم ہوتا۔

میں نہ مرزا دیوں کہ ڈرتا ہوں
جرخ پر چھینکا نے زمیں نہ ہیں

سطح زمین کا ناگہانی زلزلوں کی وجہ سے زمین کہیں بلند اور کہیں پست ہو جانا

۱۔ جنوبی امریکہ میں ۱۸۲۲ء میں ایک شدید زلزلہ آیا جس کا اثر چھ لاکھ مربع میل تک محسوس کیا گیا۔ بعض زمین دو سے سات فٹ تک بلند ہو گئی، اور بعض ندیوں کی رفتار دھان کی وجہ تیز ہو گئی۔

۲۔ اس قسم کی پیمائش پیرو کے جنوب میں ۱۰۰ فٹ شمال میں کوکیمبو کی طرف ۱۰ فٹ کی بلندی پر تیز مشرقی گراٹول فیوگیو کے شمال میں مشرقی ساحل پر ۱۸۰ میل تک اور مغربی کنارے پر ۵۰۰ میل تک ملی ہیں۔

۳۔ ۱۸۱۹ء میں کچھ زلزلہ آیا جس کی وجہ سے تقریباً ۱۰۰ میل لمبا اور ۱۰ میل چوڑا ۱۰ فٹ بلند ہو گیا۔ یہ سارا علاقہ بالکل خشک ہو گیا۔ سندھ کی پرانی بندرگاہ لکھی کے پاس آج کل ۱۰ میل تک پانی نہیں۔

۴۔ ہندوستان میں دریائے اٹک کے ہونے سے کچھ زمانہ ایک جھیل تھا۔ یہاں جون ۱۸۱۹ء میں ایک زلزلہ آیا جس کی وجہ سے شہر بھج تباہ ہو گیا۔ بھج کے مغرب میں ایک قطعہ پانی میں ڈوب گیا اور اس کے شمال میں ایک خشک ۱۰ میل لمبا

زمین سے صرف ۱۰ میل تک چوڑا تھا۔ وہ ۱۰ فٹ بلند ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ سے ۶۰ سال پہلے ایک فاضل دان یونانی نے اعلان کیا ہے کہ سونامی نامہ

سمندر میں آتے ہیں۔

۱۔ ۱۷۵۵ء میں لزبن (پرتگال) کا کنارہ ۵۰ فٹ اُبھر آیا ہے۔ اور مشرقی گوشہ پانی میں ڈوب گیا ہے۔

۲۔ اس زلزلے کے متعلق ۱۸۲۸ء میں ولڈیویا میں آیا تھا۔ اردن لکھتا ہے۔

"زلزلے کے دوران میں زمین کی حالت ایسی تھی جیسے سمندر کی خوفناک لہروں کے تھپیڑے کھا رہی ہو۔"

۳۔ انگلینڈ کے شمالی حصے اُبھر رہے ہیں اور جنوب مشرقی حصے ڈوب رہے ہیں۔ اس سے بہت عرصہ پہلے انگلستان یورپ سے ملا ہوا تھا۔ بعد میں کسی زلزلے کی وجہ سے جدا ہو گیا۔

۴۔ ریاست ٹینسی میں ۱۸۱۱ء کے ایک زلزلے نے ایسی جھیل پیدا کر دی جس کا رقبہ ۱۵۰ مربع میل تھا۔

۵۔ ۱۸۱۹ء میں ایک زلزلے نے کچھ کا ساحل ۱۰ فٹ اونچا کر دیا جس سے ایک دریا کا رخ بدل گیا۔ یہ دریا اب تک اسی طرف بہتا ہے۔

۶۔ یونان کے پاس ایک ساحلی مقام پر پہلے سمندر کی گہرائی ۱۲۰۰ فٹ تھی اور اب صرف ۲۰۰ فٹ رہ گئی ہے۔

۷۔ بحیرہ روم میں ایک دریا تھا جس کا بحر اوقیانوس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اب یہ سمندر بن چکا ہے۔

۱۵۔ پرانے زمانے میں افریقہ کا صحرائے اعظم پانی کے نیچے تھا۔ اس کے بعض حصے آج بھی سمندر کی سطح سے پست ہیں اور اگر بیانوس سے نہر کاٹ کر انھیں سیراب کیا جائے تو بہت زرخیز ہو جائیں۔ لیکن یہ کام کون کرے؟ اہلِ افریقہ جہالت و دہشت میں ضرب المثل ہیں اور گرد و پیش کا شکار کر کے پیٹ پالتے ہیں، ان کی بلا جانے کہ نہر کس طرح کاٹی جاتی ہے۔

۱۶۔ قطبین پہلے گرم تھے۔ ان میں سے ہمیں بعض ایسے جانوروں اور درختوں کے آثار ملے ہیں جو گرم ملکوں میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ قطب جنوبی سے پانچ پانچ ہزار فٹ اونچے برفانی تودے کھسک کر اب دریا کے قریب آ گئے ہیں اور تمام علاقہ کی آب و ہوا کو بدل رہے ہیں۔

الغرض اس زمین کا کوئی اعتبار نہیں رہا۔ معلوم نہیں کہ کس وقت کیا کچھ ہو کر کیا کے نیچے چلی جائے۔ ہمیں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے۔

"سنبھل جا اے انسان! ورنہ اٹھا کر امواجِ سمندر کے حوالے کر دوں گی"!
کئی ہزار گز اونچی ہوائیں اچھال دوں گی"

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ (حج ۱)	اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک مہیب حادثہ ہوگا۔

باب (۵)

جسمِ انسانی کے عجائب

انسانی بدن الٰہی صنعت و تخلیق کا ایک حیرت انگیز اعجاز ہے۔ جسے دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔ ماہرینِ ارحام نے تکوینِ جنین کا ہر منزل اور ہر درجے پر تماشا دیکھ کر اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ کس طرح انسان کی ترکیب خلیے سے آغاز میں یہ خلیہ ایک ہوتا ہے، پھر دو، چار، چھ، آٹھ اور کثیر تعداد میں متضاعف ہو کر بدن کی تکمیل کرتا ہے۔ بعض خلیے کان، بعض آنکھ، بعض ناک اور بعض دیگر اعضا کی تشکیل پر لگ جاتے ہیں۔ یہ آج تک کبھی نہیں ہوا کہ چند خلیے سازش کر کے کان کی جگہ ناک اور ناک کی جگہ آنکھیں بنا ڈالیں۔ یا پیٹ کوئی دم چسپاں کر دیں۔ یہ اس لیے کہ ایک ہمہ بیں آنکھ ان کی نگرانی کر رہی ہے جس کی قہرمانیت کے سامنے تمام کائنات بے بس و لاچار ہے۔

لَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (آل عمران ۸۳)

زمین و آسمان کی ہر چیز مشیتِ ایزدی کو بجا لانے پر مجبور و مقہور ہے۔

آج علم ترقی کرتے کرتے نیامِ قدس کے اس راز سے نقاب کشائی پر تل چکا ہے۔ اور دورِ حاضر کی طرزِ تعلیم یافتوں میں ایک معقول تعداد ایسے دانش وروں کی موجود ہے جو اس امر

کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے جن کے نقطۂ خیال سے تکوین تدوین کی یہ کائنات بغیر کسی ناظم و آمر کے بغیر چل رہی ہے۔ اور تخلیق کے یہ بیشمار افراد خود بخود وجود میں آ رہے ہیں۔ ان کے مجسمہ سازوں سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ اگر یہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں تو پھر رحم مادر میں خلیوں نے تمہیں انسانی شکل کیوں دی؟ آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ پاؤں کیوں بنائے؟ یا مرد کے نطفہ اور عورت کے بیضہ نے مل کر یہ سب کچھ کیوں نہ بنا دیا؟ انسانی پیٹ سے آنکھ کیوں کان پیدا نہ ہوئی؟ بکری کے پیٹ سے مرغی نے کیوں جنم نہ لیا؟ زور کہتے ہیں تو پھر کیوں نہ نکلا؟ ہے کوئی جواب ان منکرین خدا کے پاس؟ اگر نہیں تو آؤ اور ہمارے ہم نوا بن کر کہو!

هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ (آل عمران ۶)

ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورتیں بناتا ہے۔

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق اتنا
دکھائے بھی نہ ملا تجھ کو پھول کا مضمون (اقبال)

جسم انسان کے مختلف مناظر

۱۔ چار ارکان ——— آگ، ہوا، مٹی، پانی۔

۲۔ چار اخلاط ——— صفرا، بلغم، سودا۔

۳۔ ظروفیات ——— دماغ، سینہ، پیٹ کے اندر کے خانے۔

۴۔ ستون ——— ۲۴۸ ہڈیاں۔

۵۔ نیاں ——— ۵۰۰ پٹھے۔

۶۔ خزانے ــــ دماغ، پھیپھڑے، دل، جگر، تلی، معدہ، انتڑیاں، گردے۔
۷۔ مسالک و شوارع ــــ ۳۰۰ عروق۔

۹۔ نہریں ــــ ۳۹۰ وریدیں۔
۱۰۔ دروازے ــــ آنکھیں، کان، ناک، پستان، منہ اور شرمگاہیں۔

ان کے اثر: جسم انسانی کو ایک شہر سمجھئے، جس میں مختلف اعمال ہو رہے ہیں یعنی:

۱۔ باورچی ــــ معدہ، ایک باورچی کی طرح غذا پکا رہا ہے۔
۲۔ عطار ــــ کوئی عطار نما کارخانہ جو ہر کان کی چیز کو بدن بنا رہا ہے۔
۳۔ حکیم ــــ جگر ایک طبیب کی طرح غذا میں تیزابیت ملا رہا ہے۔
۴۔ جاروب کش ــــ انتڑیاں جو بچے اور کچے فضلات کو جسم سے باہر پھینک رہی ہیں۔
۵۔ شعبدہ باز ــــ کوئی صفرا، خون کو گوشت میں تبدیل کر رہا ہے۔
۶۔ بھٹہ ــــ گردے اینٹوں کی طرح پک کر مضبوط بن رہے ہیں۔
۷۔ بھٹیارا ــــ کوئی باغدہ اعضاء کو چربی بنا رہا ہے۔
۸۔ درزی ــــ کوئی دنبی زنگوں کو سی رہا ہے۔
۹۔ کاشتکار ــــ کسی کاشت کو مکمل قبضہ کی وجہ سے جسم کے کھیت میں کوئی دماغ بال اگا رہا ہے۔
۱۰۔ رنگ ساز ــــ کوئی صفرا دانتوں کو سفید، بالوں کو سیاہ اور چہرہ کو سرخ بنا رہا ہے۔
۱۱۔ آتش بازی ــــ کوئی بت تراش ان کے پیٹ میں ایک خوبصورت بچہ تراش رہا ہے۔

ایک جیسی کائنات: ۱۔ زمین ــــ جسم انسانی، ۲۔ پہاڑ ــــ ہڈیاں۔
۳۔ میدان ــــ گوشت، ۴۔ درخت ــــ نسیں، ۵۔ نباتات ــــ بال۔

۵۔ سمندر	پیٹ	۱۰۔ ہوا	تنفس	۱۵۔ حیات	بیماری
۶۔ نہریں	رگیں	۱۱۔ صبح کی روشنی	مسکراہٹ	۱۶۔ بہار	بچپن
۷۔ بارش روئیں	آنتڑیاں	۱۲۔ بارش	رونا	۱۷۔ گرما	جوانی
۸۔ نباتات	بال	۱۳۔ ظلمت	غم	۱۸۔ برف باری	صغر سال
۹۔ میدان	ہاتھ پیٹھ	۱۴۔ موت	خندہ پیشانی		

انسان میں حیوانیت!

۱۔ شیر کی طرح	بہادر	۹۔ اونٹ	"	متلاشی	۱۶۔ چمپانزی کی طرح	مفکر	
۲۔ خرگوش "	بزدل	۱۰۔ چیتے	"	شکاری	۱۷۔ گھوڑے "	وفادار	
۳۔ کتے "	ہوشیار	۱۱۔ قطاۃ	"	رہبر	۱۸۔ سانپ "	بدلہ لینا	
۴۔ الو "	خوفناک	۱۲۔ شتر مرغ	"	گمراہ	۱۹۔ مور "	حسین	
۵۔ لومڑی "	پرکار	۱۳۔ بلبل	"	گویا	۲۰۔ کبوتر "	بوسہ	
۶۔ بھیڑ "	سادہ لوح	۱۴۔ گدھے	"	بردبار	۲۱۔ بندر "	مسخرہ	
۷۔ ہرن "	تیز خرام	۱۵۔ مرغی	"	مغفل	۲۲۔ ریچھ "	مغفل	

چوتھی کائنات | ہندوستان کے کسی بڑے کارخانے میں تشریف لے جیئے۔ آخر کسی ایک ٹب کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ مختلف رنگ کے مختلف اعمال سرانجام دیتے ہوئے کہیں تلواریں بن رہی ہوں گی کہیں توپ کا گولہ بنایا جا رہا ہوگا۔ ایک طرف ٹینک تیار ہو رہے ہوں گے دوسری طرف ہوائی جہاز بن رہا ہوگا۔ یہ ہیں حال کائنات کا۔ ہر طرف مختلف اعمال برپا ہیں۔ کوئی بنا رہا ہے کوئی بگاڑ رہا ہے۔ کہیں آگ لگی ہوئی ہے کہیں بادل برس رہے ہیں۔ گو اس کارگہ حیات کا ہر منظر مختلف نظر

کی بجائے آوری میں مصروف ہے۔ لیکن انجن محرک ایک ہی ہے یعنی اللہ۔

ادھر جسم انسانی کو دیکھو، بال اُگ رہے ہیں، آنسو بہہ رہے ہیں، دل دھڑک رہا ہے، سانس چل رہی ہے، کان سن رہے ہیں، آنکھیں دیکھ رہی ہیں، اور دماغ سوچ رہا ہے۔ اس کارخانے کے انجن کا نام روح ہے۔ روح جسم کے کس حصّے میں رہتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر بال ہر رگ اور ہر قطرۂ خون میں۔ لیکن اگر آپ جراحی سے کسی حصّۂ جسم کو کاٹ کر روح کو دیکھنا چاہیں تو آپ کو کامیابی نہیں ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرّے ذرّے میں جلوہ گر ہے۔ لیکن روح کی طرح دکھائی نہیں دیتا۔ انسانی جسم حقیقتہً ایک چھوٹی سی کائنات ہے جس میں روح اسی طرح کام کر رہی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کائناتِ ارض و سما میں۔

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں (اقبال)

خلقت آدم علیٰ صورتی (حدیث) اس نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

حفاظت: ہمیں گھر میں پلنے والے کتے سے شوہیرا نہیں کرنا چاہیئے۔ کتا گھر والوں کے علاوہ موٹروں وغیرہ کی گڑگڑاہٹ سے تمیز کر لیتا ہے۔ لیکن اجنبی پاؤں کی ہلکی سی آہٹ اُسے چوکنا کر دیتی ہے۔ ہم انسانوں کو بھی اسی طرح ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اور جوں ہی ہمارا ذہن بگڑ جائے، یا بُرے خیالات ہمارے دماغ میں آنے لگیں، ہمیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دماغ کی حفاظت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہر وقت اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ فرشتے ہر وقت ہماری زندگی برباد کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ محافظ ہمیں فوراً پکڑ لیتے ہیں۔

خود مکن آئینہ کاکنندہ (حدیث) اپنے آپ کو برے کاموں سے بچاؤ۔

آنسو نکلنے کی نالی

جب کوئی چیز اس حصے پر منعکس ہوتی ہے تو ان تاروں کے ذریعے دماغ میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور وہ دیکھتا ہے۔ دیکھنے کا کام دماغ کرتا ہے۔ اور آنکھ صرف آلۂ بصارت ہے اگر کسی حصے سے یہ تار بے کار ہو جائیں تو آنکھ بصارت سے محروم ہو جاتی ہے۔

آنکھ میں سات پردے ہیں، قرنیہ، عنبیہ، عنکبیتیہ، شبکیہ، مشیمیہ، صلبیہ، اور ملتحمہ۔ ملتحمہ آنکھ کی حفاظت کرتا ہے۔ عنبیہ صورِ مرسومہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ ملتحمہ آنکھ کو اصلی ہیئت میں قائم رکھتا ہے اور عنکبیتیہ جس میں تمام تاروں کا جال بچھا ہوا ہے محسوسات کو دماغ تک پہنچاتا ہے۔ مشیمیہ غبارہ اور تیز روشنی کو روکتی ہیں اور پوٹا رومال اور برش کا کام دیتا ہے۔

آنکھوں کے لینز شیشے کی طرح شفاف ہیں۔ ان سے روشنی گزر کر اسی طرح پیرا ہو جاتی ہے جس طرح پانی میں لاٹھی کج نظر آتی ہے۔ اگر آنکھ سے گزرنے والی شعاعیں مرکز بصارت (Ball's eye) پر مل جائیں تو آدمی کی نظر ٹھیک ہوتی ہے۔ اور اگر کسی بیماری یا نقص کی وجہ سے آنکھ کے شیشے اپنی طرح کا کام نہ کریں تو شعاعیں مرکز بصارت سے آگے یا پیچھے پڑتی ہیں اور آنکھ کو دور بینی یا نزدیک بینی کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ شکل یہ ہے:

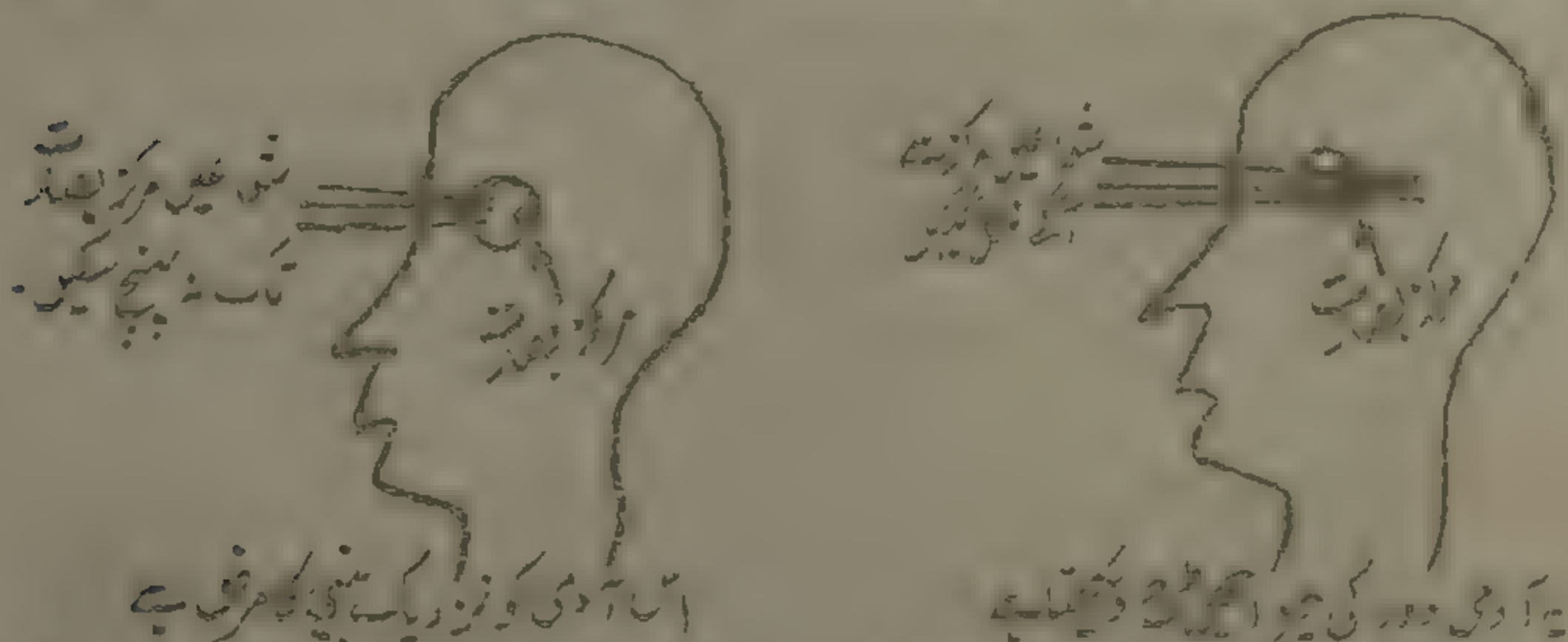

ان بیماروں کو ایسی عینکیں دی جاتی ہیں جن کے شیشے شعاعوں کو مرکز بصارت سے

نہ تو آگے نکلنے دیتے ہیں اور نہ ورے رہنے دیتے ہیں، مثلاً:

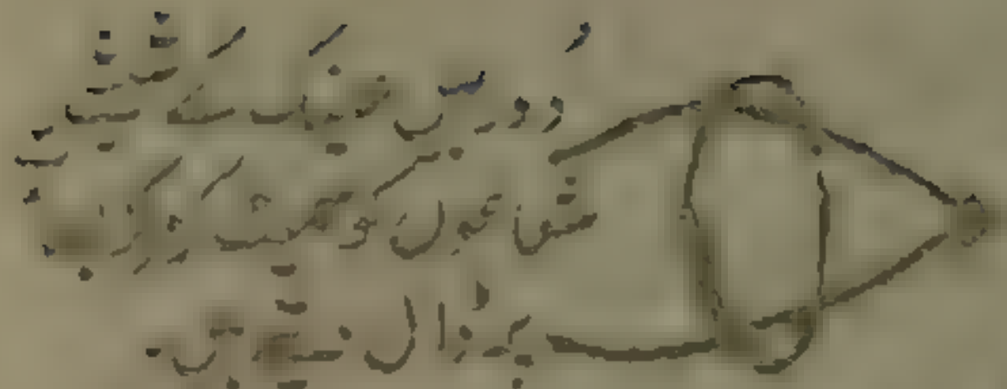

آنکھ کے آخری طبقے میں تیس لاکھ نقبیں اور تین کروڑ سلاخیں ہیں۔ دیکھا آپ نے کہ آنکھ کی مشینری کس قدر پیچیدہ اور اس کا نظام کتنا دقیق ہے۔ اسی لیے تو قرآن حکیم میں انسان سمع و بصر کو الٰہی سناعی پر بطور شہادت پیش کیا گیا ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا۔ (دہر ۲)	ہم نے انسان کو مرد و زن کے مخلوط نطفے سے پیدا کرکے سمع و بصر کی نعمت سے سرفراز فرمایا تاکہ یہ دیکھ کر انسان ان قوا کو کیسے استعمال کرتا ہے۔

اور کیڑے مکوڑے ہیں کچلے نہ جائیں۔ اگر حالت خواب میں کوئی چیونٹی وغیرہ گھس جائے تو انسان کی زندگی وبال بن جائے۔ اللہ نے اڑدلے انسان کے لیے یہ کواڑ دیے تاکہ چیونٹی کان میں داخل ہوتے ہی ہلاک ہو جائے۔

اس گوند سے ذرا آگے ایک پردہ ہے، اس سے آگے تین ہڈیاں زنجیر کی طرح ہیں۔ یہ ہڈیاں بلند اور کرخت آواز کو نرم کرکے پہنچاتی ہیں۔ ان ہڈیوں سے آگے گول گوشت کے پیچھے پانی ہے۔ پانی میں چھوٹے چھوٹے بال یا تار ہیں۔ آواز ان گوشت سے ٹکرا کر ان تاروں میں لرزش پیدا کرتی ہے۔ اور دماغ سننے کا فرض انجام دیتا ہے۔ نیچرلسٹ کان کی

لہ مخطوطہ کی تفسیر اوراقِ آئندہ میں آئے گی۔ (برق)

عمدہ عقل ہو شکل یہ ہے:

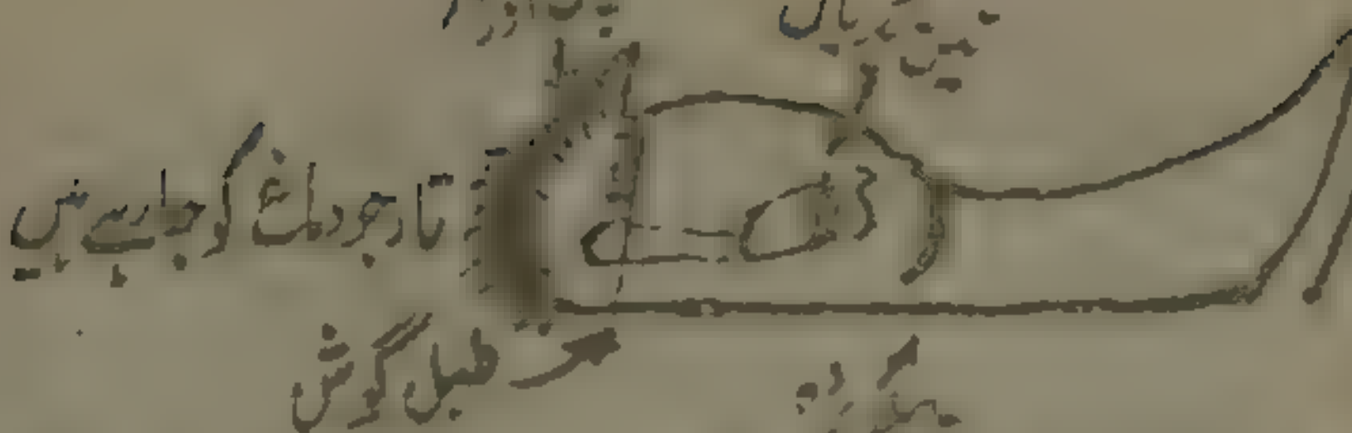

طبلِ گوش کے پیچھے ان تاروں کی تعداد تین ہزار ہے۔ ہر تار ایک خاص آواز سن کر دماغ تک ایک نئی راہ سے پہنچاتا ہے اور ہر یک وقت تین ہزار آوازیں سن سکتے ہیں۔

ناک سونگھنے اور سانس لینے کے علاوہ ناک جاسوس کا کام بھی کرتی ہے۔ جو جراثیم ہوا میں موجود ہوں اور کسی دوسرے طریقے سے معلوم نہ ہو سکیں تو ناک ان کے وجود سے دماغ کو اطلاع دیتی ہے اور دماغ فوراً ہاتھ کو حکم دیتا ہے کہ ناک کے آگے رومال رکھ لو تاکہ مضر جراثیم اندر نہ جانے پائیں۔

ناک اور منہ کے درمیان ایک منحنی ہڈی کا حجاب موجود ہے۔ یہ ہڈی حلق میں گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکتا ہوا ہے جو کھانا نگلتے وقت پیچھے سے آنا رہتا ہے تو یہ فوراً ناک کی راہ روک لیتی ہے تاکہ غذا وغیرہ کا کوئی ذرہ ناک میں نہ جائے۔

ناک کے اندر اور آس پاس چند جگہیں موجود ہیں، جنہیں ڈھول کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ بعض وقت آواز ان ڈھولوں سے ہو کر گزرتی ہے۔ اور اسی لیے گونج پیدا ہوتی ہے۔ زکام میں کثرتِ بلغم نیز خوف ہونے کی وجہ سے یہ ڈھول بند ہو جاتے ہیں۔ اس لیے آواز بگڑی ہو جاتی ہے۔ شکل یہ ہے:

سے ڈھولوں کے مقامات ظاہر کیے گئے ہیں۔

سانس لیتے وقت غذا کی نالی ایک پٹھے کی وجہ سے بند ہو جاتی ہے اور حلق سے[1] آتے وقت سانس کی نالی بند ہو جاتی ہے۔ یہ اس لیے کہ غذا سانس کی نالی میں اور ہوا غذا

---

[1] ٹیٹوا۔

کی نالی میں نہ جائے کہ اس سے بہت تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ سانس کی نالی ٹھوڑی کے نیچے ہے۔ اور غذا کی نالی کچھ پیچھے۔

آواز: ہوا کی نالی کے منہ پر دو تار لگے ہوئے ہیں، جن کے ارد گرد ایک جھلی ہے۔ جب ہم بولتے ہیں تو پھیپھڑوں کی ہوا ان تاروں سے ٹکرا کر آواز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ان کی بناوٹ اس طرح کی ہے کہ طرح طرح کی آواز پیدا ہوتی ہیں۔ اگر یہ تار ڈھیلے ہوں تو آواز نہیں نکلے گی اور اگر زور سے کھینچیں تو آواز پیدا ہوگی۔ یہی حال گلے کے تاروں کا ہے۔

اگر رباب کے تار ڈھیلے ہوں تو آواز موٹی اور بھدی نکلتی ہے۔ اور اگر بہت کھنچے ہوں تو آواز صاف ہوتی ہے۔ اسی طرح موٹی آواز نکالتے وقت یہ تار ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور صاف آواز کے وقت تن جاتے ہیں۔ اگر کوئی گویا گا رہا ہو تو اس کا گانا آپ کے یہ حصہ گانے کے وقت تنا ہوا ہوگا۔ شکل یہ ہے:

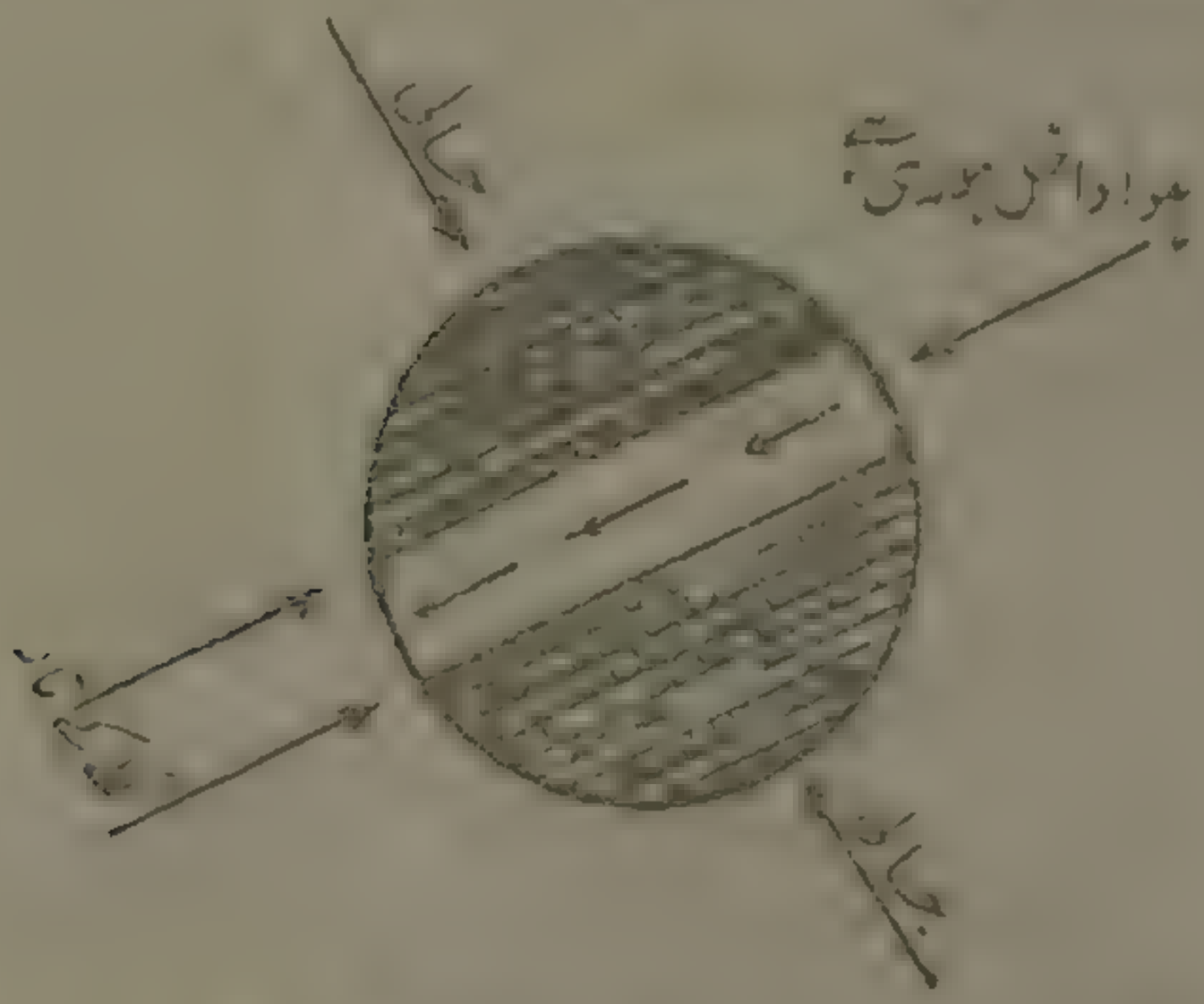

جلد: قوت لامسہ جلد میں ہوتی ہے۔ جلد کا ہر حصہ تھرانی تاروں کے ذریعہ دماغ کو پیغام بھیجتا ہے اور دماغ احکام نافذ کرتا ہے۔

گرمیوں میں خون اور پسینے کی نالیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ ان پر زور کہ بیش آفتاب سے محفوظ رکھنے کے لیے پانی کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ جسم کے اندر کی حرارت پانی کو بخارات میں تبدیل کرنے پر صرف ہو جائے اور جسم ٹھنڈا رہے۔ مرکب کے اندر پانی کی نالیاں اسی مقصد کے لیے ہوتی ہیں کہ بواسیر (Piles) سے نجات کا ذریعہ رکھتے۔ گرمیوں میں پسینہ بکثرت آتا ہے جس سے جسم کی حرارت بہت حد تک ٹھنڈی ہو جاتی ہے جس سے خون ٹھنڈا ہو کر رگوں میں واپس چلا جاتا ہے، اور اس طرح جسم ٹھنڈا رہتا ہے۔

سردیوں میں پسینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے پسینے اور خون کی نالیوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سردیوں میں چمڑا مقابلتہً پھٹ جاتا ہے اور ہاتھ پاؤں پھٹ جاتے ہیں۔

دانت | دانتوں کا ایمل دانتوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ اس کی کمی سے دانت کمزور ہو کر جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ دانت کا مسالہ بہت سخت ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔ دانت کا اندرونی حصہ کوئی نرم مادہ ہوتا ہے۔ یہ حصہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ دانت کا ایک حصہ کچ ہوتا ہے جو خون یا نیلگوں کے ہمراہ اندر جا کر ساری دانت کو خون پہنچاتا ہے۔

پیدائش | انسان خلیوں سے بنا ہے۔ ہر خلیہ تقسیم ہو کر بنتا ہے۔ یہ خلیہ دو حصوں میں ایک سیاہ دھبہ ہوتا ہے۔ تقسیم ہونے کے بعد ان میں ہر حصہ میں یہ سیاہ دھبہ

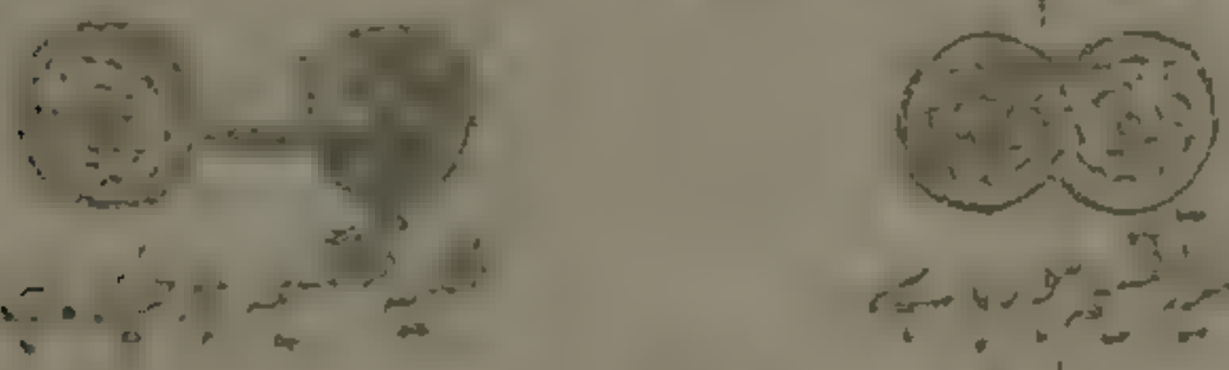

خلیہ — خلیہ تقسیم ہو رہا ہے — خلیہ تقسیم ہو کر بن گیا

یہ خلیہ ماں کے پیٹ میں موجود ہوتا ہے، لیکن اس میں منتشم و منتشل ہونے کی طاقت نہیں ہوتی۔ نطفہ پدر کے بغیر پیدائش نہیں ہو سکتی۔ جب ماں کے نطفہ پدر کا اس خلیہ سے ملاپ ہوتا ہے تو یہ خلیہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر تولید میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پھر خلیہ کے ان حصوں میں

دل، دماغ وغیرہ اعضا۔ چونکہ ایک بینائے کل آنکھ اوپر موجود ہے، اس لیے یہ بھی نہیں ہوا
اور ہوتا ہے کہ ایک جگہ ناک اور آنکھ کی جگہ منہ تیار ہو جاتا ہے۔

انسانی نطفہ دس عناصر سے مرکب ہوتا ہے۔ آکسیجن، ہائیڈروجن، کاربن، اوزوٹ
کھریتہ، نائٹروجن، پوٹاش، میگنیشیم، چونا اور فولاد۔ ان عناصر میں عقل رکھنے والی موجودہ
بڑھتے ہوئے ترقی دینے کے لیے جو کل ان اجزا سے تیار ہوتا ہے اس کی [illegible]
[illegible] انسان من نطفۃ امشاج [illegible] ہم نے انسان کو مرکب نطفے سے بنا کر اسے سننے
[illegible] کی نعمت عطا فرمائی۔ تاکہ ہم اسے آزمائیں۔

نوٹ ایک آدمی جب کھانے پینے سے بیٹھا ہوا ہو تو وہ ایک گھنٹے میں تقریباً چھ سو
کیلوریز توانائی استعمال کرتا ہے۔ کھانے کے بعد ۳ سے ۴ گھنٹے تک آرام کرنے سے یہ
توانائی ۱۰۰ سے ۱۲۰ کیلوریز فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی ہے۔ مزدوروں میں جسم کو گرم رکھنے کے لیے
کی زیادہ مقدار درکار ہوتی ہے۔ اس لیے بھوک زیادہ ستاتی ہے۔

جسم اپنی غذا میں پانچ چیزیں ملتی ہیں: (۱) پانی (۲) چربی (۳) نمک (۴) پروٹین
آکسیجن، اور کاربنی مرکبات (۵) نائٹروجنی مرکبات۔ مرکب نمبر ۴ کو کاربوہائیڈریٹس اور مرکب نمبر ۵
کو حمیات یا پروٹینز بھی کہتے ہیں۔ بعض اعضا کے اجزا یہ ہیں:

غذا کا نام	پانی فی صدی	حمیات فی صدی	نشاستہ فی صدی	چربی فی صدی
۱۔ آلو	۷۹	۲ ر ۲	۱۷	۰ ر ۰
۲۔ مرغی کا سینہ	۷۴	۲۴ ر ۲	۰	۱ ر ۰
۳۔ مچھلی	۶۵	۹ ر ۲۶	۰	۱۱ ر ۰
۴۔ گوشت	۱۴	۸	۰	۹ ر ۳

۵۔ دودھ	۸۵	۳٫۳	۴٫۸	۱۳٫۶
۶۔ سیب	۸۴	۰٫۳	۱۳٫۵	۰٫۲
۷۔ لیموں	۹۱	۰٫۵	۳٫۱	۰٫۵
۸۔ اُبلے ہوئے آلو	۸۱	۱٫۹	۱۶	×
۹۔ سُرخ آٹے کی روٹی	۴۴	۱٫۵	۴۵٫۸	۱٫۰
۱۰۔ سفید " "	۴۳	۶٫۶	۴۸٫۶	۱٫۰
۱۱۔ شکر	۱۰۰	۰٫۴	۶۱٫۴	×
۱۲۔ چاکلیٹ	۱۰	۴٫۸	۵۹٫۹	۳۱٫۱
۱۳۔ کشمش	×	×	۱۰۰	×

جسمانی دار غذاؤں کی کاربن اور ہائیڈروجن، آکسیجن سے مل کر زیادہ حرارت پیدا کرتی ہے۔ نشاستہ کثرتِ آب کی وجہ سے کم گرم ہوتی ہیں۔ دودھ ہر لحاظ سے بہترین غذا ہے۔

ہماری اخذ کردہ غذاؤں کی کاربن آکسیجن وغیرہ کی مقداریں فی صدی ہوتی ہے:

نام	کاربن	ہائیڈروجن	آکسیجن	نائٹروجن	معدنیات
۱۔ چربی	۷۶	۱۲٫۵	۱۱٫۵	×	×
۲۔ نشاستہ	۴۴٫۴	۶٫۲	۴۹٫۴	×	×
۳۔ شکر	۴۲٫۱	۶٫۴	۵۱٫۵	×	×
۴۔ لحمیات	۵۱٫۵	۷	۲۰٫۴۰	۱۵٫۹	۳٫۵

ایک آدمی کو روزانہ تین پونڈ غذا درکار ہوتی ہے۔ تمام دنیا کے انسان ہر ہفتہ سب پونڈ یعنی سات کروڑ پچاس لاکھ من غذا کھاتے ہیں۔

ہمارے جسم میں نائٹروجن کا کچھ حصہ ناخن اور بال اُگانے پر صرف ہوتا ہے اور باقی پسینے اور پیشاب وغیرہ میں خارج ہو جاتی ہے۔ بالوں پر روزانہ ۰۲۹ گرام اور ناخنوں پر ۰۰۷ گرام نائٹروجن خرچ ہوتی ہے سانس کے ذریعے جس قدر نائٹروجن روزانہ خرچ ہوتی ہے آپ کو معلوم ہے:

۱۔ بے کار آدمی ایک گھنٹے میں ۰۰۷ گرام نائٹروجن خارج کرتا ہے۔

۲۔ معمولی کام کرنے والا ۰۱۳ " " "

۳۔ سخت " " ۰۲۲ " " "

۴۔ سائیکل چلانے والا چار گھنٹوں میں ۲۵۵ کیلوگرام پسینہ خارج کرتا ہے جس کے ۰۶ گرام نائٹروجن اور ۶۷۔ ا گرام نمک ہوتا ہے۔

۵۔ ایک عورت ایام حیض میں روزانہ ۴۴۰ گرام تک نائٹروجن خارج کرتی ہے۔

بھوک کی حالت میں نائٹروجن اور چربی ہر دو خلیق ہیں۔ کام کے وقت صرف چربی خلیق ہوتی ہے۔ نشاستہ آرام و محنت ہر دو صورت میں جلتا ہے اور چربی کو جلنے سے بچاتا ہے۔ نشاستہ باہر نہیں جلتا بلکہ جسم میں بہت جلد جل جاتا ہے۔ چربی باہر بہت جلد جلتی ہے، لیکن جسم میں جلنے کے بعد بڑی مشکل سے خارج ہوتی ہے۔

جسم میں حرارت رقبۂ جسم کے مطابق ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچے آدمی کو جلدی بھوک لگتی ہے۔

حیاتیات یا وٹمن (اجزائے حیات) کی دریافت

حیاتیات کی آٹھ اقسام معلوم ہو چکی ہیں۔ یعنی:

۱۔ حیاتیہ اے	۲۔ حیاتیہ بی (ا)	۳۔ حیاتیہ بی (ب)	۴۔ حیاتیہ بی (ج)
۵۔ حیاتیہ بی (د)	۶۔ حیاتیہ سی	۷۔ حیاتیہ ڈی	۸۔ حیاتیہ ای

۱۔ اے حیاتیہ کی غیر موجودگی میں جسمانی نشوونما رک جاتی ہے۔ نیز آنکھ کے پپوٹوں کو ایک بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ حیاتیہ مچھلی کے تیل، مکھن اور انڈوں میں بکثرت ہوتا ہے۔

۲۔ بی (ب) اس حیاتیہ کی غیر موجودگی لاتوں کو کمزور کر دیتی ہے۔

۳۔ بی (ب) " " " " میں ناسور کی عام شکایت رہتی ہے

۴۔ حیاتیہ ب کے باقی اقسام بھی جسمانی نشوونما کے لیے ضروری ہیں۔ یہ حیاتیہ انڈوں، مچھلیوں کے بیج اور خلیوں میں ملتے ہیں۔

۵۔ سی یہ حیاتیہ پھلوں اور سبزیوں میں بکثرت ہوتا ہے۔ تازگی، دماغ صفائی خون اور شادابی رنگ کے لیے ازبس ضروری ہے۔

۶۔ ای۔ اس کی غیر موجودگی میں قوت تولید جواب دے جاتی ہے۔ یہ حیاتیہ سبزی کے پتوں اور تازہ پھلوں میں ملتا ہے۔

نمکین غذا اکثر سے اکثر کے بعد غذا ایک قسم (شکل) کی بچتی ہے جس کی دیواروں پر مس نمک کر پہلے ہی وہاں موجود ہوتا ہے اور کچھ لعاب میں آجاتا ہے۔ یہ رس ترش ہوتا ہے اور غذا کو حل کر کے جزوِ بدن بناتا ہے۔ تھوک بھی عمل ہضم میں مدد دیتا ہے۔

سوال۔ یہ رس معدہ میں کھانے سے پہلے کیسے جمع ہو جاتا ہے؟

جواب۔ فرض کرو کھانا کھا رہا ہے اور سالن بکثرت کھا گیا ہے، کھانے کے وقت تیار کرنا چاہیے اور معدہ اس رس سے بھر جائے گا۔ کبھی کبھی پھیپھڑوں کی آواز یا کسی اور چیز کے ذائقہ سے بھی منہ میں پانی بھر آتا ہے۔

الفنسٹن ایک انگریز سکاٹ لینڈ سے افریقہ کو گیا کہ دیکھو وہاں کا ایک حصہ اس طرف

آرہا ہے۔ میں ایک ایسا کرشمہ دکھاؤں گا کہ اُن کے بین بالکل رُک جائیں۔ جب دستہ قریب پہنچا تو لڑکے نے ایک، دو قدم آگے بڑھ کر بین جو سنا شروع کر دیا۔ ترکی کے لشکر سے سپاہیوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ بین وغیرہ بجانے کے قابل نہ رہے۔

جگر: جگر صفرا و سودا ہر دو کا خزانہ ہے۔ جب اعضاء و اعصاب کام آ چکے ہوں تو انھیں شکتی دیتا ہے۔ جگر سے [illegible]

جب غذا معدے میں پہنچتی ہے تو اس میں تین رس شامل ہو جاتے ہیں۔ ایک معدے کی دیواروں سے خارج ہوتا ہے۔ دوسرا جگر سے آتا ہے۔ تیسرا پانی نما کی ایک گلٹی (Pancreas) سے نکلتا ہے۔

اگر کسی آدمی کو زیادہ سردی لگ جائے تو جسم کو گرمانے کے لیے اس قدر صفرا خارج کرتا ہے کہ جسم آتشیں ہو جاتا ہے۔ [illegible]

گُردوں والی گلٹی کا رس: اگر دونوں گُردوں کی گلٹی یہ رس خارج کرنا بند کر دے جس سے خون کی دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ دورانِ خون میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی پھر بھی نبض کی رفتار نہایت سست ہو جاتی ہے۔ اس رس کے اجزا یہ ہوتے ہیں:

کاربن ۵۹، ہائیڈروجن ۷، آکسیجن ۲۲، نائٹروجن ۱۲۔

خوف کی حالت میں یہ گلٹی زیادہ رس خارج کرتی ہے جس سے دورانِ خون تیز ہو جاتا ہے۔ گردن والی گلٹی کا رس [illegible] کرتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے یہ رس جسم کے تمام حصوں تک نہ پہنچ سکے تو یہ گلٹی پھولنا زیادہ رس نکالنے کی کوشش کرتی ہے اور گردن کے نیچے بڑے بڑے گلٹے بن جاتے ہیں۔ یہ بیماری اُن علاقوں میں عام ہوتی ہے جہاں پانی میں آیوڈین نہ ہو۔ آیوڈین

ہمارے جسمانی نظام کا ایک ضروری جزو ہے۔ اگر یہ عنصر پانی میں موجود نہ ہو تو یہ کمی اس غذا کو پوری کرنی پڑتی ہے اور اسی لیے پھول جاتی ہے۔

اس غذا کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں:

کاربن	ہائیڈروجن	نائٹروجن	آکسیجن
۶۵-۴	۹-۸	۱-۴	۲۳-۴

اگر پانی کے ایک کروڑ قطروں میں اس غذا کا ایک قطرہ ٹپکا دیا جائے اور اس پانی میں مینڈک کے بچے موجود ہوں تو وہ بہت جلد جوان ہو جائیں گے۔

غور فرمائیے کہ اللہ نے انسانی جسم میں نشوونما، انہضام غذا اور دفع امراض کے لیے کس قیامت کا شفاخانہ کھول رکھا ہے۔ جس میں ترپاق کی بوتلیں نہایت قرینے سے بھری ہوئی ہیں۔

خدا کی قدرت کا ایک اور کرشمہ یہ ہے کہ جب غذا ہضم ہونے کے بعد ایک لمبی سی نالی سے ہو کر بڑی آنت میں پہنچتی ہے اور وہاں ہر مقام پر پہنچ کر نشاستہ و دیگر اجزائے غذائیہ چھڑتی آتی ہے، یہ اجزا آنتڑیوں کی دیواروں میں جذب ہو کر خون میں چلے جاتے ہیں اور پھوک باہر نکل جاتا ہے۔

نشاستہ جسمانی انجن کا کوئلہ ہے اور لحمیات اس انجن کے خراب شدہ پرزوں کی مرمت کرتے ہیں۔ صرف لحمیات کھانے والا انسان کمزور ہو جاتا ہے اور صرف نشاستہ کھانے والا انسان دبلا پتلا بن جاتا ہے۔

نشاستہ جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو وہ بڑی نالی سے گزر کر دو چھوٹی چھوٹی نالیوں میں داخل ہو جاتی ہے جو پیٹ کے پیچھے پٹھوں میں جاتی ہیں۔ پھیپھڑوں اور معدے کے درمیان ایک لمبا سا ٹکڑا ہے جس پر تنفس کے وقت دباؤ پڑتا ہے اور اس دباؤ سے معدہ بار بار پھولتا

ہے۔ پھیپھڑوں میں ہوا بھی موجود ہے اور خون بھی لیکن ہر دو کے خانے جُدا جُدا ہیں۔ پھیپھڑوں میں ہوا کے دو فائدے ہیں۔ اوّل یہیں سے تازہ ہوا خون میں جاتی ہے۔ دوم جب ہم سانس لیتے یا انگڑائی لیتے ہیں تو پھیپھڑوں پر دباؤ پڑتا ہے۔ یہ ہوا اس دباؤ کو اس طرح غیر محسوس بنا دیتی ہے جس طرح گدیلوں کے سپرنگ ہچکولوں کو جذب کر لیتے ہیں۔

ہمیں جو ہوا پھیپھڑوں کو ملتی ہے اس کی مقدار کافی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً اندھیری رات میں ہم کوئی آہٹ سن پاتے ہیں۔ ذرا سا سانس روک کر پھیپھڑوں کی خون دماغ اور کانوں کی طرف بھیجتے ہیں تو آہٹ کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

دوڑ دھوپ میں جسم کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے، تو فالتو زیادہ پیدا ہوتی ہے جسے خارج کرنے کے لیے پھیپھڑے جلدی جلدی تازہ ہوا کھینچتے ہیں اور اس کا نام ہانپنا ہے۔

ہمارے جسم میں جو خون ہے اس کا بیشتر حصہ پھیپھڑوں میں جا کر ہوا سے صاف ہو کر بائیں حجرہ میں داخل ہوتا ہے۔ اور پھر باقی جسم میں جاتا ہے۔

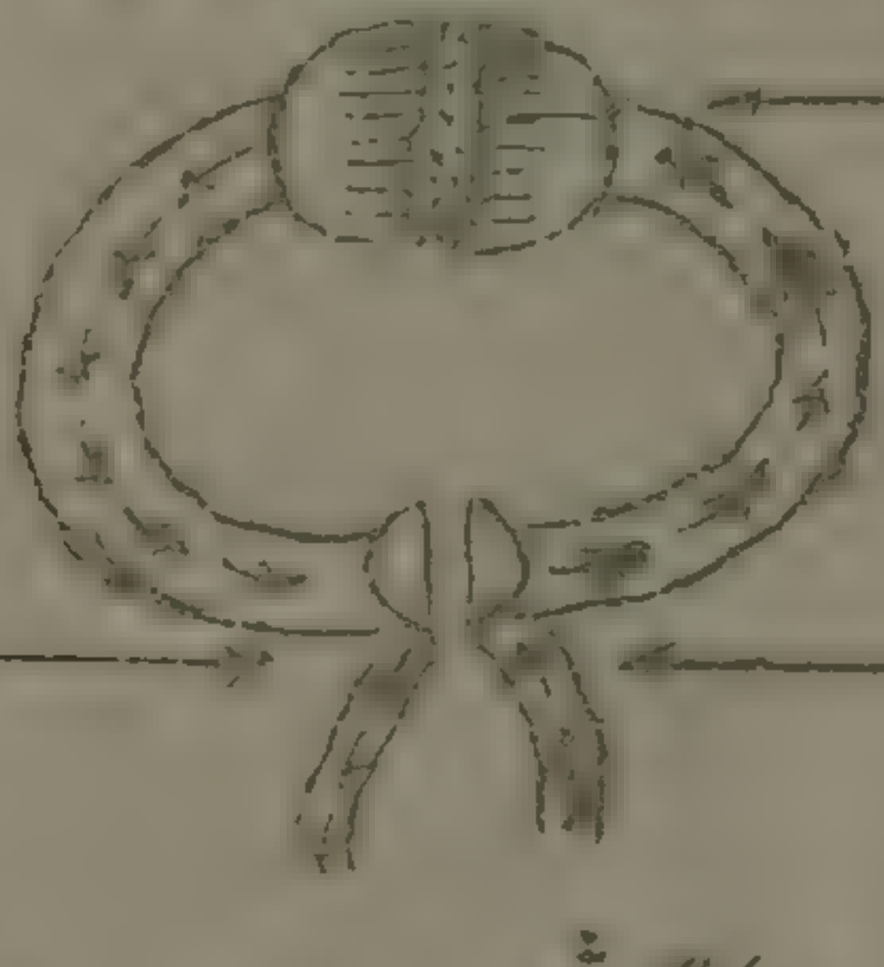

نوٹ۔ خون کی گردش ——— سے وکھائی گئی ہے۔

تمام رگوں کے منہ پر چند پٹھے ہوتے ہیں جو بوقتِ ضرورت رگ کی مدد سے اس رگ کا منہ بند کر لیتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک لڑکا بڑھ رہا ہے۔ اس وقت اس کے اندر خون

کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور پیٹ کو کم۔ اس لیے پیٹ والی رگوں کے منہ بند ہو جائیں گے اور خون دماغ کی طرف چلا جائے گا۔ کیونکہ کھانے کے بعد خون معدے کی طرف آجائے گا اور دماغی عروق کا منہ بند ہو جائے گا۔

دورانِ خون اس کا سبب ہوا کے دباؤ سے خون کو تمام جسم میں بھیجنا ہے۔ اور دو چیزیں سُست رفتارِ خون کو تیز گام بنا دیتا ہے۔ دوم جب ہم ایٹھتے یا اُٹھتے ہیں تو تمام رگیں تن کر سخت ہو جاتی ہیں جس سے خون آگے کو سرک جاتا ہے۔

جسم کے ہر حصہ کا خون سبھاؤ میں جاتا ہے لیکن انتڑیوں کا خون جگر کا ذخیرہ ہمراہ۔ بہ پہلے جگر میں داخل ہوتا ہے اور پھر وہاں سے دل میں۔

ہر کوشش سے حرکت سے اور غذا کو ہضم کرنے کے لیے سُست ہو جاتی ہے کہ غذا کو ہضم کرنے کے لیے ہر عضو کو خون کی ضرورت ہوتی ہے۔

تنفس ہر جاندار تنفس کے لیے ضرورت ہے۔ پھیپھڑوں کو ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہوا کے بغیر تنفس نہیں ہو سکتا۔ تنفس سے کاربن پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے کہ ہر نفس آہستہ آہستہ سانس لیتا ہے تاکہ کاربن کی ضروری مقدار جسم میں باقی رہے۔ اگر کاربن کی زیادہ مقدار پھیپھڑوں میں جمع ہو جائے تو اس کے اثر سے ہوا کی ہر چیز سانس لینا ہے۔

جنگ اور تنفس قدیم زمانے میں دشمن کو دھوئیں سے گھبرا دینے کے لیے باہر کا کرتے تھے۔ اس لیے دشمن کے قلعوں پر گندھک کے دھوئیں سے حملہ کیا کرتے تھے۔ جنگ کریمیا میں انگریز فوجوں نے دشمن کے خلاف گندھک استعمال کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن

جذباتِ رحم آڑے آئے۔ اپریل ۱۹۱۵ء میں جرمن مورچوں سے کلورین گیس کا ایک مہیب بادل اُٹھا اور فرانسیسیوں کی طرف بڑھا۔ ان غریبوں کے گلے بند ہو گئے۔ نظر جاتی رہی اور سانس رُک گئی۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں برطانیہ نے گیس کا جواب گیس سے دیا جس سے جرمنوں کے چھکے چھڑے متورم ہو گئے۔

گزشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں کیس قسم کی گیسیں استعمال ہوئیں جن سے لاکھ ہزار آدمی متاثر ہوئے۔ سوا لاکھ ہزار تو ہلاک ہو گئے اور باقی عمر بھر کھانستے رہتے۔

خون | خون میں دو قسم کے ذرات ہوتے ہیں۔ سُرخ و سفید۔ سُرخ ذرّوں کو انگریزی میں (Haemaglobin) کہتے ہیں۔ ان میں فولاد زیادہ ہوتا ہے اور آکسیجن جذب کرتے ہیں۔ اگر ان سُرخ ذرّوں پر ہوا کا دباؤ ڈالا جائے تو یہ فوراً آکسیجن کو جذب کر لیتے ہیں اور اگر دباؤ ہٹا لیا جائے تو آکسیجن علیحدہ ہو جاتی ہے۔

جب خون پھیپھڑوں میں آتا ہے تو ہوائی دباؤ سے آکسیجن قبول کر لیتا ہے اور جب اعضا میں پہنچتا ہے جہاں آکسیجن نہیں ہوتی تو ہوا کی دباؤ کم ہو جاتا ہے اور آکسیجن علیحدہ ہو جاتی ہے۔

جب خون جسم سے پھیپھڑوں کی طرف واپس جاتا ہے تو راستے میں سوڈے کی ایک مقدار خون میں شامل ہو جاتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ سُرخ ذرات اور سوڈا مل کر کاربن بنتے کرتے ہیں چنانچہ والسی ریخون کاربن کو سمیٹ کر پھیپھڑوں میں لے آتا ہے۔ خون کاربن کے عمل سے کاربن علیحدہ ہو کر سانس کے ذریعے باہر نکل جاتی ہے اور خون آکسیجن لے کر اپنے سمیٹ واپس چلا جاتا ہے۔ سوڈا راہ میں رہ جاتا ہے اور آکسیجن عروق و اعصاب میں پہنچتی ہے۔

خون کے سُرخ ذرات بڑی بڑی ہڈیوں کے مُنج میں تیار ہوتے ہیں۔ ہر ذرہ دس دن تک کے لیے کام دیتا ہے اور اس کے بعد بیکار ہو کر تلی میں گر جاتا ہے۔ تلی ذرات

ہے کہ اس سے خون کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور اس لیے ہم کو نیند آتی ہے
اور تکلیف یہ دراصل دو قسم کی ہوتی ہے جو خون کی واپسی پر شاق ہوتا ہے اور
اس کے شدید ترین مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ یعنی گول۔ لمبے پیٹے وغیرہ وغیرہ یہ کیڑے
ہیں اور یہ انتڑیوں کی خراش نہیں بھا دیتے ہیں یہاں تک کہ خون بھی آتا ہے۔

یہ ذرات جو انسان مراض سے باقاعدہ جنگ کرتے ہیں۔ اور کھا کر سے جو
نکلتی ہے وہ دراصل انہی ذرات کی لاشیں ہوتی ہیں۔

ٹائیفائیڈ | ہمارا داغ کھوپری کے مضبوط قلعے میں پانی کے اندر تیرتا ہے۔ پانی کا ذرہ
جب اس سے سینکڑوں رگیں الگ ہو کر ہم میں پھیل جاتی ہیں جس طرح ٹینیوں میں خون
جوشتا ہے ایک پانی اور دوسرا ٹینیا کیڑا۔ اسی طرح جب کہ ہر حصے میں پانی
اور ٹینیا کیڑے کے انڈے ہیں۔ تو اگر پانی پر کوئی حوالہ چڑھ آئے تو اس کے
دماغ کو اندر ہی اندر جاتا ہے اور وہ سست پڑ جاتا ہے۔ اور اس کے کام کرنے کی

بعض اوقات ہمیں اعضا کے خون کی زیادتی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس
صورت میں ہم کو ان میں سے بعض رگوں کا خون نکالنا پڑتا ہے۔ اور اس کے
لیے ہم کو نشتر کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس صورت میں ہم کو بعض
جگہ کی رگیں چھوڑنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ ان میں سرخ ہوتی ہیں کی۔ بازو کی رگیں
وغیرہ جو ہر وقت حرکت کرتے رہتے ہیں۔ کہ خون کی مناسب مقدار ان تمام اعضا میں پہنچتی رہے
جن سے ہم لیا جا رہا ہے۔

جسمانی دکھ اللہ کی ایک رحمت ہے۔ یہ دراصل دماغ کے لئے ایک پیغام ہوتا ہے کہ خطرہ
ہو جائیے خطرہ سر پر آگیا ہے۔ اگر جسمانی اذیت نہ ہوتی، تو ہر روز لاکھوں انسان بن آئی
مر جاتے۔ فرض کیجئے کہ رات میں بھوڑا نکل آتا ہے یا نیند کی حالت میں کوئی مخلص ہمارے سینے میں
چاقو داخل کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر دکھ کی وجہ سے دماغ کو خبر نہ ہونے پائے تو ہم بلا خبر ہی مر جائیں
ہم اندھیرے میں جاتے ہیں۔ اچانک سانپ کی پھنکار کانوں تک پہنچتی ہے، کان دماغ کو خبر
دیتے ہیں، دماغ فوراً کودنے کا حکم نافذ کرتا ہے۔ اور ہم اچھل کر خطرے سے باہر ہو جاتے ہیں۔
جب ہم کوئی نہایت وحشت ناک خبر سنتے یا پاتے ہیں تو دل کا تمام خون دماغ کی طرف
جاتا ہے تاکہ دماغ کوئی حفاظتی تجویز سوچ سکے اور اس غیر معمولی اوقات میں ہماری قوت دماغ
ہو جاتی ہے۔ بعض چھوٹے بچے سانپ کو دیکھ کر بے خبر سو جاتے ہیں کہ ان کے
[illegible]

ایک ایسا نیورلوجسٹ دیگر ہمروں کی وجہ سے [illegible]
خطرہ وقت ختم کے پیغام اعضاء تک نہیں پہنچ سکتے اور آئی بیٹ ایسے لوگ ہر روز [illegible]

چونکہ دماغ سے تمام حسیں جسم تک تعلق رکھتی ہیں۔ اسی لیے اگر میدان جنگ میں
گولہ یہ تار کٹ کے پاس سے گزر جائیں تو فوراً حرکت ہو جاتی ہے۔ اور ان کے
[illegible]

دماغ کے دو حصے ہوتے ہیں: (۱) اندرونی جو سفید ہے اور (۲) بیرونی جو خاکستری رنگ
کا ہوتا ہے۔ ہر دو آپس میں وابستہ ہیں۔ بیرونی دماغ میں بہت سے ابھار نظر آتے ہیں۔ ہر ایک
محسوسات، مشاہدات، معقولات وغیرہ کے مرکز ہیں۔ بعض ابھار احساس کا پتہ دیتے ہیں
بعض کا تعلق حرکت یا نطق سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر کسی حصے کو کسی [illegible]

پہنچ جائے تو وہ طاقت کم یا مفقود ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض طلبا ریاضی یا اور بعض دیگر انگریزی وغیرہ میں کم زور ہوتے ہیں۔

چھوٹے سے چھوٹا دماغ ۱۶ اونس اور بڑے سے بڑا ۶۴ اونس یعنی ۴ سیر ہوتا ہے شکل ملاحظہ ہو۔

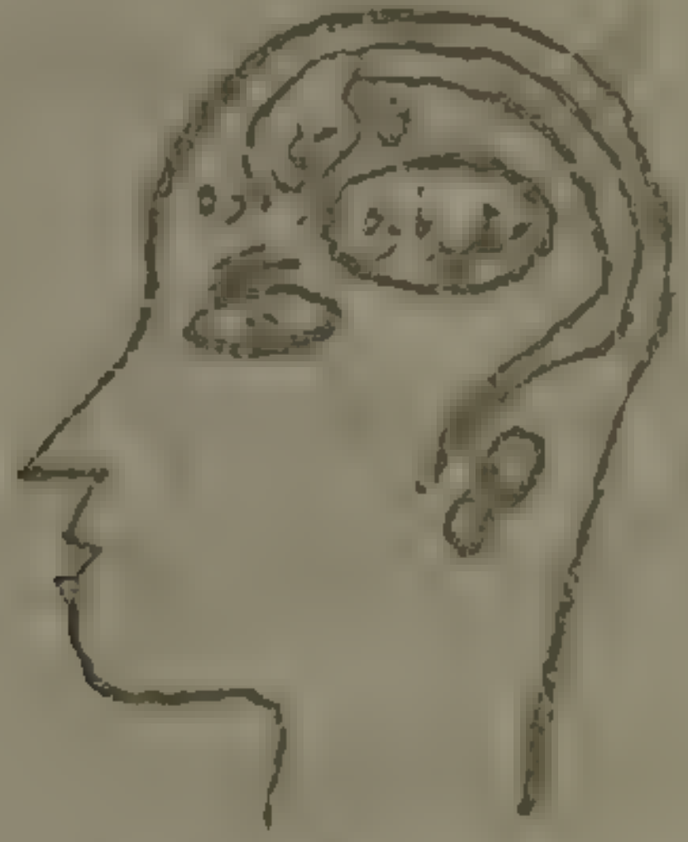

نمبر ۱۱ ہمارے ہاتھ پاؤں میں ۱۰۰ ہڈیاں ہیں اور صرف انگلیوں میں ۲۸۔ انگلیوں کے زنانہ سے چھوٹا دماغ ۱۶ اونس اور بڑے سے بڑا ۶۴ اونس یعنی ۴ سیر ہوتا ہے شکل ملاحظہ ہو۔ اندر عروق کا ایک جال بچھایا گیا۔ اور اوپر ایک جلد چڑھا دی گئی۔ انصافاً فرمائیے کہ یہ کام زیادہ مشکل ہے یا نئی بنائی ہڈیوں میں دوبارہ روح پھونکنا۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ (قیامہ ۳/۴)	کیا انسان کا خیال یہ ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو دوبارہ جمع کر کے زندہ نہیں کر سکیں گے؟ جب ہم اس کی انگلیوں کی پوریں تیار کر سکتے ہیں تو پھر یہ کون سا مشکل کام ہے۔

الغرض جسم انسانی کی ایک ایک بناوٹ میں جو بے پناہ حکمتیں ہیں جو ہر ہر زاویہ سے خالقِ کل کی پرشکوہ صناعی خلقت کی ایک نرالی داستان ہے تو ہم اس صناعِ بے چوں کی نعت کے گیت گائیں جس نے

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝ (انفطار ۷/۸)	تمہیں پیدا کیا۔ تمہارے نظامِ جسمانی میں توازن پیدا کیا۔ جس طرح سے چاہا تمہارا ڈھانچہ بنایا اور تم میں یہ ہیئت و صورت عطا فرمائی۔

باب (۱۰)

متفرق آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر

اس کتاب کے آغاز میں ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم کی آیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سے بعض کی تفسیر گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہے۔ اب بعض باقی رہ گئی ہیں جن میں آیات کی عبارت سیاق و سباق اور دیگر آیات کی روشنی میں ان کا مفہوم متعین کیا جائے گا۔

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اس آیت کی تفسیر مختلف مقامات پر ہو چکی ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عرب میں قبائل کے باہمی تعلقات پر فخر و مدح کا بہت گہرا اثر پڑا کرتا تھا۔

شعرائے عرب اپنے قبائل کی تعریف کی خاطر صدیوں اپنے حریف اور دشمن قبائل کی مذمت کیا کرتے تھے۔ ایک شاعر اپنی قوم کے متعلق کہتا ہے:

وَنُوَالِیْ بَنِیْتَ بِرَبِّ الْعُلٰی ۔۔۔ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِہٖ الْاِنْسَانَ

یَتَوَلَّی مَا تَوَلَّتْ وَتَسْتَنْ ۔۔۔ قَالُوْا فَانْظُرْ وَمِنْ بَنَانِیْ

(اگر میرا مقابلہ کسی نیک ہستی سے ہوتا تو میں کہتا کہ میں عبداللہ کہتا ہوں تم کیا ہو؟ مصیبت تو مصیبت ہوتی ہے، لیکن آؤ اور دیکھو کہ میرا مقابلہ کیسے ذلیل انسانوں سے آپڑا ہے)

ایک اور عربی شاعر اپنی قوم کے متعلق کہتا ہے:

قومهم الانف والاذناب غيرهم ومن يستوى بانف الناقة الذنبا

(یہ قوم دنیا کی ناک ہے اور باقی قبائل پنچھ بھلا پونچھ کو ناک کے نسبت ہو سکتی ہے)

مدح و ذم کے علاوہ بعض شعراء طلب زر کے لیے امراء کے دربار میں جا کر فدائیانہ قصائد پڑھ آتے تھے جب مغیرہ بن شعبہ ایران کے رئیس الافواج رستم کے دربار میں جاتا ہے تو کیا دیکھتا ہے اور قبلۂ عالم انکی حضرت عمر رضی اللہ عنہ الناس وغیرہ کے القاب معمولی امراء کو دیئے جا رہے ہیں، تو مغیرہ حیران ہو کر کہتا ہے:

ما رأى قوماً اسفه احلاماً منكم انا ما میں نے کوئی قوم تم سے زیادہ احمق نہیں دیکھی۔ ہم ایک مدة العرب لا يستعبد بعضنا بعضاً عرب ایک دوسرے کو خدا نہیں سمجھتے۔ اور تم میں سے دان هذا الامر يستقيم فيكم - بعض بعض دوسرے کی عبادت میں مصروف ہیں۔ اور یہ حرکات تمہارے لیے باعث رسوائی ہیں۔

الغرض شعرائے عرب کو باہمی فتنہ انگیزی سے روکنے اور ملت اسلامیہ کو خوشامد اور چاپلوسی کی لعنت سے آزاد کرنے کے لیے حکم دیا گیا کہ آئندہ شاعر رب العالمین و یعنی تمام کائنات کا صرف خدا کا پرستار رہے۔ اور یہ غور فرمائیے کہ اس ایک حکم سے کس قدر مفاسد رفع ہو گئے اور شعرائے عرب کا دماغ انسان پرستوں کی انجمن سے آزاد کر کے خدا پرستی کے لیے کس درجہ مستعد کر دیا گیا۔ تصنع کرنا ہو گا نہ تملق، ہوا اور ہوس کو چھوڑ دیا گیا کہ جو کچھ کہو اپنے خدا کو راضی کرنے کے لیے کہو۔ مدح، ذم، ہجو، ہزل، ہوا اور ہوس وغیرہ یا ان کو اسفہ مثلاً حکم، ملازمت، انعام، تحائف وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہے:

گرچہ تیرانہ کماں ہیچ گزند از کماں دار بنید اہل خرد (سعدی)

یہ کمان دار اللہ ہے۔ اور یہ وسائط وسائل محض کمان کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے ہر رنگ میں صرف اللہ ہی قابل تعریف ہے۔

۲- الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ الخ

سورتوں کے ابتدائی حروف کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ مفسرین نے انھیں حل کرنے کے لیے مختلف تفاسیر پیش کیں، لیکن اطمینان نہ ہوا۔ اسی طرح کی ایک اور تفسیر حاضر خدمت ہے۔

علوم کی دو قسمیں ہیں۔ عقلی و نقلی۔ عقلی مثلاً منطق، فلسفہ، ریاضی وغیرہ اور نقلی مثلاً سیاسیات وطبیعات وغیرہ۔ جب ایک قاری سورۂ بقر کے آخر میں پہنچتا ہے تو اسے تین ایسی آیات نظر آتی ہیں جو الٓمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ آیات علوم عقلی و نقلی کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں، مثلاً سیاست ملکی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ (بقرہ ۲۴۳)	کیا تم نے اُن بزدلوں کا انجام نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے گھر بار چھوڑ کر نکل گئے تھے .....

سیاستِ مُدُن وہاں گیہی کا سبق یوں دیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (بقرہ ۲۴۶)	کیا تم نے یہودیوں کی اس جماعت کا حال نہیں سُنا جس نے موسیٰؑ کے بعد ایک نبی سے التجا کی تھی کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑ سکیں .....

قیامِ سلطنت کے بعد کائنات میں فکر و تدبر کا درجہ آتا ہے۔ تاریخ عالم اس حقیقت پر شاہد ہے کہ ہر قوم نے اپنے زمانۂ عروج میں کائنات کا مطالعہ کیا، اور زوال کے وقت مذہبی بحثوں، فروعی مسائل اور غیر اصولی جھگڑوں میں اُلجھ کر ہلاک ہو گئی۔ یونان و اسلام

کے عہد عروج پر نگاہ ڈالیے۔ فنونِ طبعی کس کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ آج ہندوستان کی دیکھ۔ مسلمان آمین بالجہر رفع یدین، جواز تو الی، اور حرمت تصاویر کشی کے فتووں میں پھنسا ہوا ہے کہ کائنات کی طرف نگاہ تک اٹھانے کی فرصت نہیں۔

عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (اعراف ۱۸۵) اس قوم کی موت قریب آپہنچی ہے۔

علوم طبعی کے مختلف شعبوں کی طرف آیاتِ ذیل میں متوجہ کیا جاتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ الخ (بقرہ ۲۵۸)

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ ... وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ (بقرہ ۲۵۹)؛ ہڈیوں پر غور کر ....

تشریح: آفاق کے بعد ایمان و یقین کا درجہ آتا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہوتا ہے:

... قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ (بقرہ ۲۶۰)

..... اللہ نے ابراہیمؑ سے پوچھا کہ کیا تمہیں میری مردوں کو زندہ کرنے والی طاقت پر ایمان نہیں؟ کہا ہے تو ضرور لیکن میں اطمینان قلب چاہتا ہوں جو دلائل و شواہد سے حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ الخ (بقرہ ۳۰)

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ کیا ہیں؟

جواب: انسان میں آب و باد اور خاک و آتش کی ترکیب سے نفس پیدا ہوتا ہے جو کہ اپنی عناصر سے بنا ہے۔ عقل سے کیوں محروم سمجھا جائے؟ فلاسفہ یونان نے [illegible] ملائکہ تسلیم کیے تھے انہی عقول کو ہم نے ملائکہ کہا ہے۔

ہم دنیا میں ذی حیات کی مختلف انواع دیکھتے ہیں، مثلاً کیڑا مکوڑا، اور چوپائے۔ چوپاؤں کے مختلف طبقے مثلاً گھوڑا، بیل، خرگوش، ہرن، بھیڑیا۔ یہ سب چیتا اور شیر ان سب کے بعد انسان کا درجہ آتا ہے۔ کیا زندگی کی آخری منزل انسان ہے اور بس؟ کیا ہم انسان

[illegible]

[illegible] شہوت و غضب [illegible] حیوان میں شہوت و غضب
[illegible] انسان میں [illegible] تو کیا ہم ایک ایسی مخلوق
[illegible] شہوت و غضب ہے۔

[illegible] جس طرح [illegible] اور سمندر سورج کی روشنی [illegible]
[illegible] اسی طرح مختلف اقوام [illegible] رسول کی تعلیم کا مختلف
[illegible] اگر کسی [illegible] دیے جائیں تو وہ شعاعوں سے محروم ہو کر بہت جلد
[illegible] سوا کچھ آفتاب ہدایت نہیں ہوتا ہے اور یہ اقوام رسول سے دور رہتی ہیں، وہ
[illegible] اور [illegible] کسی نہ کسی حد تک ہدایت سے نہیں بچ سکتا۔

شعاعوں کے تین حصے ہیں: انعکاس، امتصاص، اور انکسار۔ ظلمانی جسم شعاعوں
[illegible] انعکاس نہیں ہوتا۔ وہ شعاعوں کو امتصاص کر لیتے ہیں۔ جسم میں [illegible]
[illegible] آئینہ [illegible] اقوام [illegible] کرتی ہیں [illegible]
[illegible] ہوتا ہے [illegible] بعض [illegible] کی [illegible]
[illegible] ہے [illegible] کہ [illegible] کسی [illegible]

وجود نہیں جس طرح حکیم مریض کے لیے شفیع بنتا ہے، بشرطیکہ مریض حکیم کی ہدایات پر عمل کرے۔ اسی طرح رسول افراد اور اقوام کا شفیع ہوتا ہے، بشرطیکہ لوگ اس کی تعلیم پر کاربند ہوں۔

آج تقریباً ہر مسلم جماعت بدعتی، فریب خوردہ، داؤں کھیلنے اور ہمارے بعد کی بدعتوں کے باوجود کبھی نہ کبھی شفاعت میں سرشار ہوتا ہے۔ ہمارے قوال:

شفاعت کرے گا محمد ہماری

معراج میں حق نے نبی سے کہا — تو اور نہیں میں اور نہیں

امت کو میں نے بخش دیا — تو اور نہیں میں اور نہیں

اور ان قصیدوں کے دیگر خواب آور گیت سنا سنا کر قوم کو پستی و نامرادی کے ورک اسفل پر پہنچا رہے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے واعظین، بدکاروں، بدگفتاروں اور بدکرداروں کو بخشوا کر قوم کو نفاق، عیاشی، بے عملی اور ننگ دو عالم بنا رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق آں حضرتؐ نے فرمایا تھا:

الا احق من ہتک نفسہ — آگاہ رہو شخص سب سے بڑا احمق ہے جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور پھر اللہ سے امید رکھتا ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

مسلمانوں کا یقین بن چکا ہے کہ بدکاروں، جھوٹوں اور دغابازوں کی شفاعت کچھ نہیں ہوگی۔ اگر ہماری یہ گزارش کچھ آپ کو چبھی ہوئی ہے تو الٰہی فیصلہ سنئے:

ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع (مومن ۱۸) — ظالموں کے لیے وہاں کوئی مددگار یا شفارتی نہیں ہوگا۔

۴۔ الشفیع

ہمارے دو جانبات کافی غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر انسان میں ایک قوی

قوت یا قوت جاذبہ مجتمع ہو جائے تو کائنات کا توازن نہ صرف محفوظ رہتی ہے بلکہ بڑھ کر آدمی کو جاذب خلق بنا دیتی ہے اور یہ گویا ہے یہ تباہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک متقی انسان دنیا کو کھینچتا ہے اور ایک بدکار شخص دنیا بھاگتی ہے۔ نماز اس قوت جاذبہ کی خالق بھی ہے اور محافظ بھی۔ روحانی ارتقا کے علاوہ نماز ایک بہترین جسمانی ورزش بھی ہے۔ رکوع و سجود اور قیام و قعود میں بعض ایسے پٹھوں پر زور پڑتا ہے کہ طبیعت چاق و چوبند ہو جاتی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ ستر برس کے ایک نمازی بوڑھے کی استقامت بیس برس کے ایک نوجوان سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔

عبادت کے معنی غلامی کے ہیں۔ عبداللہ کے سچے عابد (غلام) وہی ہیں جو رات دن اس کے احکام کی تعمیل میں مگن رہتے ہیں۔ یہ فرائض نماز ہمارے اعمال پر نگہبانی کی تعلیم ہے۔ اور اگر نماز کے وقت جن لوگوں کی نماز (بحیثیت قرار دادی) اور اعمال میں تطابق نہیں، وہ مکار و منافق ہیں، یعنی وہ نمازیں جو اللہ کی خوشی کو عہدہ برآ ہوتے ہیں، لیکن عملی زندگی میں شیطان کے پیچھے چلتے ہیں۔ مسجد میں تو صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعائیں مانگتے ہیں، لیکن بازاروں، منڈیوں اور عدالتوں میں سب دھڑلے سے جھوٹ بولتے اور دغا دیتے ہیں۔ انصاف فرمائیے کہ ایسے لوگ پیروانِ یزداں ہیں یا بندگانِ اہرمن؟ ایسے ہی نمازیوں پر لعنت بھیجی گئی ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ (ماعون ۴)

(ان نمازیوں پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔)

اللہ نے کائنات کی ہر چیز کو ایک خاص آئین و ضابطہ کا پابند کر رکھا ہے، جس طرح نحل شہد سازی پر مجبور ہے، اسی طرح آفتاب طلوع و غروب، دریا، نباتات، پھل پھول اور بہار میں پھول کھلنے پر مامور ہیں۔ کائنات کی اس پیروئ نظام کا نام قرآن نے صلوٰۃ رکھا ہے۔ آفتاب و ماہتاب کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ (نور ۴۱) کائنات کی ہر چیز اپنے آہنگ اور نماز طریقے سے آگاہ ہے۔

قدرت نے ہر پیدائش کی طرح انسان کو بھی ایک نماز دیا گیا ہے، جس کا نام قرآن ہے۔ ہم بحث کر چکے ہیں کہ قرآن اصطلاحی معنوں میں نماز طریقہ کا دوسرا نام صلوٰۃ ہے۔ یہ یکم [illegible] صلوٰۃ کی ایک جزو ہے یا اذان کہنے کی طرف دعوت تمام احکام قرآن پر عمل کرنے کی دعوت ہے۔ جب آپ اذان سنیں تو مسجد میں بھی اس ارادے سے نہ جائیے گا کہ آپ مخصوص چند رکوع و سجود ادا کریں۔ بلکہ اس ارادے کے ساتھ کہ یہ دعوت ہے قرآن کے تمام اوامر و نواہی کو نباہنے، ایک مطہر زندگی بسر کرنے۔ خدا کی ارض پر زندگی کو قربان کرنے اور سطح زمین سے ظلم و عدوان مٹانے کی طرف:

فقیرانِ پاک اہ صحبت کنند۔ گریبانِ شہنشاہاں دریدند

تہی چوں دل میانِ سینہ انسر۔ مسلماناں بدرگاہاں خزیدند (اقبال)

جو کائنات کا تخیل نہ صرف اسلام بلکہ زندگی کے تمام حقائق کے متعلق مسخ ہو چکا ہے اس لیے ہم نے رکوع و سجود کو نہ صرف اسلام بلکہ مقصد اسلام سمجھ لیا ہے۔ آج ہر مسجد میں قیام صلوٰۃ کے وعظ ہوتے ہیں۔ ہم نے گزشتہ پچیس برس میں ایک واعظ بھی نہ دیکھا جو اپنے وعظ میں [illegible] کو نماز کہنے، عمل زندگی کو نماز کہنے کی تلقین کرتا ہو۔ کبھی کوئی نماز خضوع قلب ادا کرنے کی ہدایت نہ ہوئی۔ اس کے بعد سوائے اس کے کہ اذان ہو رہی ہے بھاگیے مسجد کی طرف، مسجد میں جوتیوں کی گنتی دیکھیے، گنتی میں دوسروں کی جوتیوں سے آگے نکل جائیے، نماز کا ان اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہے تو صرف اتنا کہ دنیا کے زیر اثر ہم نماز کا مفہوم ہی بھول گئے۔

بلا [illegible] مسجد میں جوتیوں کی گنتی دیکھو۔ گنتی میں دوسروں کی جوتیوں سے آگے نکل جاؤ۔ نماز کا ان اعمال سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ہے تو صرف اتنا کہ دنیا کے زیر اثر ہم نماز کا مفہوم ہی بھول گئے۔

ہمیں جس قدر نقصان ہمارے مخبوط الحواس کم علم اور فرقہ پر انداز و اعتقاد نے پہنچایا ہے، اتنا تاتاریوں سے بھی نہیں پہنچا تھا۔ تاتاریوں نے تو ہماری سلطنت تباہ کی تھی اور وہ بھی صرف دو برس کے لیے۔ لیکن ہمارے اختلافوں نے خود اسلام کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہ اسلام جو انسان کا مکمل سیاسی و اخلاقی نصاب تھا۔ آج مختلف ٹکڑوں، ٹوکروں، پہلوں، ہوس کے نعروں، توہمات، بدعتوں اور چند ایسے عقیدوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے صوفی کی نذر ہوا ہے۔ پھر بھی تو یہ لوگ ہمارے دشمن کی پانچوں فوج (فتنہ کو ختم) معلوم ہوتے ہیں۔

اسلام کا دور ثانی قریب آ گیا ہے۔ اس لیے وقت ہے کہ ہم آج کے فرقہ بندی سے سبکدوش ہو کے قرآن و کائنات سے براہ راست درس زندگی لیں!

بیا تا کار این امت بسازیم ۔۔۔ قرار زندگی در انقلابے است!

چناں نالیم اندر مسجد شہر ۔۔۔ کہ دل در سینہ ما گداز بیرانگی

اختلاف لیل و نہار

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ..... وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ ..... لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بقرہ ۱۶۴)

میں حقیقت کی کھلی نشانیاں ہیں۔

اختلاف لیل و نہار بہت بڑی رحمت ہے۔ سورج کی تپش اگر ہر وقت یکساں ہوتی۔ کہیں گرمی، کہیں سردی، کہیں گرم، کہیں برسات ہوتی۔ اگر آب و گیاہ کی آفرینش کی گرمی سے گھبرا کر ہم قطب شمالی یا جنوبی کی طرف چلے جاتے۔ جہاں برف ہی برف ہے۔ وہاں کی برف ستائے ہوئے ہندوستان یا آسٹریلیا میں آ جاتے۔

اگر دنیا میں ہمیشہ ایک جیسا موسم رہتا تو تنوع پسند انسان اس سے بھی اکتا جاتا۔

[illegible] اگر سورج ایک مقام پر ٹھہر جاتا، تو بعض ممالک شدت گرما اور بعض دیگر شدت گرمات ہلاک ہو جاتے۔

وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ (مزمل ۲۰) اللہ نے شب و روز کی آمد و رفت ایک خاص اندازے مقرر کی ہے۔

سبب سردیوں میں اور خط بوتہ گرمیوں میں پکتا ہے۔ اگر دنیا میں ہمیشہ سردی رہتی تو انسان تمام گرمائی غذاؤں اور میووں سے محروم رہ جاتے۔ حرکت آفتاب کی وجہ تقریباً ہر ۲۴ گھنٹے دھوپ برابر برابر تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ہر جگہ ہر قسم کے میوے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (رحمٰن ۵) سورج اور چاند ایک حساب سے چلتے ہیں۔

آفتاب نہ زمین کے گرد گھومتا ہے، بلکہ ایک حصہ اپنی جگہ سے ہٹتا ہے کہ ایک اور حصہ برابر طلوع ہو جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کے کسی حصے پر ہر وقت صبح کا سماں لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی صبح [illegible] پھر افریقہ، اور پھر [illegible] ۲۴ گھنٹے میں [illegible] آسٹریلیا میں لوگ نئے خواب [illegible] دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہاں کہ [illegible] سورج ڈوب رہا ہوتا ہے [illegible] آسمان [illegible] افغانستان [illegible] جنوبی [illegible]

[illegible] اختلاف میں [illegible] بہت بڑی حکمت ہے

اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے کہ وہ اس رات کو تین دن کر دے یا اس دن کو تین رات کو چھ سال کے برابر بنا دے۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اس دن کو لمبا دن آگ میں آگ لگائے گا۔ اور اس دسمبر کی سرد رات حیوانات و نباتات کی عروق میں خون حیات کو منجمد کر دے گی اور ہر دو حالتوں میں زندگی کے آثار کلیتہً مٹ جائیں گے۔

ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا ۙ وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۝ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ۚ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ (القیامہ ۲۰ تا ۵۶)

ہمارا کام ہے پیغام اولیٰ کا

کے قافلے دنیا کے ہر حصے تک پہنچائے جائیں۔ جب اولیٰ کی آواز بلند ہو تو ہر وقت وائیں تھم جائیں تو ہمیں بازوؤں کو پھیلانا ہے۔

دختوں سے بچیں: دو بڑے پرندوں سے بچنا ہے۔ اگر ان دو پرندوں کو ہم پہچان لیں تو لوگ سمجھتے ہیں کہ آسمان سے ہمیں کچھ نہیں ملتا ہے۔

بادل زمین سے ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ گزرتے وقت آتی ہے

وجہ سے بالوں ہی جیسی چمک رہتی۔ اور اگر بہت دور ہوتا تو تب، اولے برستے تو ہمارے
جسموں کو چیر کر نکل جاتے۔ دریا اندر اور کھڑکیوں کے پیچھے اڑ جاتے اور ویران ہاک
ہو جاتے (قانون اقتدار کی تفصیل سورۃ فیل کے ضمن میں ہو گی)

علاوہ ازیں اگر بہت دوری کی وجہ سے بادل ہمیں نظر نہ آتے، تو بارش، برف
اور اولے ہمیں اچانک آ لیتے۔ زمیندار کی محنت، باغبان کی محنت کھلیان ہی پر برباد ہو جاتی
اور انسان دنیا کو بہت نقصان پہنچتا۔

اگر تمام حصہ عالم پر ساوی بارش ہوتی تو ہر جگہ جنگل اگ جاتے۔ سانپ اور دیگر
زہریلے جانوروں کی تعداد بڑھ جاتی۔ راستہ کو پیدل کی وجہ سے جو چیز نصیب ہوتا
بہت زیادہ سرسبزی کی وجہ سے انسان مناظر کا نظارہ سے محروم ہو جاتا۔ کاشت کی بنیاد
ریگستان بن جاتی۔ ہر فصل کی نازک بالیوں کی وجہ سے وہ بالکل خشک ہو جاتی۔
دنوں کا سفر مہینوں میں طے ہوتا۔ اور یہ زمین کو تر کرنے والے بادل ہمارے ہی کی گرمی اور
بادلوں کا ہوا کے ذریعہ اڑنا بہت بڑی رحمت ہے۔

..... تَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ (۲:۱۶۴) اس میں بادلوں کے
متعلق آیات ہیں۔

حیوانات جانوروں کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض دوڑتے
ہیں اور بعض اڑتے ہیں۔ بعض دوڑتے ہیں انسان سے اشرف ہیں۔ ہزاروں ہیں۔ ہر ایک کی حیات
رکھتا ہے تو کیا ایک ذرہ بے جان میں آثار کی کلیں ڈھکے ہوئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔
وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ (۱۷:۴۴) ذرہ ذرہ میں حیات ہے۔

جس طرح بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا افضل ہے اسی طرح موت حیات کا ایک بلند درجہ ہے۔ جہاں زندگی ارتقا کی انتہائی منازل پر جا پہنچے گی۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا

غور کرو کہ ہم نے زندگی کے کس قدر مدارج بنائے ہیں جو ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ بس اسی طرح آخرت

آخرت کیا ہے؟ وہاں زندگی کس رنگ میں جلوہ گر ہوگی اور حیات کن سانچوں میں ڈھلے گی؟ کوئی نہیں جانتا۔

نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (واقعہ ۶۰-۶۱)

ہم نے تم پر موت مقدر کر دی ہے اور ہم صورتوں کے بدلنے اور تمہیں ایک نہیں ایک کیفیت دنیا میں پیدا کرنے سے کون روک سکتا ہے؟ موت کے بعد کیا ہوگا؟ کسی کو علم نہیں۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ایک انسان جس کی حیات کی تعمیر میں تمام عمر کوشاں رہا ہو، موت کے بعد اس کی تعمیر ہوتی رہے گی۔ اگر ایک انسان ہر لمحہ تعمیر انسانیت میں مصروف رہا ہو تو موت کے بعد اس کی مساعی جمیلہ کی تکمیل ہوتی رہے گی۔ اور اگر ایک انسان ہر لمحہ تخریب انسانیت میں سرگرم رہا ہو تو موت کے بعد اس تخریب کی تکمیل ہوتی رہے گی۔ دانائے راز کا یہ کہنا کہ زندگی ایک سراب ہے؟ [illegible] یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ زندگی زندگی نہیں بلکہ زندگی ہے۔ ہاں ہی اعلیٰ زندگی ولادت سے پہلے کہیں ہر گز شروع نہیں ہوتی اور مرنے کے بعد ہر شخص کا عمل جو جاری ہوگا جس طرح کہ مسافر کو جاتے جاتے نیند آجاتی ہے۔ اور نیند میں ایک خواب دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح چلتے چلتے ہمیں نیند آئی اور ایک خواب شروع ہو گیا ہے خواب میں بیدار ہوئے، بڑھے تو یہ پانی ملا، ہم نے پیا، بیٹھ گئے، بیٹھا آ گئے اور ہم اٹھ کر

تو معلوم ہوا کہ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

ہم ہر رات خواب میں دیکھتے ہیں کہ کھا پی رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، کھیل رہے ہیں، امتحان دے رہے، پاس ہو کر خوش ہو رہے ہیں، تکالیف پر رو رہے ہیں۔ اور اگر کوئی سانپ پیچھا کر رہا ہے تو شور مچا رہے ہیں لیکن جب صبح کو آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رات کا سارا افسانہ محض خیالی خواب تھا۔ اگر بالفرض ہم چالیس برس تک نہ جاگیں تو اسی خوابی زندگی ہی کو اصلی زندگی سمجھتے رہیں۔ یہاں قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ زندگی حقیقت ہے یا خواب؟ غالب کہتا ہے:

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا (لوگ سوئے ہیں اور مرتے ہی جاگ اٹھیں گے۔)

ہر شب خواب کا ڈراما اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کے ہاں اجسام کی کمی نہیں۔ ہمارا یہ لحمی ذہنی جسم چار پانچ گھنٹے پڑا رہتا ہے، اور ہماری روح ایک خوابی جسم کے محل میں بیٹھ کر سارے جہان کا چکر کاٹتی پھرتی ہے۔ وہ خوابی جسم بھی لذت و الم کی تمام کیفیات سے اسی طرح متاثر ہوتا ہے جس طرح یہ جسم۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ ہماری روح مرنے کے بعد فوراً اسی طرح ایک خوابی جسم میں داخل ہو جائے؟ اور ہمارے اعزہ و احباب خوابی جسموں میں ہمارے ساتھ اسی طرح موجود ہوں جس طرح ہر شب خواب میں یہاں ساتھ ہوتے ہیں۔ نیند کیا ہے؟ موت و حشر کا ایک ہلکا سا نمونہ! اسی لیے قرآن شاہد ہے:

اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا (زمر ۴۲)

(اللہ موت کے وقت انسانوں کی روحیں جس طرح قبض کر لیتا ہے اسی طرح نیند میں بھی قبض کر لیتا ہے۔)

اس مضمون پہ کسی صاحب دل کا شعر ملاحظہ ہو:

جینے تک ہیں ہوش کے جلوے آگے موت کی مستی ہے
موت سے ڈرنا کیا معنی جب موت کبھی ہو مرتے ہے

ایک اور بزرگ کا تخیل دیکھیے:

زندگی ایک دم کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ دوام حیات پر چند انوکھے دلائل دیتے ہیں فرماتے ہیں:

۱۔ جب ہر شام کے بعد صبح آتی ہے تو کیا شام موت کی کوئی صبح نہیں؟

۲۔ دانہ زمین میں گرتا ہے، تو درخت بن کر نکلتا ہے، تو کیا ایک انسان پیدا ہونے کے بعد کچھ بھی نہیں بنے گا؟

۳۔ ہیلیوں آسمان کے یہ سرائے لاکھوں صدیوں سے دمک رہے ہیں۔ اور انسان بزم کائنات میں آفتاب کی طرح ہے، تو پھر۔

آفتاب اپنا ہے کمتر ان ستاروں سے نہیں کیا؟

۴۔ پرندہ انڈے سے پہلے پر سمیٹتا ہے۔ موت پرواز کا سمیٹنا ہے۔ تو کیا اس کے بعد پرواز نہیں ہوگی؟

۵۔ غنچے کی موت پھول کے لیے پیام زندگی ہوتی ہے، تو کیا انسان کی موت روح کے لیے پیام بالیدگی نہیں بنے گی؟

۶۔ تم ساحل دریا پر محو تماشا ہو، مشرق کی طرف سے ایک موج آتی ہے، دوسری کی طرف وہ رنگوں پانی کی دستوں میں اچھل کر جاتا ہے، یہی حال انسان کا ہے موت اسے آنکھوں سے چھپا لیتی ہے، لیکن مٹا نہیں سکتی۔

[illegible] ایک چشمہ نیچے اتر رہا ہے۔ مقام اتحاد کے پاس قطروں کی ایک دنیا آباد ہو رہی ہے۔ اور یہی قطرے مل کر بڑی بڑی ندیوں میں مل رہے ہیں۔ بس یہی آبشار کی طرح نزول اول بلندیوں سے نیچے گرنی۔ قطروں کی طرح ہزاروں انواع حیات منصہ شہود پر آگئیں۔ جو کچھ دیر بعد زندگی کی بڑی ندی میں مل گئیں۔ اس ملاپ کا اصطلاحی نام موت ہے۔ لیکن دراصل یہ حقیقی زندگی ہے۔

ایک چھوٹا سا کیڑا اپنی کوشش ہوتی ہے کہ اس کا موٹر مضبوط و پائدار ہو، انسان سوچتا ہے اس عمارت کی یہ کوشش نہ ہوگی کہ اس کی عمر بھی پائدار ہو؟ **بارش موت** جب بارش برستی ہے تو زمین کے قوائے نمو بیدار ہو کر کائنات کو گلستان بنا دیتے ہیں۔ موت زمین جسم پر ایک طرح کی بارش ہے جس سے زندگی زیادہ حسین زیادہ پائدار و دلکش بن جاتی ہے۔

جب بھی اقوام کا دل عیاش، زر پرست اور حریص بن جاتا ہے تو موت رحمت بن کر آتی ہے اور اقوام زندہ ہو جاتی ہیں۔ جاپان کی واتحادیوں کی تلوار نے [illegible] جو زمین کو بنجر کی آتش باری سے جوان بنایا اور موجودہ مہیب جنگ کرتے ہوئے زمین کو حسین تر بنا دیں گی۔

وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو [illegible] فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ [illegible] مردہ بستیوں کی طرف لے جاتے ہیں تو جس طرح بارش سے [illegible] كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ۔ (فاطر ۹) مُردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں اسی طرح موت بھی تم کو زندگی دے گی۔

موت کا راز موت کا راز یہ ہے تمام لوگ مرتے ہیں لیکن اس لئے کہ وہ مظہر تازہ بن سکیں اور وہ ہر لمحہ نئی زندگی کی تلاش میں رہتے ہیں کاش انہیں معلوم ہوتا کہ موت آتی نہیں بلکہ ایک نئی دنیا

[illegible] کی جنت خلیمہ۔

[illegible]

بعض لوگ اس لیے موت سے ڈرتے ہیں کہ وہ بچوں، عزیزوں اور دوستوں کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ موت جدائی نہیں ڈال سکتی۔ ہم رات خواب میں رشتہ داروں اور دوستوں سے ملتے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ موت کے بعد بھی جب ہم اقارب کی خوابی جسم بنا کر ساتھ رہیں گے تو کیا وہاں یہ سلسلہ نہیں ہو گا؟

اور بعض اس لیے موت سے گھبراتے ہیں کہ ان کے بچے چھوٹے اور بے آسرا ہیں۔ وہ ان کا ذمہ خدا تعالیٰ پر نہیں ڈالتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر موت واقع ہو گئی تو بچے تباہ ہو جائیں گے۔ ان لوگوں کو یقین ہونا چاہئے کہ اللہ کا ہر فعل انسان کی بہتری کے لیے ہوتا ہے۔ اگر اللہ یہ سمجھتا

لہ یہ اداریہ آخر میں بغیر عنوان کے شائع ہوا تھا۔ ایڈیٹر

ہوئے کہ بہت سے [illegible] قرآن کریم کی [illegible]
جسے [illegible] نہیں سمجھ سکتی۔

[illegible] ہے [illegible]
[illegible] کے ساتھ تعلق [illegible] پیدا ہوتے ہیں [illegible]
[illegible] ہے کہ [illegible] ہوتا [illegible] زندگی ایسی حقیقت ہے
[illegible] نہیں [illegible] کہ [illegible]

[illegible] ہے [illegible]
[illegible] ہوئے ہیں اور [illegible] موت کے بعد جاگ اٹھیں
[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] آئے
بہرحال زندگی مابعد الموت کے حقیقی خدوخال سے ہم ناآشنا ہیں اور قرآن حکیم نے
بھی جہاں حیاتِ شہدا کا ذکر کیا ہے وہاں اس دنیا کی کیفیت ہم سے پنہاں رکھنے کی کوشش کی ہے۔

بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (۲:۱۵۴) — اللہ کی راہ میں جان دینے والے زندہ ہیں، لیکن تم اس زندگی کی کیفیت سے ناآشنا ہو۔

بہرحال موت [illegible] ہے کہ:

(ا) [illegible] زندہ [illegible] ہیں۔

(ب) گرفتارِ مصائب کو نجات دلاتی ہے۔

(ج) موت ایک نئی دنیا ہے اور نئی چیز لذیذ ہوتی ہے۔

(د) [illegible] سوال [illegible] جواب دے گی۔

(ہ) موت ایک [illegible] ہے جو [illegible] کے جوابات [illegible] دے گی۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ
رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ
مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ
الْحَاسِبِيْنَ ۝ (انعام ۶-۶۲)

(۸) بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ
تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَّخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ
الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝
قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ
وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ
نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَّمَآ اَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ (انعام ۶-۱۰۱ تا ۱۰۷)

(۹) وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ
بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى
ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
(انعام ۶-۶۰)

(۱۰) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ
وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ
بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا
بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ (نور ۲۴-۴۳ تا ۴۴)

(۱۱) وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ
عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (نور ۲۴-۴۵)

(۱۲) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ
وَتَسْبِيْحَهٗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ (نور ۲۴-۴۱)

(۱۳) وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝
(نحل ۱۶-۶۵)

(۱۴) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ
فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝
(نحل ۱۶-۷۱)

(۱۵) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۱۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۱۷) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۱۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۱۹) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۲۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۲۱) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۲۲) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۲۳) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۲۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۲۵) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۲۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۲۷) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۲۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۲۹) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۳۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۳۱) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۳۲) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۳۳) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۳۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۳۵) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۳۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۳۷) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۳۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۳۹) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۴۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۴۱) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۴۲) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۴۳) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۴۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۴۵) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۴۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۴۷) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۴۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۴۹) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۵۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۵۱) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۵۲) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۵۳) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۵۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۵۵) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۵۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۵۷) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۵۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۵۹) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۶۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۶۱) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۶۲) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۶۳) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۶۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۶۵) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۶۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۶۷) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۶۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۶۹) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۷۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۷۱) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۷۲) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۷۳) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۷۴) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۷۵) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۷۶) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ
ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (نحل ۱۶-۸۰)

(۷۷) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ
يَكْفُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۲)

(۷۸) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا
سُبُلًا فِجَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۹ تا ۲۰)

(۷۹) وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ
فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ (نوح ۷۱-۱۷ تا ۱۸)

(۸۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ
مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ
وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۸۱)

(۸۱) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
شَيْئًا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (نحل ۱۶-۷۸)

(۸۲) وَاللّ

لوہا پتھر وغیرہ (۲) مائع (۳) مائع سے لطیف یعنی دھواں (۴) دھوئیں سے لطیف یعنی گیس۔ (۵) گیس سے لطیف یعنی نور (۶) نور سے زیادہ لطیف یعنی اثیر (۷) اور اثیر سے زیادہ لطیف یعنی روح۔ روح ایک نور ہے اور جسم ظلمت۔ ہر دو کے اختلاط سے کائنات کی رونق قائم ہے۔

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ

علم ایک ایسی طاقت ہے جو ظلمت سے نور پیدا کر سکتی ہے۔ آج یورپ کے لوہا علم فولاد کوئلے، اور ربڑ وغیرہ سے نورِ زندگی حاصل کر رہے ہیں مسلمانوں نے یہ علم چھوڑ دیا، اس لیے انہیں موت کی نیند سلا دیا گیا:

ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا

انسان دورِ ناتوانی، عہدِ طفولیت، عہدِ شباب اور زمانہ کہولت سے گزر کر منزل عقل و حکمت یعنی پیری تک آ پہنچا۔ اسی طرح نسل انسانی وحشت و بربریت کے مدارج سے گزر کر علم و عرفان کی بلندیوں تک جا پہنچی۔ اندازہ فرمائیے کہ نسل انسانی کو تکمیل کے لیے ظلمت کے کن مدارج سے گزرنا پڑا۔ اگر ظلمت نہ ہوتی تو نور کی قدر کون جانتا، اگر انسان دورِ ظلمت سے نہ گزرتا تو ہم اس کے کمالاتِ علمی و عملی کی قدر نہ کر سکتے:

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ

ہم عرض کر چکے ہیں کہ زندگی ترکیبِ عناصر اور موت انتشارِ عناصر کا نام ہے۔ اسی لیے تو ارشاد ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا (انعام ۲) (تمہاری ترکیب خاکی وجود سے ہوئی جس کے انتشار کا وقت بھی مقرر ہے)

حضرت مسیحؑ نے کیچڑ سے پرندہ بنایا تو تمام عالم انگشت بدنداں ہو گیا۔ اللہ ہر روز کیچڑ سے لاکھوں حیوانات و نباتات پیدا کر رہا ہے اور کسی کے جذبۂ حیرت میں کوئی جنبش پیدا نہیں ہوتی

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا ..... (آیت)

اللہ کے بندو! اپنے رب سے ڈرو کہ آنے والا زلزلہ ایک مہیب واقعہ ہوگا۔ اس روز تم یہ دیکھو گے کہ ماں بچے کو دودھ پلا رہی ہے اور اس عورت کو ہوش نہیں رہے گا۔ ..... بن جاتا ہے۔ قیامت کے دن حاملہ عورتوں کا وضع حمل کیا معنی رکھتا ہے؟

دراصل یہ آیت ایک پیش گوئی پر مشتمل ہے جس میں مسلمانوں کو کسی حادثۂ عظیم کی خبر دی گئی ہے۔ مسلمانوں پر سب سے بڑی قیامت ۱۲۵۸ھ میں ٹوٹی جب تاتاری وحشیوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی اور یہ خون خرابہ سے کئی لاکھ مسلمان ہلاک ہو گئے تھے۔

صحیح سند ظہور سے روایت کی ہے:

ان ھذہ الامۃ تعیش ستۃ آلاف سنۃ او سبعۃ آلاف سنۃ ثم تھلک

اس امت کی زندگی چھ ہزار یا سات ہزار برس ہے پھر ہلاک ہو جائے گی۔

آنحضرت صلعم کی وفات سے تقریباً ساڑھے پانچ سو برس بعد اسلامی دنیا میں تاتاریوں کا زوال آیا جس کے متعلق شیخ سعدی نے کہا تھا:

اے محمد! ور قیامت گر برآری سر ز خاک
سر برآرد ایں قیامت در میان خلق ہیچ

آنحضرت صلعم سے آپ کی امت کی عمر کے متعلق پوچھا گیا تھا:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا كَمَا جَعَلْتَ فِيْهَا مَنْ سَفَكَ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اگر اللہ کا ایک دن ۵۰ ہزار برس کا تسلیم کیا جائے تو عصر و غروب کا درمیانی وقفہ

اَجَعَلْتَ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا كَمَا سَفَكَ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

اگلی قومیں اس دنیا میں نو سے عصر تک ہیں اور تم عصر سے غروب آفتاب تک ہو گے۔

اگر اللہ کا ایک دن ۵۰ ہزار برس تسلیم کیا جائے تو عصر و غروب کا درمیانی وقفہ

پانچ چھ سو برس بعد تاتاریوں کی تاریخ ترتیب دی۔ جس نے دنیا بھر کی کتابوں کو جلا کر خاک کر دیا تھا۔ اور جو کتابیں بچ رہی تھیں ان کو بھی ضائع کر دیا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب تاتاریوں نے عراق، شام، مصر کو روندنے کے بعد دمشق پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تلوار ان کے سر پر بے نیام تھی۔ (مقدمہ ابن خلدون مترجمہ مولانا عبدالرحمٰن مرحوم ص ۱۰ طبع اول مطبوعہ مطبعہ اردو لاہور)۔

شاہ ولی اللہ بھی ایک مشہور نجومی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ اسلام کے بعد ختم ہو جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب عباسی خلفاء کے اخلاق و سیاست زوال پذیر ہو گئے تھے۔ بن آکنہ کی رغبت مشہور ہے۔ اس نے خلافت کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر ابن خلدون کی رغبت مشہور ہے۔ اس نے ایک مشورہ دیا کہ اسلام کی تاریخ ۱۱۰ ہجری تک ایک اور تاریخ لکھی جائے جس میں اسلام کی ترقی کا ذکر ہو۔ باقیہ کتاب اس کے مشورہ پر لکھا تھا۔ (اشرف علی)۔

(۱۰) وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ مشرک اس انسان کی طرح ہے جو آسمان سے گرا فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (ع ۳) اور اسے پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اسے دور جگہ پر لے جا کر پھینک دے۔

جو لوگ کہ اللہ آسمان و زمین کے خالق کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کوئی آسمان سے گرا ہو اور پرندے اس کو اچک لے جائیں یا ہوا اس کو دور جگہ پر لے جا کر پھینک دے۔ یعنی جس طرح آسمان سے گرنے والے کی زندگی کی امید نہیں ہوتی اسی طرح بتوں کی پرستش کرنے والوں کی زندگی کی امید نہیں ہوتی۔ یہ مثال ہے کہ ان کی حیات اور ان کا سر پھوٹ جائے گا اور ہلاک ہو جائیں گے۔ ہندوستان میں ان کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اس آیت میں غیر سے فریاد رسی اور مدد مانگنے کی بھی مذمت کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

مشرکین کی موت ان کی دونوں سے واقع ہوتی ہے!

بے جرم توہین کی سزا مرگِ مفاجات

اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور (۲۴/۳۵)

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے، یہ نور اُس پر اغ کی نسبت ہے جس میں چراغ رکھا ہو، اور چراغ ایک آبگینہ ہے، آبگینہ ایسا ہے جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا ستارہ، روشن کیا جاتا ہے ایک مبارک درخت سے زیتون کے، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس کا تیل دیا سلائی نہ لگے بغیر بھی بھڑک اٹھے۔ اللہ نور در نور ہے۔

اللہ ایک ایسا نور ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور یہ کائنات اسی سرچشمہ نور کی ضیا پاشیوں سے منور ہے۔ (نور علی نور)

اس نور کی کرنیں آفتاب ہیں، اور آفتاب کی کہکشاں ہے۔ زمین اور اس پر بسنے والی ہر چیز کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے سورج کی روشنی اور حرارت کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جو ہر ذی روح کی زندگی کا ضامن ہے۔ اگر سورج کی روشنی اور حرارت نہ ہو تو زمین پر زندگی کا وجود ناممکن ہے۔ سورج کی کرنیں ہی ہیں جو ہوا کو حرکت دیتی ہیں۔ بادل اور بارش کا سبب بنتی ہیں۔ پانی اور کھیتوں کو زرخیز بناتی ہیں اور ہماری زندگی کی ضمانت ہیں۔ سورج کی روشنی ہی ہے جو ہمیں دن کے وقت روشنی مہیا کرتی ہے۔ اگر یہ روشنی نہ ہو تو ہر طرف گھپ اندھیرا چھا جائے۔ سورج کی روشنی ہی ہے جو ہمیں رنگ برنگی دنیا دیکھنے کے قابل بناتی ہے۔ اگر یہ روشنی نہ ہو تو ہر طرف ایک سیاہ رنگ کی چادر تنی ہوئی نظر آئے۔ سورج کی روشنی ہی ہے جو ہمیں ہر چیز کو

مہتاب ہیں اور کہیں زیرِ حجاب سنگلاخ ہے۔ کوئلے، تیل، لکڑی اور پانی میں۔ پانی کے ابر کی ترکیب زقابل انتقال گیسیں ہیں۔ تمام عالم کی ترکیب برق پاروں سے ہوئی ہے۔ یہ قیمتی ذرات کہیں ستارے نہیں بنتے اور کہیں پھول بن کر جلوہ گر ہیں۔ الغرض کائنات کی رنگ رنگ میں امواج نور رقصاں ہیں جو جلوۂ ظہور کے لیے بے تاب ہیں۔ سچ ہے یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (نور ۳۵)

(۱۲) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَیُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (نور ۴۴)

میرے محترم دوست پیر غلام دارث پروفیسر طبیعیات زرعیہ گورنمنٹ کالج راولپنڈی (ولادت ۱۹۰۵ء) نے اس آیت کی مندرجہ ذیل تفسیر کی ہے جو ۱۹۳۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔ یہاں قدرے لفظی و معنوی تغیر کے ساتھ درج کی جاتی ہے:

(۱) یُزْجِیْ سَحَابًا: زجیٰ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ ہانکنا، جیسے بھیڑ بکریوں کو۔ یعنی اللہ بادلوں کو پانی سے سیر کر کے آہستہ آہستہ ہانکتا ہے۔ جیسے ہوا کے جھونکے

(۲) یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ: الفت باہمی کشش کو کہتے ہیں۔ اگر بادل کے ایک ٹکڑے میں مثبت بجلی پیدا کی جائے تو قریب والے ٹکڑے میں منفی اور پھر اگلے ٹکڑے میں مثبت۔ یہ بجلی کے ٹکڑے ایک دوسرے کی طرف کھنچتے ہیں اور دوسرے ٹکڑوں کے قریب آ جاتے ہیں۔ تو قانون مربعات معکوس (Inverse Squares) کے ماتحت ان کی جذب باہمی بڑھتی جائے گی۔ اور اسی کا نام [illegible] ہے کہ یہ کشش بادل کے ہر قطرے میں ہوتی ہے۔

ف آپ آجکل (۱۹۴۵ء) گورنمنٹ کالج راولپنڈی کے پرنسپل ہیں۔ برق

(۱) [illegible] پیوستہ ایک تختہ کر دیتا ہے، گھنے ہوتا، یہ اقدار ان کی [illegible]
کو بتا رہے ہیں جو آپ کی سالمات میں مبرق ہونے کے۔ پیدا ہو جاتی ہیں۔ بادل کا ہر قطرہ
[illegible] ہے۔ مرکب ہو گیا ہے۔ ہم نہیں جانتے ہیں کہ جب ننھے ننھے قطروں کی
[illegible] (Density) بڑھ جاتی ہے

(۲) [illegible]: رگڑ کر کھانا، پیدا ہونا، گرم ہونا، ظاہر ہے کہ بادل میں رگڑ کی
تحقیق ہیں۔ ان کا پیٹ پانی سے پُر ہونے کی وجہ سے پھٹا ہوا ہوتا ہے۔ [illegible] انھیں گرما
یا برقا دیتی ہے۔

(۳) [illegible]: خلل کے معنی ہیں۔ درمیان۔ ترقی۔ سائنس دان جانتے ہیں کہ اگر کبھی
[illegible] بادل غیر موصل (Non-conductor) ہے۔ لیکن جب تیز ہوا کی وجہ سے جو ہوا
میں معلق ہوتے ہیں رگڑ کھاتے ہیں، موصل بن جاتا ہے، اور اس لیے بجلی کی وجہ سے ان
قطروں کے درمیان [illegible] ہو جاتی ہے۔ یہ تیز ہوا مواد زمین کے لیے کھاد کا کام دیتا ہے اور بجلی
جہاں قطرات میں موجود ہوتی ہے، مردہ زمین کی نس نس میں زندگی بھر دیتی ہے اگر خالد
سے یہ تیز ہوا کی طرف اشارہ مقصود نہ ہوتا تو شاید سلینڈ یا جو قدیم استعمال ہوتا۔

(۴) يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ۔ (نور-۴۳)

مفسرین اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

"اور اللہ آسمان سے یعنی بادلوں سے بارش اتارتا ہے"

اس تفسیر پر کئی اعتراض وارد ہوتے ہیں:

اوّل: آسمان سے یعنی بلندی سے اترنا۔ اس لفظ سے کیا ضرورت تھی کہ یہ نہ کہہ دیا کہ آسمان سے یا پہاڑوں سے یا بادل سے اتارتے ہیں۔ قرآن میں بارش آسمان سے اتاری گئی ہے تو پھر اس آیت میں یہ لفظ کہنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ سوم: یہ دونوں لفظ متعدد ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ لفظوں کا ذخیرہ بڑھتا ہے۔ مفسرین بھی بارش کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ہوا کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ پس آئی لفظ کہ ایک فن متعدی کی مفعول کو حذف کر دے اور فاعل کو نہ حذف کرے تو خواہ مخواہ بڑھا دے ہے۔

اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ آسمان سے ان کا رزق نازل کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ کیا ہم ہمیشہ آسمان سے بارش ہونے کی دعا کرتے ہیں؟ اللہ آسمان سے بارش برساتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت آج تک ایک معمّا بنی ہوئی ہے۔ اس کے ان کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ ہم نے یہ آفات کیوں نازل کی ہیں۔ ان کی تہ میں کیا حکمت ہے۔ ہر قطرۂ آبی زندگی کا پیغام ہوتا ہے۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ

اور اللہ آسمانی بلندیوں سے نعمتیں اتارتا ہے جن کی ہمیں ضرورت ہے۔ بچے کی پیدائش کی خواہش ہوتی ہے۔ محسوس کرتی ہے۔ وہ اس طرح کہ بچہ آسمان سے آتا ہے۔ تمام آفات کو خدا بھیجتا ہے۔ اور کہیں آفات کو نہ بھیجنے کا ذکر ہے۔

پھٹ جائیں یہی وجہ ہے کہ بجلی کی چمک کے بعد کچھ دیر کے لیے ہم بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یا آنکھ
میں درد اور جب خون بہہ کر دماغ اپنے مقام پر چلا جاتا ہے تو بینائی لوٹ آتی ہے۔
یَکَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (نور ۴۳) قریب ہے کہ بجلی کی چمک انسان کو بینائی سے محروم کر دے۔
ان آیتوں کی روشنی میں آیت کا ترجمہ یہ ہوگا:

(کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ بادلوں کو ہانک کر ایک دوسرے کے قریب لاتا ہے۔ پھر ان کو
کی بہ دولت قطرات ایک دوسرے سے پیوستہ ہو جاتے ہیں (مُؤَلَّفًا) پھر تیز آب میز بوندیاں
بادلوں سے نکلتی ہیں اور اللہ وہاں بلندیوں سے ایسے قطرات زمین پر برساتا ہے جو اولوں کی
ذرات کے سہارے بنتے ہیں۔ خدائی مرضی کے مطابق بعض مقامات پہ بارش برستی ہے
اور بعض جگہ نہیں برستی۔ قوت ہے کہ بجلی کی روشنی آنکھوں کو بصارت سے محروم کر دے)
پانی کو اُبالنے کے لیے ۱۰۰ درجہ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور صرف گرام پانی کو
گیس میں تبدیل کرنے کے لیے ۳۰۰۰ درجہ حرارت درکار ہے۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ ہر روز
سمندر کا کروڑوں ٹن پانی ہماری کاوش کے بغیر گیس میں تبدیل ہو رہا ہے۔ حساب لگانے سے
معلوم ہوا ہے کہ صرف سورج میں رقبہ کا سیراب کرنے کے لیے جس قدر بخارات کی ضرورت ہوتی
ہے وہ پانچ لاکھ ٹن کوئلے کے جلنے سے پیدا ہو سکتے ہیں اور تمام ہندوستان پر حرارت دینے
کے لیے اتنا بڑا کارخانہ کھولنے کے لیے کتنے کوئلے کی ضرورت ہوگی جس کی قیمت اربوں روپیہ ہوگی
بارش کے متعلق یہ تمام انکشافات گو ۱۴ سو برس پہلے کی بات ہے ہوئے ہیں اور آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو آج سے ۱۴ سو برس پہلے معلوم تھے۔ انصاف کیجئے کہ قرآن کے الہامی
ہونے پر اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟

از دمِ سیرابِ آں اُمّی نقیب — لالہ رُست از ریگِ صحرائے عرب

او دلے در پیکرِ آدم نہاد — او نقاب از چہرۂ فطرت کشاد

(۲۴) وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ (النور: ۳۹-۴۰)

گرم ریت پر چلی ہوا کیسی ہو جاتی ہے، اور اونٹ کی سواری۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر روشنی کی شعاع دو مختلف وسائط (Medium) سے گزرے تو وہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ایک لاٹھی کا کچھ حصہ پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ ٹیڑھی نظر آئے گی۔ یہی فرق سراب میں بھی عمل کرتا ہے، روشنی کی شعاع جب ریت سے ٹکرا کر نیچے اور جڑ اوپر نظر آتی ہے جیسے وہاں پانی ہو۔ اسی کو سراب کہا جاتا ہے۔

اسیرانِ سراب کی طرح کفار راہ پرست نفس پرست اور جاہ پرست اخلاق کی نگاہ بصیرت سے محروم ہو جاتی ہے، وہ کسی ایسے مقصد کو جو ان کے شخصی و قومی اغراض کے مناسب نہ ہو صحیح سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن انہیں ہدایت نہیں ملتی۔ [illegible]

صرف الہامی خدا ہی وہ نور ہے جو انسانی آنکھ کو کچھ دیکھنے کے قابل بناتا ہے، ورنہ کہ آزر و ملہم کی تاریکیاں ہر سو محیط ہیں۔ نفس پرستی و جاہ طلبی کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، آفتاب ہدایت جہاں بات گناہ میں ستر دیتا ہے۔ کچھ بینی کا مرض اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ [illegible] والنہ۔ تعصب و کج فہمی کا پیکر اپنی رائے کو تمام مسائل پر خواہ وہ سیاسی ہوں یا عمرانی ہوں یا اقتصادی، آخری سمجھتا ہے۔ ایک خواہ قوم کی طرح کی غلطیوں میں گرفتار ہے

(۱) ... ...

لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ
اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ
لِيَذَّكَّرُوْا فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

(فرقان ۴۸ تا ۵۰)

مردہ بستیوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ یہ پانی تمام ذی حیات کے لیے مدار حیات ہے۔ ہم پانی کو مختلف صورتوں میں بدلتے ہیں (تصریف آب) تاکہ لوگ فائدہ اٹھائیں لیکن اکثر (کاہل، جاہل، خط اندیش) ہماری نہیں سنتے۔

پانی مرکب ہے اور روح بسیط۔ پانی کا ایک قطرہ تک فنا نہیں ہو سکتا۔ دریا سے اٹھا تو بادل بن گیا، وہاں سے ریگستان میں گرا تو دوبارہ فضا میں اڑ گیا، باغ میں برسا تو رس بن کر پھل میں جا پہنچا۔ وہاں سے ہمارے پیٹ میں آیا اور یہاں پانی جزو جسم بن کر باقی رہا یا گردوں وغیرہ کے راستے پھر باہر نکل گیا اور اگر سمندر میں گرا تو گویا وطن میں پہنچ گیا۔ الغرض قطرہ آپ کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہتا ہے۔ اگر پانی باوجود مرکب ہونے کے زندہ رہتا ہے تو روح کو جو بسیط ہے موت کیونکر آ سکتی ہے۔ یہ ریگستان میں بکھرے ہوئے قطروں کو ڈھونڈ کر آسمانی بلندیوں کی طرف واپس لے جاتی ہیں، اسی طرح زندگی کے یہ تمام قطرے جو اجسام انسانی کے خاکدانوں میں ٹپک پڑے ہیں لامحالہ وقت پر دوبارہ پہنچ جائیں گے۔ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔

(۱۵) عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝
الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝
ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ
مِهٰدًا ۝ (النبا۔ ۱ تا ۶)

کیا یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں اور اس حقیقت کبریٰ کے متعلق ان میں اختلاف اور تردد ہے۔ ہرگز نہیں عنقریب ہی یہ جان لیں گے۔ کیا ہم نے زمین کو گہوارہ نہیں بنایا؟

ایک پرندہ انڈے دے کر بچوں کو آشیانے میں بٹھا کر خود اپنے پروں کے نیچے چھپا کر سلاتا ہے اور خود بھوکا رہتا ہے تاکہ بچوں کو چھوڑ کر

چلے جاتے ہیں۔ بس یہی حال زمین کا ہے۔ اس پر ہم پیدا ہوتے ہیں، سورج کی روشنی دیکھتے ہیں، بادل پانی، درخت پھل اور حیوان غذا بنتے ہیں اور کچھ عرصے کے بعد اس گہوارے کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے جاتے ہیں۔

جس طرح کہ یہ ہمارے لئے نئی دنیا ہے اسی طرح ہم بھی کسی دوسرے کے لئے نئی دنیا ہیں۔ یہاں ہم صرف چند سال گزارنے کے لئے آتے ہیں۔

زندگی ایک دم کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

(۵) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (الرحمٰن ۱-۲)

(الرحمٰن ۱-۲)

اللہ رحمت کی وجہ سے انسان کو قرآن سکھایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ (الرحمٰن ۳) انسان کی تخلیق اس صفت کی بہت بڑی مثال ہے۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن ۴) انسان کو بیان کی صلاحیت دی گئی۔

آیات ان فطرت پر مبنی ہیں اللہ نے آپ کو بنایا:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمٰن ۵) آفتاب، مہتاب ایک حساب سے چل رہے ہیں۔

یہ حساب کتاب ہمارے لئے ہے۔ اس کائنات کو ہمارے لئے بنایا گیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم اللہ کی رحمت کی وجہ سے اس دنیا میں آئے ہیں۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (الرحمٰن ۶) زمین کی ہر چیز اللہ کی فرمانبردار ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ انگور میں بیج کا ڈھانچہ آپ سے آپ بن جائے؟

یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام کائنات اپنے دستور کو خود بخود بنا لے۔

اسی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ ہر طرف خدا کی بادشاہی، دستگاہ اور قدرت کا

والسماء رفعها ووضع الميزان (الرحمٰن ۷) آسمان کی رفعت اور میزان کی وضع

۱؎ یہاں سورہ رحمٰن کی آیات تبلیغ کی نمبر زدہ ہیں۔ (ناشر)

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ (الرحمن ۸) اور تول کو ٹھیک ٹھیک رکھو۔

افراد اعتدال سے اور اقوام عدل سے درست کیے جاتے ہیں۔

وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ○ (الرحمن ۹) عدل و توازن کا پورا خیال رکھو اور ترازو کو ایک طرف جھکنے نہ دو۔

آج سطح زمین پر کوئی ایک قوم بھی ایسی نظر نہیں آتی جو اپنا ئنات آدم کے ساتھ انصاف کرنے کے لیے تیار ہو۔ یہ بڑی کمزوری کی بات ہے۔ دنیا کی ہر قوم ایک دوسری قوم پر آنکھ بند کر کے بھروسا کیے ہوئے ہے۔ قومیں مٹتی ہیں۔ اقوام مغلوب اور زوال پذیر ہوتی ہیں اور انسان کا خون پانی سے زیادہ ارزاں ہو رہا ہے یہ کیوں؟ اس لیے کہ اقوام میں عدل نہیں رہا۔

عدل و انصاف سے قومیں اسی طرح زندہ ہوتی ہیں جس طرح بارش سے زمین۔ زمین ہر سال بارش کی منتظر رہتی ہے لیکن جب اس پر بہار کے بادل برستے ہیں تو سبزہ لہلہا اٹھتا ہے۔ اسی طرح جب انصاف کی گھٹائیں کسی قوم کی کھیتی پر برستی ہیں تو خزاں تک بہار میں بدل جاتی ہیں۔ یہ ان کے ذکر کے بعد سرسبز ہوا ہوں کا ذکر ہے جو اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (الرحمن ۱۰-۱۲) زمین کو خلق کے لیے تیار کیا۔ اور اس میں پھل اور خوشوں والے درخت اگائے۔

خود انسان کیا چیز؟ ایک قطرۂ آب یا دھوپ سے جمی ہوئی مٹی۔ اس نے اپنے جذبات کی انتہا یہ کی تو اس کی حیات انفرادی تک چار حرفی نام تک رہ گئی۔ کاش انسان قانون قائم کرنے کی کوشش کرتا تو اس کی حیات اجتماعی چمک اٹھتی۔

---

* ہندوستان کی تقسیم کے وقت ۱۹۴۷ء میں صرف ایک دن میں ۱۰ لاکھ انسانوں کو پانچ دن بھیج کر ۱۵ لاکھ مسلمانوں کو دو دن میں ہلاک کر دیا گیا اور چھ برس کی جنگ (۱۹۳۹ء-۱۹۴۵ء) کے بعد بھی جاپان تباہ ہو گیا۔ مرتب

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ (رحمن ۱۴) | اللہ نے انسان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا جو آگ سے پکی ہوئی تھی۔ | آفتاب سے ٹھیکری بن چکی تھی۔

آج حکمتِ مغرب نے اعلان کیا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں سمندر کے ساحل پر لاکھوں سال تک سورج چمکتا رہا۔ اس حرارت کا نتیجہ خشکی کے ساحل سے زندگی کا آغاز ہوا۔ فخّار کے معنی ہیں ٹھیکری۔ ٹھیکری، مٹی، پانی اور آگ سے تیار ہوتی ہے۔ بدیں الفاظ اللہ نے فخار کا لفظ استعمال فرما کر نظریۂ مغرب کی تصدیق کر دی۔

جس طرح کہ زمین، پتھر، کوئلے، اور درخت کے پیٹ میں آگ چھپی ہوئی ہے، اسی طرح انسان میں بھی غصہ اور شہوت کی آگ پنہاں ہے۔ وہی لوگ صاحب کمال کہلاتے ہیں جو اس آگ کو بھڑکنے نہیں دیتے، بلکہ اس میں اعتدال پیدا کر لیتے ہیں اور جو لوگ اس آگ پر قابو نہیں پا سکتے وہ ناکام و نامراد رہتے ہیں۔

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۙ (رحمن ۱۵) | اور اللہ نے جنوں کو آتش مخلوط سے پیدا کیا۔

حکمائے مغرب سالہا سال کی تحقیق و تلاش کے بعد یہ ایمان افروز اعلان کر رہے ہیں کہ پانی میں اور خشکی کے پانی میں تیار ہوتا ہے۔ قرآن حکیم اس انکشاف پر اول مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (رحمن ۲۲) | ان دونوں پانیوں (میٹھا اور نمکین) سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔

اگر اس آیت کی یہ تفسیر نہ کی جائے تو مِنْهُمَا کی ضمیر تثنیہ (ان دونوں) کی نہیں ہے اور اس کی کوئی اور تفسیر نہیں ہو سکتی ہے۔

آج سے بہت پہلے سمندروں میں بڑے بڑے جانور موجود تھے جو غیر ارتقائی ہونے کی وجہ سے اسی طرح مٹ گئے ہیں جس طرح کلدانی و آشوری، عبرانی و یونانی، ساسانی و اموی حیاتِ جاہ کھو بیٹھے کہ ابد تباہ ہو گئے۔ اللہ ازل سے زندہ ہے اور موجود ہے گا۔ (باقی)

لہ صلصال کے معنی ہیں خشک، یہ آتش ہے جو مٹی میں مل کر انسان کو جن بنا دیتی ہے۔ (مترجم)

(۲۱) محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے کہ یہ آیت سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اس کے متعلق سے ہمارا گمان مکون کو دہلا رہی ہیں اور ہم آج تک خوابِ غفلت میں مسلمان اقوال زمانہ سے آنکھیں بند کے باعث ننگ و عالم بنے ہوئے ہیں خدا جانے مسلمہ کو قرآن کی یہ آیت کیوں نظر آتی

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ (واقعہ)

کہ ہم نے یہ آگ پیدا کی ہے اور انسان کے

کیا تم نے یہ سوچا ہے کہ تم جو آگ جلاتے ہو اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے یا ہم نے پیدا کیا ہے۔ ہم نے اس آگ کو یاد دہانی اور انسان کے

تمام کائنات میں زندگی کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔

(۲۲) شجر سے اور انار کا پھل کڑوا ہے، لیکن اندر مٹھاس ہوتی ہے۔ یہ قرآن کی

لذتیں مصائب میں مستور ہیں، مبارک ہیں وہ نفوس جو تکالیف کو مردانہ وار برداشت کر کے

بعد زندگی کی منازلِ عالیہ پر جا پہنچتے ہیں اور حیف ہے اُن پر جو یاس کی

تعلیم انسانی موت و حیات کے مکمل ہونے کے بعد ہی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۵۹/۲۱)

اگر ہم یہی قرآن پہاڑ کو عطا کرتے تو وہ الٰہی خوف سے دبتا اور پھٹتا۔

(۶۸) نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ (۶۸/۱-۲)

اس آیت [illegible] کے متعلق ہوں گے: "تو اپنے رب کی نعمت (قرآن) کی وجہ سے مجنون نہیں ہے" اگر نعمت کے معنی شکل لیے جائیں تو وہ ہوں گے: "قلم اور قلم سے جو کچھ لکھا جاتا ہے اس کی حقیقت پر شاہد ہے کہ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں"۔

مسلمانوں نے قرآن حکیم کی دو آیات پر عمل کر کے ثابت کر دیا کہ اس کی ہر آیت زندگی کا لازوال پیام ہے، پھر اس کے شاہد آفاق کو دیا نہ بنا کر اس کا دائرہ اثر محدود کر دیا گیا کہ دنیا کے کسی اور مسئلے کے متعلق اس کا کوئی فیصلہ تسلیم نہیں کیا جاتا کیا تمام جہانوں کی یہ آواز اس تخیل کی [illegible] نہیں کہ

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ

اگر یہ آیت کسی مقام کے متعلق ہی لیا جائے تو یہ آیت ایک بشارت بن جاتی ہے کہ ہیروان اسلام اس تعلیم کو فراموش نہ کریں گے تو ہم زندگی کے [illegible] جائیں گے۔ اس وقت دنیا کی راہنمائی کرنے والے بڑے بڑے مورخوں، فلسفیوں، سائنسدانوں، جغرافیہ دانوں، مساحوں اور ہیئت دانوں کا شمار دیوانوں میں ہوگا۔

(۲) اسلام کے ابتدائی دور میں [illegible] نے اسلام کے نکتہ، نکتہ کو، ذرہ ذرہ اور [illegible] متعصب نصرانیوں کو بھی [illegible] کا اعتراف کرنا پڑا۔

انسان ہدایت کے اس راستے پر آخری قدم پر ہے۔ مومن نفس کا
یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہر کمزوری کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف
وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ
وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ
إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى
الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ
إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ

یہ خود خیالی، اس کے نشے خیالی، اور اس کی دنیا خیالی۔ مذہب دل کی دنیا ہے اور نہ عزم میں مجاہدانہ استقامت، انصاف فرمایئے کہ ایسا شخص کس قدر کمزور ہے یا اخلاق انقلاب پیدا کرنے کی کیا اہلیت رکھتا ہے۔ [illegible]

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ

(یٰسین ۵)

اور نہ ہم نے آپ کو شعر سکھایا اور نہ یہ آپ کے شایان ہے

دنیائے شعر میں کچھ مستثنیات بھی ہیں۔ مشرق و مغرب ہر زمانہ میں ایسے شعراء ہو گزرے ہیں جنہوں نے شاعری کو ایک پیغام کی ترجمانی کا ذریعہ بنایا اور اس سے کام لیا۔ ایران میں سعدی و حافظ، جرمنی میں گوئٹے اور [illegible] اور اقبال وہ بلند پایہ شعراء ہیں جنہوں نے [illegible] یہ تک اپنے ذاتی تجربات کو بھی، انسانی زندگی کی ترجمانی کے لئے استعمال کیا ہے ان کے نغموں میں شعر و دانش کا جو امتزاج ایک خاص مناسبت سے ملتا ہے وہ حضرات کا مقابلہ عام طور پر شاعروں سے نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال نے کہا ہے

بآں راز ے کہ گفتم پیش پیغمبر — در شاخِ تغزل می سرودم

من از جمعیتِ خاطر غزل خواں — ز آہِ صبح گاہے کم نہ دارم

مرا با نالۂ او ہمدمی بس — ز آہِ صبح گاہے کم نہ دارم

(پیام مشرق)

کسی [illegible]

ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے وقت پہلے اس کے اعجاز تخلیق پر غور کرنے کی دعوت دی تھی۔ مثلاً:

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝

(شعراء ۲۳-۲۴)

فرعون نے موسیٰ سے پوچھا کہ خدا کون اور کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا وہی جو زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے (اگر تم یقین حاصل کرنا چاہتے ہو) تو اس مقصد کے لیے یہ کائنات کافی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اس اللہ کی طرف بلاتے ہیں جو اوصاف ذیل کا مالک ہے:

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝

(شعراء ۷۸-۸۰)

جس نے مجھے پیدا کیا میری تربیت و ہدایت کا حیرت انگیز سامان بہم پہنچایا۔ میری غذا کے لیے یہ دنیائے نباتات و حیوانات اور میرے لیے شفا کے لیے یہ ساری دنیا کے طبی وسائل مہیا کیے ہیں جو ہر آن ہر جراثیم مرض کے مقابلہ کر کے بیماری سے مجھے بچاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(شعراء ۱۰۹)

میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، مجھے وہ اللہ اجر دے گا جو کائنات کی ہزار دہ ہزار دنیاؤں کا پالنہار ہے۔

حضرت ہود نے قوم عاد کو کائنات کی طرف یوں متوجہ کیا!

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝

(شعراء ۱۲۸-۱۲۹)

حضرت شعیب اصحاب الایکہ کو اللہ کی صفت خلق پر غور کرنے کی یوں دعوت دیتے ہیں:

وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ۝

(شعراء ۱۸۴)

اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلی کئی دیگر اقوام کو پیدا کیا۔

[illegible] ساتھ انصاف، جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ دنیا کی دیگر قوموں کے ساتھ انصاف کی کمیابی، جس سے تمہاری حیثیت ثانوی سطح کی رہ جائے گی۔ اس سے تمہاری سیاست استوار اور تمہاری حکومت پائدار ہو جائے گی اور تمام عالم تمہاری بقا کی ضمانت دے گا۔

(۳۰) **ایک بشارت** | آں حضرتؐ کے زمانے میں جب ایران آتش پرستوں کے ہاتھ سے رومیوں کو شکست دی تو مشرکین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ ایسا ہی ہم تم سے بھی کریں گے۔ ایرانیوں نے ان کی خوب خبر لی۔ اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ

اس آیت میں دو بشارتیں دی گئی تھیں: اوّل کہ چند سال کے اندر اندر رومی ایرانیوں کو شکست دیں گے اور پھر وہاں رومیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی جس سے مسلمانوں کو مسرت ہوگی۔

حضرت ابوبکرؓ نے آں حضرتؐ سے دریافت کیا کہ بضع سنین کتنا عرصہ ہوتا ہے؟ فرمایا بضع کا اطلاق ثلاث الی التسع (تین سے نو سال تک) اس آیت کے نزول کے نو سال بعد رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دی اور پھر سات برس بعد ایرانیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ دونوں ہر دو بشارتیں نہایت صحت کے ساتھ پوری ہوئیں۔

یہ تفصیل تاریخی طور پر جن کتابوں میں مذکور ہے، ان کے نام یہ ہیں۔ [illegible] پر درج ہے۔ ایران بشارت کی موجودگی میں قرآن کی تکذیب کرتے تھے۔

نکتہ۔ یہ جنگ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ہوئی تھی۔ بنی جنگیں

کا تماشا دیکھتے ہیں اور عالم نباتات میں ہر سال خلق ثانی کے مناظر سامنے آتے ہیں۔ انسان کی مشینری میں خلق کی زبردست اختراع موجود ہے۔ یہ سورج، سمندر اور ہوا وغیرہ ان مشین کے پرزے ہیں جو ایک چھوٹے سے ذرے یعنی انسان بنانے کے لیے جنبش میں آجاتے ہیں۔

ایک آدمی چار پائی تیار کرنے لگتا ہے تو پہلے درخت کو چنتا ہے، پھر جنگلوں میں کلہاڑا لے سوتری وغیرہ لاتے ہیں۔ آنکھیں نگراں بنتی ہیں اور ہاتھ بنتے ہیں۔ اسی طرح کائنات ایک جسم کی طرح ہے جس کے مختلف اعضا مل کر ایک کام کو سرانجام دیتے ہیں۔

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمان) تم سب کا پیدا اور دوسرا جنم ایک نفس کی طرح ہے۔

(۲) سدّ العرم: اہل سبا (یمن) کا مشہور شہر مآرب تھا جس کے جنوب مغرب میں پہاڑوں کا ایک طویل سلسلہ سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک نالہ ان پہاڑوں کے جنوب مغرب سے نکل کر وادی اذنہ میں شمال مشرق کی طرف بہتا تھا۔ مآرب کے ایک فرمانروا عبد شمس نے اس پانی کے آگے ایک بند لگایا جو سدّ العرم کے نام سے مشہور ہوا۔ اس بند کی لمبائی شرقاً غرباً ۱۴۰۰ فٹ اونچائی ۱۴۲ فٹ، اور چوڑائی ۱۰۴ فٹ تھی۔ اس بند سے دو نہریں نکالیں جو شہر کے دو باغوں (ایک شہر کے دائیں اور دوسرا بائیں طرف) کو سیراب کرتی تھیں۔ جب اہل سبا عیاش ہو گئے اور اس بند کی مرمت سے غافل ہو گئے تو ایک روز یہ بند ٹوٹ گیا۔ اور تمام شہر سیلاب میں بہہ گیا۔

سدّ العرم کا قصہ نہ تو صحائف تاریخ میں محفوظ رہا تھا اور نہ اذہان انسانی میں۔ قرآن حکیم نے اس داستان سے پردہ اٹھایا اور آج اس بند کے کھنڈرات بول بول کر قرآن حکیم کے الہامی ہونے پر شہادت دیتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ (اہل سبا کے لیے ان کے مسکن میں قدرت الٰہی کی ایک نشانی تھی۔

مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا (سبا ۱۵ تا ۱۷)

شہر کے دائیں بائیں دو باغ تھے تاکہ لوگ اللہ کا رزق کھائیں اور اس کا شکر ادا کریں۔ شہر نہایت خوب صورت تھا اور باشندوں پر اللہ بہت مہربان تھا۔ ان لوگوں نے اللہ سے منہ پھیرا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر کئی برس کے لگاتار مینہ کا سیلاب آیا اور ان کے باغ برباد ہو گئے۔ یہ تھی سزا ان کی ناشکری کی۔

(۳۵) عرم کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس بند کی مرمت سے غفلت کی۔

(۳۶) طوفان کی تاریخ: عرم بمعنی بند ایک مفسر نے ثابت کیا ہے کہ بہت قدیم زمانے میں افریقہ اور امریکہ باہم ملے ہوئے تھے اور یہ درمیانی خطہ اطلانطیس کہلاتا تھا کسی زلزلے کی وجہ سے یہ

(۳۷) افریقہ کے مغربی ساحل اور امریکہ کے مشرقی ساحل کے نباتات بالکل ملتے جلتے ہیں۔ جس سے خیال پڑتا ہے کہ کبھی وقت یہ دونوں خطے ایک تھے (۲) اہرام مصر کی طرح میکسیکو کے بھی بعض اہرام کے آثار پائے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں خطوں میں کسی وقت ایک ہی قوم آباد تھی جس کا تمدن اور مذہب ایک جیسا تھا (۳) نیز ہر دو

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ طوفان طوفان اطلانطیس میں آیا تھا۔ اور یہ طوفان کسی زلزلے کی وجہ تھا۔ بعض دیگر محققین کا خیال یہ ہے کہ یہ طوفان بحیرہ میں آیا تھا۔ بحیرہ یا سمندر کا قطعہ تھا جو بحر الکاہل اور بحر اوقیانوس کے درمیان واقع تھا۔ وہ اب ڈوب چکا ہے۔ ایک اور مؤرخ کی رائے یہ ہے کہ یہ طوفان بحر اوقیانوس کے شمال میں فرانسہ کی طغیانی کی وجہ سے آیا تھا۔ اور ایک بہت بڑا

۱۶	الخفاجیہ (افریقیہ)	۱۱	تیونس	۱۸۳ھ	۲۹۶ھ	۱۱۳ سال
۱۷	زیریہ	۸	"	۲۳۷ھ	۵۴۳ھ	۱۸۱ "
۱۸	بنو حماد (الجزائر)	۹	الجزائر	۴۰۸ھ	۵۴۸ھ	۱۱۰ "
۱۹	مرابطون	۶	مراکش	۴۴۸ھ	۵۴۱ھ	۹۳ "
۲۰	الموحدون (افریقیہ)	۱۳	شمالی افریقہ	۵۱۲ھ	۶۶۸ھ	۱۴۴ "
۲۱	بنو زیان	۵	الجزائر الغرب	۷۱۳ھ	۷۹۲ھ	۱۰۱ "
۲۲	بنو مرین	۲۹	مراکش	۶۵۹ھ	۸۶۸ھ	۲۰۹ "
۲۳	الشرفا	۲۵	"	۹۱۸ھ		

جاری ہے

۲۴	الطولونیہ	۵	مصر	۲۵۴ھ	۲۹۲ھ	۳۸ "
۲۵	اخشیدیہ	۱۵	"	۳۲۳ھ	۳۵۸ھ	۳۵ "
۲۶	فاطمیہ	۱۴	قاہرہ	۳۵۸ھ	۵۶۷ھ	۲۰۱ "
۲۷	ایوبیہ	۹	قاہرہ	۵۶۷ھ	۶۴۸ھ	۸۳ "
۲۸	ممالیک البحریہ	۳۰	"	۶۴۸ھ	۷۹۲ھ	۱۴۴ "
۲۹	بنو حفص	۳۳	تیونس	۶۲۵ھ	۹۴۱ھ	۳۱۶ "
۳۰	ممالیک برجی	۲۴	قاہرہ	۷۸۴ھ	۹۲۳ھ	۱۳۸ "
۳۱	خدیویہ	۱۰	"	۱۳۱۴ھ		

جاری ہے

۳۲	زیادیہ	۵	زبید	۲۰۳ھ	۴۰۸ھ	۲۰۵ "
۳۳	یعفریہ	۱۰	صنعاء	۴۳۲ھ	۴۴۵ھ	۱۳ "
۳۴	نجاحیہ	۲۴	زبید	۴۱۲ھ	۵۵۳ھ	۱۴۱ "
۳۵	صلیحیہ	۳	صنعاء	۴۳۲ھ	۴۵۱ھ	۱۹ "
۳۶	حمدانیہ	۸	" "	۴۸۷ھ	۵۶۶ھ	۷۹ "
۳۷	مہدیہ	۳	زبید	۵۵۴ھ	۵۶۱ھ	۱۳ "
۳۸	زریعیہ	۸	عدن	۴۵۶ھ	۵۲۳ھ	۶۷ "
۳۹	رسولیہ	۱۷	یمن	۶۲۶ھ	۸۵۸ھ	۲۳۲ "

۴۰	ایوبیان دین	۶	مین	۵۱۵ھ	۹۱۸ھ	۵۶ سال
۴۱	ظاہریہ	۴	"	۵۱۵ھ	۹۲۳ھ	۴۷ "
۴۲	الائمۃ الرسیہ	۱۸	صعدہ (یمن)	۵۲۶ھ	۹۳۰ھ	۴۰۴ "
۴۳	ائمہ صنعا		صنعا	۱۰۸۷ھ		باقی ہے۔
۴۴	حمزانیہ	۹	موصل	۵۳۱ھ	۹۳۵ھ	۷۴ "
۴۵	مرداسیہ	۶	حلب	۵۱۴ھ	۹۴۸ھ	۱۰۳ "
۴۶	عقیلیہ	۱۱	موصل	۳۸۱ھ	۹۵۸ھ	۱۰۹ "
۴۷	مروانیہ	۵	دیار بکر (آمد)	۳۸۰ھ	۹۶۸ھ	۱۰۹ "
۴۸	مزیدیہ	۸	الحلہ	۴۰۳ھ	۹۴۴ھ	۱۴۳ "
۴۹	ولخیہ	۵	کردستان	۴۱۰ھ	۹۵۸ھ	۶۵ "
۵۰	صاجیہ	۴	آذربائیجان	۲۷۸ھ	۹۳۸ھ	۲۰۵ "
۵۱	علویہ	۵	طبرستان	۳۱۶ھ	۹۳۷ھ	۲۲۱ "
۵۲	طاہریہ	۵	خراسان	۲۰۵ھ	۹۲۸ھ	۲۲۳ "
۵۳	صفاریہ	۳	فارس	۲۵۴ھ	۹۲۹ھ	۱۳۵ "
۵۴	سامانیہ	۱۰	ترکستان	۲۶۱ھ	۹۳۹ھ	۱۱۸ "
۵۵	خانات ایلاکیہ	۳۱	"	۳۸۰ھ	۹۶۹ھ	۲۰۰ "
۵۶	زیادیہ	۱۱	یمن	۲۰۳ھ	۹۱۹ھ	۲۱۶ "
۵۷	حسنویہ	۳	کردستان	۳۵۹ھ	۹۴۸ھ	۸۹ "
۵۸	بنو الیسع	۳۱	خزان و نیز	۴۰۰ھ	۹۰۹ھ	۱۲۹ "
۵۹	کاکویہ	۴	کردستان	۴۲۹ھ	۹۴۸ھ	۴۵ "
۶۰	سلجوقیہ	۱۸	خراسان و فارس	۴۳۱ھ	۹۵۵ھ	۱۲۴ "
۶۱	دانشمندیہ	۵	آسیائے کوچک	۵۱۰ھ	۹۶۵ھ	۶۰ "
۶۲	آتابکان (موصل)	۹	موصل	۵۱۷ھ	۹۶۱ھ	۴۴ "
۶۳	زنگی	۳۰	شام و حلب	۵۲۱ھ	۹۶۹ھ	۴۸ "

باب ۱۱

بعض سورتوں کے مضامین

وَالْفَجْرِ! جب ایک بڑے کام کے بارے میں اپنی معرفت کرنے کوئی دلیل درکار ہوتی تو وہ اللہ کی قسم کھا کر اپنی بڑائی ثابت کیا کرتا ہے۔ یہ بھی الفاظ و اشارات شہادت پیش کرتا ہے۔ اس لیے قسم کے تین بول ہیں، شہادت، دلیل اور ثبوت۔

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ۝ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝

تشریح الفاظ: الفجر: اس فجر سے مراد صبح کا وقت ہے۔

لیالٍ عشرٍ: دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کی راتیں ہیں۔ ہمارے اسلامی کیلنڈر میں اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے کہ ہر مہینہ کی ان خاص راتوں سے ہر ایک ایک ایک ہے کہ ہر مہینہ کی ان راتوں میں

الشفع: جفت اعداد۔

الوتر: وہ اعداد جو دو پر تقسیم نہ ہو سکیں یعنی طاق اعداد جس طرح ایک کے ساتھ ایک مل جائے تو گیارہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح آخری دو راتوں میں سے ایک رات کو مہیب ذات بن گئے تھے اور آج تک ان کے کھنڈر پڑے ہیں۔ ان کی تباہی کی اثر

ترجمہ آیت: صبح رسالت کا نور تنقید و تجزیہ کی دھوپ میں، آخر دراز زوال
سے اور کفر کی بتی بجھتی ہوئی رات تاریک ہے۔ کیا ابن دانش کے لیے یہ شہادت کافی نہیں کہ
یہ کارنامے ہیچ ہوں گے کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے ہاتھی والے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا
[illegible] کیا ایک نہ ایک دن ہمارے بنائے ہوئے علوم و فنون کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ کفر و شرک کی
[illegible] ہیں تو کیا ان کی ذات میں وہ اقوام زندہ نہیں ہو سکتی ہیں جن میں تخلیق
[illegible] جیسا کوئی رہبر نہیں اور علوم کی طرف توجہ نہیں ہوتی
[illegible] اقوام اور ادیان کی طرح پٹ جائیں گی اور آخر ایسا ہی ہوا۔
[illegible] ایک کارواں ہے [illegible] اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی
[illegible] بغیر تبدیل ہوتا ہے۔

ایک کوئی چیز نہیں اور سوائے غیر فانی اصولوں کے اس کی کوئی اور مثال موجود
نہیں۔ بس یہی حال اللہ کا ہے کہ غیر متغیر ہے اور بے مثال ہے۔

ایک کارواں دوسرا آتا ہے اور جاتا ہے۔ اسے مٹا دیجئے تو دوسرا کارواں آتا ہے
[illegible] تمام موجودات فنا ہو جائیں گے لیکن ذکر تیرا
[illegible] باقی رہے گا۔

الف ارشاد: جب آفتاب باقی پر چمکتا ہے تو باقی ذرات کی صورت بن کر
فضائی ذرات پر چھا جاتا ہے، ہاں سے برستا ہے تو زمین پر ہر چمن زار کھل اٹھتا ہے۔

زیر دل نالوں اور ندیوں میں طغیانی آجاتی ہے جس میں بڑے بڑے پتھر بہ نکلتے ہیں۔
رسول ایک آفتاب ہوتا ہے جو انسانی دنیا پر چمک کر قابل، کارکن اور سلیم الفطرت
افراد و اقوام کو اخلاقی، تمدنی و سیاسی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے، جہاں سے وہ بارانِ رحمت
بن کر برستے ہیں۔ ہر طرف لالہ زار کھل جاتے ہیں اور کاہل و بے کار لوگ خس و خاشاک
کی طرح اس سیلاب میں بہ جاتے ہیں۔

کتاب آفرینش، کتاب تکوینی، ضابطۂ فطرت ایک ہے۔ گو صحفِ مقدسہ کی بعض ظنی
جزئیات ایک دوسرے سے مختلف تھیں لیکن اصول سب میں مشترک تھے۔ شفا میں کروڑوں
برسوں بڑے بڑے آفتاب مختلف گوشوں پر نہایت تندہی سے گردش کرتے رہے ہیں۔ اُن کی حرکات
ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن سب کے سب ایک ہی آئین کو نباہ رہے ہیں۔ اسی طرح تمام
انبیاءؑ اگرچہ فروعی اختلافات کے باوجود ایک ہی اصل کی طرف دعوت دیتے رہے اور
ایک ہی آئین کو مختلف عبارتوں اور زبانوں میں پیش فرماتے رہے۔ اگر حرکاتِ نجوم کے
اختلافات پر کسی کی نگاہ نہیں اٹھتی تو پھر منصفین کو کیا حق پہنچتا ہے کہ شفا کی تعلیم پر جہاں اختلاف
محض جزوی و فروعی ہے، یہ رخنہ گوئیاں کیوں ہوں؟

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝

(الذاریات ۱ تا ۸)

قسم ہے ان ہواؤں کی جو ذرات کو چاروں طرف اڑاتی ہیں، پھر بادلوں کی جو پانی کے بوجھ سے لدی ہوئی ہیں، پھر کشتیوں کی جو آسانی سے چلتی ہیں، پھر فرشتوں کی جو کسی مقصد کے لیے تقسیم کار کرتے ہیں، بیشک جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے اور جزا و سزا ضرور واقع ہونے والی ہے، قسم ہے راستوں والے آسمان کی کہ تم لوگ (اس بارے میں) مختلف باتیں کرتے ہو۔

نجات ہو جاتی ہے۔

ترجمہ آیت: آں حضرت کو طاقت ور اور پُر ہیبت رب نے تعلیم دی (پُر ہیبت اُستاد سے ہر
زیادہ مستفیض ہوتے ہیں) اللہ ایک بلند اُفق پر جلوہ فرما تھا، جہاں سے وہ نیچے اُترا اور
قریب آتا گیا، یہاں تک کہ اُستاد و شاگرد میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ پس
بعد اللہ نے اپنے پیارے بندے کو جو جاننا تھا، سمجھایا۔

سورۃ البلد | (الف) مکہ مکرمہ زمانہ جاہلیت میں بھی بیت اللہ معظم جانا تھا

(الف حضرت مصنف فرماتے ہیں القوی سے اللہ تعالیٰ مراد لے کر نہایت مستحسن اقدام کیا ہے اور زیادہ تر تو یہ اعتراض بھی اُٹھ جاتا کہ اللہ ایک جگہ محیز تھا، پھر وہاں سے انتقال مکانی فرمایا اور قریب تر آیا۔ یہ عقیدہ قرآنی صراحتوں کے بالکل بے اصل ہے۔ جو حکم (اینما کنتم) (سورہ حم سجدہ) تو تولوا فثم وجہ اللہ (بقرہ) ثم اقرب الیہ من حبل الورید (ق) اس قرب نسبت پر مبنی کا ایک مستقل مضمون بلاغ مبین شائع ہو چکا ہے۔ یہاں ہو گا مرتع انجم قرآنی ہیں ترجمہ حل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ترجمہ آیات یوں ہو گا: ستارے کی قسم (یا گواہی) جب وہ غروب ہوا (اس نشانی میں) شبہ اور ہوا نہ غلطی کا۔ اس کا یہ کلام نفسانی نہیں ہے بلکہ وحی ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے صاحب قوت خدا کی سکھائی ہوئی، سو وہ تمہارا ہم نشین ستارہ گرنے کے نظارے کی وجہ سے مشتبہ نہیں کہ وہ (ستارہ) بہت اونچے افق پر تھا۔ پھر وہ ستارہ (حضورؐ کے) نزدیک آیا پھر زمین پر گرا اور دو کمانوں کی مقدار رہ گیا اس کے قریب قریب۔ پھر اللہ نے (اس مشاہدہ کی حالت میں) اپنے بندے کی وحی کی (یعنی موقع الہام) اس مشاہدے کے الہامی بیان میں آپ کے دل نے جھوٹ نہیں بولا جو کچھ آپ نے مشاہدہ میں اس سے بحث کرتے ہو اور بلاشبہ اس نے اس ستارے کو دوسری مرتبہ بھی دیکھا معائنہ کیا (حدود مکہ کی) آخری بیری کے پاس جہاں زمین فرشتوں کے پناہ لینے کا باغ ہے (جنت بیری) جو چیز ڈھانکتی تھی (یعنی ستارے کی درخشش (چمک) اس معائنہ میں آپ کی نگاہ نے کجی نہیں کی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی (یہ اللہ کے بڑے نشانوں میں سے ایک نشان تھا جو آپ نے دیکھا)

اس ترجمہ کی تائید سورہ سابقہ "النور" کے آخری رکوع سے ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا ہے کسحاب من السماء سا قطا یقولوا سحاب مرکوم۔ اگر یہ (آنکھ) آسمان سے گرتے دیکھیں تو کہیں گے ہوا بادل ہے اس کی تفسیر بیان القرآن میں مفصل لکھی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب (البیان)

[illegible] اور بڑا ممنون تھا، لیکن اہلِ مکّہ انہی شہر میں آں حضرت کو ایذا پہنچاتے تھے
اگر یہ ایک مقدس ترین شہر ہے ایک مقدس ترین انسان، انسانیت کی زینت سے
[illegible] تو دنیا کی باقی بستیوں میں عام انسانوں پر کیا بیت رہی ہوگی؟

(ب) انسانی ولادت پر غور کرو: انسان ظلمتِ شکم میں نو ماہ کس طرح کس طرح
[illegible] کتنی مصیبتوں کے بعد حیات، زندگی کی روشنی دیکھتا ہے۔ زبردست
[illegible] نہیں ہیں ہچکیاں نہیں آتیں تو پھر انسان جنہوں کا ایک تختۂ مشق بنا ہوا ہے
نہ فرار اور نہ کوئی اس مصیبت جاں گداز کی کہانی پڑھنے کی ہمت کرے گا۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

(ج) انسان کی تمام زندگی تلاش مسرت کی ہے، لیکن یہ نعمت اسے بہت کم
حاصل نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ انسانی سعادت و شقاوت کی آگ کسی اور دنیا تک
[illegible] ہے۔ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۔ البلد

(د) انسان ہمیشہ شکایت کیا کرتا ہے کہ اس نے کون سے گناہ نہ کیے تھے، شیطان
کی دولت سے کبھی محروم رہا۔ کاش اسے علم ہوتا۔ طبیعی افراد انی دولت سے آراستہ نہیں
ہوتا، جبکہ یہ نعمت اعضاء و جوارح کے صحیح استعمال سے میسر آتی ہے۔ عقل انسانی کے استعمال
کیا ہے؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو میں ہی دو راہیں دکھا دی ہیں۔
وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۔ ہم نے انسان کو سعادت و شقاوت کی دونوں راہیں دکھا دی ہیں۔

(ہ) دنیا کے بڑے بڑے مصلح بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کی خاطر
برداشت کرتے رہے لیکن پھر بھی خوش تھے، یہ اس لیے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کے استعمال
کرنے کے بعد اطمینان قلبی کی نعمت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔

الشمس

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کو عُریاں کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس اگر دن زمینی نیرنگیوں کو بے حجاب کرتا ہے، تو گزرتے کے لاتعداد عوالم کو نگاہوں سے اوجھل کر دیتا ہے۔

موت زندگی کی شام ہے، جس کے آتے ہی اس دنیا کے مناظر اوجھل ہو جاتے ہیں

تھیں بنات النعش گردوں دن کے پردوں میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں (غالب)

لیل و نہار اور موت و مذکر کا اختلاف دراصل ایک اٹل و ابدی نظام کا حصہ ہے جس طرح یہ اختلافِ حسن فطرت ہے، اسی طرح قبائل انسانی کے ذوق و دل کا تنوع ہے بزم انسان کی بہار فوائم ہے۔ اقوام کا میل، قبائل، نسج، تمدن اور رنگ تنوع ایک دوسرے کے وجود کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر آج یہ جذبہ سرد پڑ جائے تو انسان کی دنیا تصوروں کی دنیا بن کر رہ جائے۔ اقوام و افراد ایک دوسرے سے کنارہ کشی کو ترک کر دیں اور ہر سینے میں شرارِ جنگ بجھ جائے۔

کامیابی کوشش کا نام ہے، جو لوگ تعمیر کوششوں میں ہانپ جاتے ہیں

بیس دیا جاتا ہے۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ۙ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ۙ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۙ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ	سیاہ رات، روشن دن اور مرد و عورت کی قسم کہ انسانوں کے عمل میں تفاوت ہے تو جو شخص راہِ خدا میں مال دیتا ہے اور پرہیزگاری کرتا ہے

بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝
وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ
بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدّٰى ۝

درجات کو اختیار کیا تو اُسے راحت سہولت نصیب ہوگی۔
اور جس نے بخل سے کام لیا، قوانین فوز و فلاح سے بے پروائی
برتی، اور بہتر جزا کی ہدایت کو جھٹلایا تو ہم اُسے مصائب کی راہ
پر ڈالیں گے اور اس کی دولت اس کے کچھ کام نہ آئے گی۔

الضحیٰ حدیث میں ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے آں حضرت صلعم پر وحی کا نزول بند ہو گیا تھا۔ اس سے آپؐ کی طبیعت مکدر رہنے لگی اور کفار طعنہ دینے لگے کہ آپ کی رسالت ختم ہو گئی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ سورت نازل ہوئی۔

جس طرح دنیا میں لیل و نہار کا سلسلہ قائم ہے اور ہر دو الٰہی رحمت ہیں، اسی طرح وحی کی آمد و رسالت اور رکنے کا نام رسالت ہے اور ہر دو رحمت ہیں۔

جس اللہ نے ایک یتیم پر اس قدر فوازشیں کیں کہ اُسے بالا، دشمنوں سے بچایا، تاجِ رسالت سر پر رکھا اور چپہ چپہ سے سامان عالم بنا ڈالا، تو کیا آئندہ کے لیے اُسے اپنی نوازشوں سے محروم کر دے گا؟

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا
وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ وَلَلْاٰخِرَةُ
خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ
يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ اَلَمْ
يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ
ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا
فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝

روز روشن اور شب سیاہ کی قسم کہ اللہ نے تمہیں تو رخصت کیا
اور نہ وہ ناراض ہوا، بلکہ انجام آغاز سے بہتر ہوگا، دنیا دیکھ
لے گی کہ یہ پیش خبری حرف بہ حرف پوری ہوئی اور تمہیں خوش
بنائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ تم ایک یتیم تھے۔ جس نے تمہیں اپنی
پناہ میں لیا، تم اصلاح قوم کے وسائل سوچنے میں حیران تھے
اور اسی ایک خیال میں کھوئے تھے، اچانک ہم نے تمہیں وحی
کے گرانبہا جواہر عطا فرمائے اور پھر تمہیں علم و سلطنت دے کر

وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا

بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

التین : انجیر تین، مرزیح المقسم فیہ تین پہاڑ جن پر انجیر کے باغات کثرت سے ہیں اور شام کی بہت بڑی پیداوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شہر بکثرت پیدا کئے جن کے آثار اب تک موجود ہیں لیکن طور سینا کی کسی خاص وادی کا نام نہیں بلکہ پورے علاقہ کا نام ہے۔

اگر اللہ چاہتا تو پہاڑوں، دریاؤں اور شہروں کو بھی بلکہ ساری کائنات کو ایک نقطہ کی تخلیق ہی ناقص ہو سکتی۔

مرزیح یا بالکل انجیر کی اکثر قسمیں ایسی ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ ان کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے ہے۔ فرمایا کہ اللہ نے ہمیں ان جیسا انسان پیدا کیا۔ ہم بھی بچے تھے۔ ہم بھی ابتدائی فطرت پر پیدا ہوئے تھے۔ ہم بھی کمزور تھے۔ ہم بھی ماں کے پیٹ میں نو مہینے رہ کر پیدا ہوئے۔ اگر انسان کی فطرت میں ہی ناقص ہونا ہوتا تو ہم بھی تاریک ماحول میں پیدا ہوتے۔ آلودہ پیدائش پاتے اور ناقص ہی رہتے۔

العلق : اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ

"عَلَّمَ الْاِنْسَانَ" یہ اَقْرَاْ پر عطف ہے۔ انسان سے مراد

توجہ دلانے والوں سے یہ توقع بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے تھی۔ یہ آیات ایک طرح کی پیشگوئی معلوم ہوتی ہیں کہ عرب بہت جلد سیاست و تمدن کے منازل طے کرنے کے بعد دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم بن جائیں گے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ بشارت کس طرح درست نکلی۔

ترجمہ آیت ۵: "پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا جس سے وہ ناآشنا تھا۔"

القدر | قدر کے معنی لغت میں یوں دیئے ہوئے ہیں۔

تقدیر، تکوین، تقسیم، تعیین، فیصلہ، اندازہ وغیرہ۔

قرآن حکیم کا نزول بایں حیثیت تعیین شرائط اور تکوین ملت کا پیش خیمہ تھا۔ مکہ اور اس کے گرد و پیش کا علاقہ اس مقصد عظیم کے لئے ایک بہت اخلاقی و سیاسی انقلاب برپا کرنا تھا۔ یہ کام بند اور بند کو بیٹھ بنانا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ قرآن کریم کے نزول کا یہ ایسی رات تھی جو بہتر کسریٰ کے زندان اور پیروان یسوع کے غار ہائے رہبانیت کے پردوں میں چھپی ہوئی انقلابات کی صبح کو اپنے دامن میں لئے ہوئے تھی۔ نظر نہ آتی ہو۔ اس وقت کفر و ضلالت کی شب تاریک تمام عالم پر چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت قرآن روشنیاں اس کی بندوں سے بڑھ کر ہوئیں تو ہوئیں تو ہوئیں کی صورت آسمانی برکات کی بشارتیں لے کر آئی تھی۔ وہ ایسی ہزاروں میں

..... خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ

آخر تشہر (ہزار مہینے) کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں، اوّل کہ اس سے مراد زمانہ جاہلیت ہے۔ یوں تو یہ زمانہ کئی سو سال لمبا تھا لیکن آخری اسّی برس ہر لحاظ سے نہایت تاریک تھے۔ اور اُن ہی دنوں آں حضرتؐ نے ایک نوجوان قوم کی بنیاد ڈالی تھی۔ ہر چیز زندگی کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد کمال تک پہنچتی ہے۔ پودا، جانور، انسان، اقوام کی رفتار ترقی بہت زیادہ تیز آزمائش اور محنت ہوتی ہے۔ بنا نیز اسّی برس تک ایک طاقتور حکومت کا مالک بنا اور اس عرصہ میں اسلام کا بیج اتنا بڑا ہو گیا کہ اس کی شاخیں دنیا کے اکثر حصوں تک پھیل گئیں اور اسّی برس کے اندر اندر ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈال چکے تھے اور قوم و وطن کا رشتہ اسلامی اخوت سے منقطع ہو چکا تھا۔

اس تشریح سے ظاہر ہے کہ فرمان آنحضرتؐ کے آخری زمانہ سے متعلق ہے۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ آخر زمانہ میں اسلام کی حالت کمزور ہو جائے گی۔ مسلمان آپس میں لڑ لڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ ہر ٹکڑا اپنے کو دوسرے سے بہتر سمجھے گا

[illegible] عبد المطلب [illegible] آں حضرت کے [illegible] [illegible]
[illegible] ابرہہ نے پکڑ لیا جب عبد المطلب [illegible] [illegible]
"تم قریش کے سردار ہو، اور کعبہ کے متولی ہی، تمہارے [illegible] [illegible]
حیرت ہے کہ تمہیں اونٹوں کی فکر ہے، جن کو [illegible]

عبد المطلب نے کہا: "میں صرف اونٹوں کا مالک ہوں، اس لیے [illegible]
ہونی چاہئے۔ باقی رہا کعبہ، تو اس کا بھی ایک مالک [illegible]
طاقت نہ ہے وہ خود اسے بچا لے گا۔" میں تمہاری خوشامد [illegible]

اتنے میں ابابیل [illegible] آپہنچے۔ یہ کنکر ہاتھیوں، گدھوں اور [illegible]
کہ جس سے [illegible] نکل جاتے تھے۔

"یہاں دو چیزیں قابلِ [illegible]: (۱) ابابیل کا [illegible] آنا، (۲) پتھروں سے [illegible]
کا ہو جانا۔ پہلا معمہ بدستور حل طلب ہے، اور [illegible] اس [illegible]
آنے نے کا میاب نہیں ہو سکا۔ اور دوسرے کے [illegible]

قانون افتاد اگر ہم ہوائی جہاز سے [illegible] کی [illegible]
گرائیں تو کشش ارض کی وجہ سے ہر [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]
میں ۳ سیکنڈ میں ۹۶، اور چوتھے میں ۱۲۸ فٹ ہو گی۔ مثال یہ ہے:

۱ سیکنڈ	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲

یعنی پہلے سیکنڈ کو ۱۶ فٹ اور ہر سیکنڈ کو ۳۲ فٹ ضرب دینے چاہئیں۔ اس سے پتھر کی رفتار معلوم ہو جائے گی۔

اگر ہم ایسی بلندی سے پتھر پھینکیں کہ اسے زمین تک آتے آتے دو منٹ لگ جائیں تو آخری سیکنڈ میں اس کی رفتار ۱۹۲ فٹ ہوگی۔ یعنی بندوق کی گولی کی رفتار سے تقریباً نصف۔

اگر ابابیل نے ایسی بلندی سے کنکر پھینکے ہوں جہاں سے زمین تک پہنچنے میں دو منٹ صرف ہو گئے ہوں، تو ظاہر ہے کہ ان کنکروں کی رفتار زمین کے قریب پانچ ہزار فٹ ثانیہ ہوگی۔ جو انسانوں اور حیوانوں کی ہلاکت کے لیے کافی سے زیادہ ہے۔

وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ اللہ نے ان پر ابابیل بھیجے جو ان پر کنکر پھینکتے تھے۔ اور ان کو بھس کی مانند کر دیا۔ (الفیل)

حکایت | ایک رات خواب میں حضرت اقبال اور سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہما سے ملاقات ہوئی۔ علامہ اقبال فرمانے لگے "والفیل" کی تفسیر تو سنائیے۔ میں نے تعمیل ارشاد کی، تو سر بلا کر اظہار پسندیدگی فرمایا اور اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

خاتمہ سخن | اسرار قدرت کی انتہا نہیں۔ وہ قرآن جو فصاحت کی آخری منزل ہے کہنے کو ابابیل کا انجام تک آپہنچی۔ اس نوبیں عرصہ میں بیسیوں خطوط اطراف ملک سے موصول ہوئے کسی میں معجزات تکوین و تدوین کی ان ایمان افروز تفصیل پر مجھے شاباش

۱؎ ابابیل اس کے معنی سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے پرندے جمع جاتے ہیں جن کے سینے کے پر سفید ہوتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ "اردو" کا لفظ ہے۔ عربی ابابیل "ابالہ" کی جمع ہے جو "ابل" سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں متفرق گروہ۔ ڈاروں کے ڈار۔ دونوں کا مآل، یعنی نہ سر نہ پیر، سے کنایہ ہے کسی خاص نوع (بقیہ

لیکن مجھے اس کتاب میں انسان کی سیاسی، اقتصادی و اخلاقی حالت کے بارے گرُسنے۔ میں نے نگارستان گیتی کی اس میں تفصیل دیکھی، اور مجھے جتنا معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالےٰ کے قول و فعل میں مکمل مشابہت ہے۔ کائنات کیا ہے؟ قرآن کی تفسیر اور قرآن کیا ہے؟ کائنات کا متن۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (اللہ نے کتاب کائنات کی بہترین تفسیر (آیات)	
كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ	نازل فرمائی۔ یہ کتاب کائنات سے ہر رنگ میں مشابہ
مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ	اس کا مثنیٰ (ثانی) ہے اس کے مطالعہ سے اُن (اہل کائنات)
رَبَّهُمْ۔ (زمر ۲۴)	کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جن کے دلوں میں کیفیتِ خشیۃ ہوتی ہے۔

محفلِ گیتی میں شاہدِ ہستی مستور ہے اور مسلم کا فرض اسے بے نقاب کرنا ہے۔

مرا دل سوخت بر تنہائی او
کنم سامانِ بزم آرائی او (اقبالؒ)

میں نے اس عروسِ جمال نشیں کو بے حجاب کرنے کے لیے یہ حقیر سی کوشش کی ہے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں؟ مجھے معلوم نہیں۔ ہاں اس قدر یقین ضرور ہے کہ وہ موجود ضرور ہے۔ اور یہ گل و لالہ کے جلوے اُسی کے پرتو ہیں۔

نظر بینانِ بارگاہِ الست
بیش ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

جس طرح اس کائناتی روح کو خلوت گہِ جمال سے نکال کر جلوہ آرائے محفل بنانا انسانی کوشش کی انتہائی منزل ہے، اسی طرح خود انسانی قلب میں بھی ایک رنگین دنیا آباد ہے، جس کا ظہور تکمیلِ انسانیت ہے۔

نمود اُس کی نمود تیری نمود تیری نمود اُس کی
خدا کو تجھ سے حجاب کردے خدا تجھے سے نقاب کردے (اقبال)

شکریہ: حدرجہ کی احسان فراموشی ہوگی، اگر میں ادارۂ البیان" اور کتابستان
ترقی میں جا بجا بھی غور و فکر کی نئی راہیں کھل گئیں اور مسلمانانِ ہند کو قرآن کے
نظریۂ زندگی سے آشنا ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور اگر یہ ادارہ میری دست گیری نہ
کرتے تو میری آواز میرے سینے میں یوں دبی رہتی جس طرح کوئی کلیم سینا ہی مر جاتا
جاتا اور اس کی تجربتوں سے کوئی مسلم مستفید نہ ہو سکتا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

واضح: اس مضمون کی تالیف سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا ہے۔ اُن کے نام دیئے ہیں
ہیں۔ بعض کتب کے حوالے دیئے ہیں، مصنف (یا کتاب) سے آشنا ہیں
اور اب، اگر مزید تفصیلات ہوں، تو وہ کتابیں نہیں ملتیں!

(۱) تفسیر جواہر القرآن - ۲۵ جلد (علامہ جوہری طنطاوی مصری)
(۲) طبقات الارض (مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند)
(۳) علم تشریح
(۴) انسان اور چوپائے (ڈاکٹر ابراہیم، ایل، ایچ)
(۵) نباتات اور نباتاتی خوراک
(۶) القمر (مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند)
(۷) تذکرہ (علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی)
(۸) تفسیر بیان القرآن (سورۃ فاتحہ) (مولانا ابوالکلام آزاد)

1. [illegible]
2. [illegible] the Universe.
3. [illegible] of the sea.
4. [illegible] inventions.
5. [illegible] of life.
6. [illegible] we notice and make.
7. [illegible] of Science.
8. [illegible] of life
9. [illegible] beings.
10. [illegible] during the last 3000 years.
11. [illegible] from day to day.
12. A. B. C. of Chemistry.
13. Animal World.
14. Animal.
15. Marvels of Geology.
16. Natural Wonders Workers.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين .

جہانِ نو

اسلام کے عالمگیر اصول

مصنفہ:- علامہ فرید وجدی مصری ترجمہ سید احمد حسن نقوی

مصر کے نامور فلسفی علامہ فرید وجدی کی مشہور کتاب "الاسلام دین عام خالد" کا اردو ترجمہ جس میں اسلامی اصول کا علم و فلسفہ کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس دور میں جبکہ مغرب میں سائنس کی ایجادات نے مغربی قوموں کے ہمہ گیر سیاسی اقتدار کو بام عروج پر پہنچا دیا تھا۔ جب سائنس کی کرشمہ سازیوں سے مشرق اقوام بھی اثر انداز ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ خود مسلمان بھی مرعوب ہو رہے تھے۔ چنانچہ فاضل مصنف نے اقوام عالم کے سامنے واضح کیا ہے کہ اسلام کا سائنس سے کوئی پرخاش نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات ہی سائنس کا منبع ہیں۔ "اسلام کے عالمگیر اصول" میں معاندین و مخالفین اسلام کے نظریات و اعتراضات کا مدلل جواب ہے۔ تمدن و معاشرت کے موجودہ سینکڑوں قوانین کے مقابلہ میں اسلام کے ہمہ گیر اور حیرت انگیز اصول پیش کئے گئے ہیں جن سے اسلام کی سربلندی و سرفرازی کی وجہ پر روشنی پڑتی ہے اور آج بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

ترجمہ نہایت آسان اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے۔ جس سے تصنیف کا شبہ ہوتا ہے۔ قیمت مجلد تین روپئے دس

کتاب منزل لاہور

موازنہ صلیب و ہلال

مصنفہ

عبد السمیع صاحب۔ نکہت شاہجہانپوری

یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے اکثر علوم و فنون یورپ کی موجودہ ترقیاں اور حیرت انگیز ایجادات اسلامی تعلیمات کا ہی فیض ہیں۔ اگرچہ عیسائیت نے اسلامی تہذیب کو بہت کچھ مٹایا، لیکن متلاشیانِ حق کے لئے آج بھی ہر قسم کے لعل و یاقوت موجود ہیں۔

اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ آج موجودہ حالت کا گذشتہ حالات سے موازنہ کرکے یہ حقائق کا انکشاف کیا جائے۔ مغربی تہذیب و تمدن سے مغرور ہونیوالی آنکھوں کے لئے اسلام کی زندگی ہے۔ یورپ کے ہزاروں "ازم" کے مقابلہ میں اسلام کا بین الاقوامی اور ہمہ گیر قانون اٹل اور زندہ حقیقت ہے۔ فاضل مصنف نے عیسائیوں کے ممتاز مورخین لین پان۔ میکبیتھ، ارنلڈ جوزف بیل اور اسکاٹ وغیرہ کی مستند اور شہرۂ آفاق تالیفات سے اسلام کے تمدن کی مرعوب کن داستان "موازنہ صلیب و ہلال" صورت میں بطور ڈائجسٹ کے مرتب کی ہے۔ اور ہر سال ہزاروں نومبائعینِ اسلام اسکی جاذب توجہ تحریرات سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ ۱۲۸ صفحات طباعت اور کاغذ عمدہ۔ جلد مجلد۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کتاب منزل لاہور

خطبات شاہ بدر

مقالاتِ قرآنی

مرتبہ

علامہ عبداللہ العمادی

قرآن مجید جہاں ہمیں جہانبانی کی تعلیم دیتا ہے وہاں تاریخ گزشتہ کے اُن واقعات و حادثات سے روشناس بھی کراتا ہے، جو ہماری ملی تاریخ کا سنگ بنیاد قرار پائے۔ اور جن سے ہماری ملی حیثیتوں کو چار چاند لگے۔ علامہ عبداللہ العمادی ہمارے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے قرآن کی نگاہ میں واقعات و حالات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی ہے چنانچہ انہوں نے قرآن فہمی سے "قرآن کی دولت" "تنظیم کلام اللہ الکریم" "من وسلویٰ" "سرا المنتہیٰ" "بازار ساحری" "گوسالہ سامری" "قتیل ہبود" "کرشمۂ سعد و نحس" "غرانیق علیٰ" "تذکار نزول قرآن" "کشف مسائل" قرآن کا دفاع کیا ہے، "مسئلہ بداء" "ناسخ و منسوخ" "وحدت ادیان" وغیرہ کے متعلق معلومات افزا مقالات مرتب فرمائے ہیں۔ ان مقالات نے ہماری شاہراہ زندگی کا سنگ میل ہے۔ آج ہی "مقالات قرآنی" منگوائیں فرمائیں۔ قیمت مجلد چار روپے آٹھ آنے

کتاب منزل لاہور

اسلام میں

امامت کا تصور

مصنفہ

مولوی بدر الدین صاحب بدر جالندھری

پاکستان کے قیام کے بعد مسلمانوں کے پیش نظر قوم کے تعمیری پروگرام کی تکمیل کا اہم مسئلہ ہے۔ اور اس قوم کی فلاح و نجات کا دارومدار اس کی صحیح قیادت پر ہے۔ موجودہ روشنی کے نوجوان طبقہ کے ذہن میں قیادت کا صحیح اسلامی تصور پیدا کرنے کے لئے مصنف کتاب نے انتہائی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اور اس پر نظیر تالیف کے ذریعہ قوم کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ قائدین ملت کے لئے تو یہ اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے خصوصاً اس کتاب کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کو حسب استعداد اسکے بصیرت افروز مضامین سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

قیمت فی جلد مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے (غیر ممالک)

مکتبہ صفدر لاہور

علامہ آسی نرینی پوری

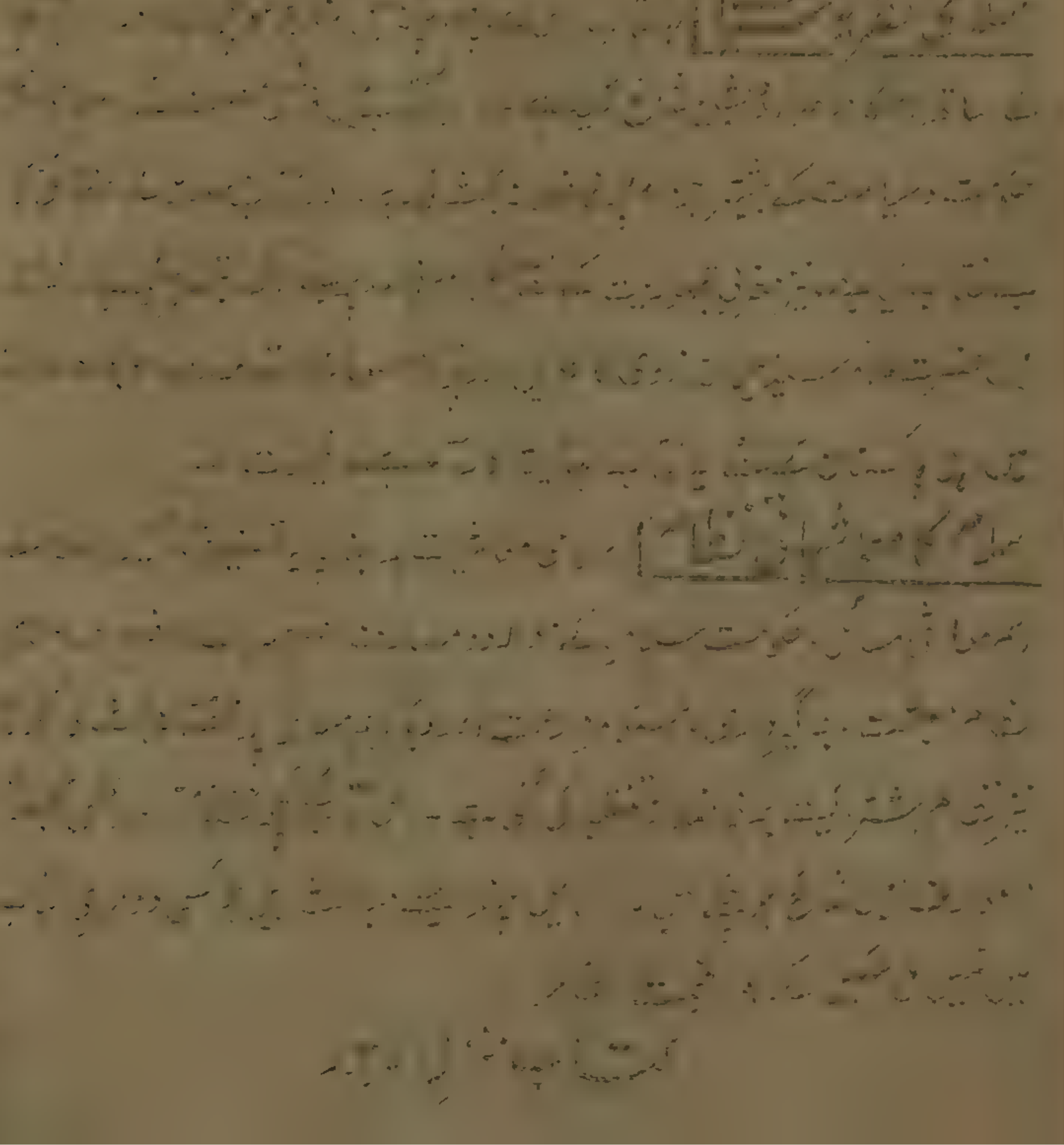

کتابخانہ / محمد ہارون مومنی

کتاب آپ کے پاس امانت ہے
اس کو احتیاط و حفاظت سے رکھیں

شکریہ

LIBRARY

ACC No.....

GOVT. KULLIYAT-UL-BANAT
DEGREE COLLEGE
15-LAKE ROAD, LAHORE